تالیف
موسیٰ خسروی

ترجمہ
محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو بالمقابل بڑا امام باڑہ۔ کھارادر۔ کراچی فون ۲۴۳۳۰۵۵

વકફ

આ કિતાબ હાજી મહમદઅલી ભાઈ
અલીભાઈ સુંદરજી "સોમાસોક"
તનનરીવ માડાગાસ્કારવાળા તરફથી
તેમના મરહુમ સગાવહાલાઓની
રૂહોના સવાબ અર્થે
વકફ કરવામાં આવેલ છે.
લાભ લેનાર ભાઈ બહેનો મરહુમોની
અરવાહોના સવાબ અર્થે એક
સુરએ ફાતેહા પઢી બક્ષી આપે
એવી નમ્ર અરજ છે.

۵

اخلاقی ○ تاریخی ○ اجتماعی

تالیف : موسیٰ خسروی

ترجمہ : محمد حسن جعفری

حسن علی بک ڈپو

بالمقابل بڑا امام باڑہ کھارادر کراچی۔ ۷۴۰۰۰

کتاب ______ پند تاریخ جلد پنجم

تالیف ______ موسیٰ خسروی

ترجمہ ______ محمد حسن جعفری

تصحیح ______ سید فیضیاب علی رضوی

طبع اول ______ سنہ ۲۰۰۰ء

عناوین کتاب

باب اوّل ۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر

باب دوم ۔ فضائل علم و عالم با عمل

باب سوم ـ محبت اہلبیت و نفرت از اعدائے اہلبیت

باب چہارم ـ دین میں استقامت

باب پنجم ـ چغل خوری اور غیبت

باب نہم ۔ زہد و پارسائی

باب اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امر بالمعروف و نہی عن المنکر

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف
وتنهون عن المنكر (سورۂ آل عمران آیت ۱۱۰)
"تم بہترین امت ہو، جنہیں لوگوں کے لئے پیدا کیا گیا،
تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔"

ولقد علمتم الذين اعتدوا منكم فى السبت فقلنا لهم كونوا قردة خاسئين فجعلناها نكالا لما بين يديها وما خلفها وموعظة للمتقين. (سورۃ البقرہ آیت ۶۵۔۶۶)

تمہیں ان لوگوں کے متعلق بخوبی معلوم ہے جنہوں نے سنیچر کے دن تجاوز کیا تھا، ہم نے ان سے کہا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ، ہم نے ان کو حاضرین

اور آنے والوں کے لئے باعث عبرت اور پرہیزگاروں کیلئے باعث نصیحت بنادیا۔

اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب سبت ایک ایسا گروہ تھا جو سمندر کے کنارے آباد تھے اور ان کا پیشہ ماہی گیری تھا۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ہفتہ کے روز شکار کرنے سے منع کیا تھا اور انبیائے کرام علیہم السلام نے انہیں بتایا کہ یہ دن تمہارے لئے عبادت اور مچھلیوں کے لئے امانِ خداوندی کا دن ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس قوم کا امتحان لیا، ہفتے کے دن مچھلیاں سطح پر آجاتی تھیں اور باقی ایام میں بڑی مشکل سے قابو میں آتی تھیں۔

اس قوم نے عقل عیار کو استعمال میں لاتے ہوئے ایک عجیب طریقہ اختیار کیا اور ان کا خیال یہ تھا کہ ایسا کرنے سے یوم سبت کی حرمت بھی بحال رہ سکتی ہے اور ان کا شکار بھی ہاتھ آسکتا ہے۔

چنانچہ وہ سمندر سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے دروازوں تک لے آئے اور دروازوں پر انہوں نے بڑے بڑے حوض بنا لئے۔ جب ہفتے کا دن ہوتا تو وہ اپنی نہروں کے منہ کھول دیتے تھے۔ مچھلیاں امان خداوندی پر اعتماد کر کے ان کی نہروں میں آجاتیں اور حوض میں چلی جاتی تھیں۔ عصر کے وقت جب مچھلیاں واپسی کا ارادہ کرتیں تو وہ نہروں کا دہانہ بند کر دیتے تھے۔ یوں ہر ایک شخص کے حوض میں بڑی مقدار میں مچھلیاں پھنس جاتیں اور وہ اتوار کے دن مچھلیاں پکڑ کر بازار میں فروخت کر دیتے تھے، جب انہیں ملامت کی گئی کہ ہفتے کے دن شکار کرنا حرام ہے تو وہ بڑی بے حیائی سے جواب دیتے کہ ہم یہ

مچھلیاں ہفتے کے دن نہیں پکڑتے ہم تو اتوار کے دن مچھلیاں پکڑتے ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: ”وہ جھوٹ بولتے تھے کیونکہ وہ ہفتے کے دن مچھلیوں کو اپنے حوضوں میں بند کر لیتے تھے اور خدا کے سامنے حیلے بنانا چاہتے تھے۔ اس طرح سے ان کو ایک بڑی مقدار میں مچھلیاں مل جاتی تھیں۔ مچھلیوں کی فروخت سے انہوں نے بے انتہا دولت کمائی اور دولت کو شراب و شباب میں لٹانے لگے۔

اس شہر میں اسّی ہزار افراد سکونت پذیر تھے ان میں سے ستّر ہزار افراد اس طریقے پر خوش تھے اور دس ہزار افراد کو یہ طریقہ پسند نہ تھا اور وہ انہیں ایسا کرنے سے منع کرتے تھے۔

قرآن مجید کی ان آیات میں رب العزت نے ان کی داستان بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”**واسئلهم عن القرية التى كانت حاضرة البحر اذ يعدون فى السبت....الخ.** ان سے اس آبادی کے متعلق دریافت کریں جو سمندر کے کنارے آباد تھی جب وہ ہفتے کے دن تجاوز کرتے تھے۔“

ایک گروہ نہی عن المنکر کا خدائی فریضہ انجام دیتا تھا اور انہیں اس سے روکتا تھا، اس کے علاوہ ایک گروہ ایسا بھی تھا جو عمل میں ان کے ساتھ شریک نہیں تھا لیکن وہ انہیں روکتا بھی نہ تھا اور اس ”غیر جانبدار“ گروہ کی عجیب بات یہ تھی کہ وہ نہی عن المنکر کرنے والے گروہ کو بھی روکتے تھے۔ قرآن مجید نے اس گروہ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں: ”**لم تعظون قوما الله مهلكهم او معذبهم عذاباً شديداً.** تم ایسی قوم کو نصیحت کیوں کرتے ہو جنہیں اللہ ہلاک کرنا چاہتا ہے یا انہیں سخت عذاب دینا چاہتا ہے۔“

نہی عن المنکر کرنے والے افراد نے انہیں جواب دیا: "ہم اس قوم پر اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں تاکہ اللہ کے سامنے ان کا کوئی عذر باقی نہ رہے اور ہمارے اس عمل سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اس غلط کام میں ہم ان کے ساتھ نہیں ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لوگ اپنی غلط روش سے باز آجائیں۔"

لیکن ان لوگوں پر کسی ناصح کی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور وہ بدستور اپنی ضد پر قائم رہے۔

جب نصیحت کرنے والے افراد نے اس قوم کا اجتماعی رویہ دیکھا تو انہوں نے وہ شہر ہی چھوڑ دیا اور دوسرے شہر میں جاکر آباد ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو چند دن کی مہلت دی تاکہ وہ اپنی اصلاح کرلیں لیکن انہوں نے اپنی سابقہ روش کو قائم رکھا۔ آخرکار ایک رات اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور تمام افراد بندروں کی صورت میں مسخ ہوگئے۔

صبح کے وقت شہر کا دروازہ نہ کھلا تو ساتھ رہنے والے لوگوں کو تشویش لاحق ہوئی کہ اس شہر کا دروازہ ابھی تک کیوں بند ہے؟

لوگ جمع ہو کر شہر کے دروازے پر آئے اور بڑی دیر تک دستک دیتے رہے لیکن دروازہ نہ کھلا تو انہوں نے شہر پناہ کے ساتھ سیڑھیاں لگائیں اور جاکر دروازہ کھولا۔

جب دروازہ کھلا تو لوگوں نے عجیب دہلا دینے والا منظر دیکھا کہ تمام لوگ بندر بن چکے ہیں ان میں ایک بھی انسان موجود نہیں تھا اور بندر اپنے اپنے دروازوں پر بیٹھے ہوئے حسرت اور یاس کی تصویر بنے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔

لوگ دروازوں پر بیٹھے ہوئے بندروں سے کہتے: "کیا تم فلاں بن فلاں ہو؟" تو ان کے آنسو بہنے لگتے۔

تین دن تک بدکار قوم بندروں کی صورت میں زندہ رہی، تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے سخت بارش برسائی اور ہوا کا طوفان بھیجا۔ اس طوفان نے انہیں سمندر میں غرق کردیا اور یوں یہ بدکار قوم اس صفحہ ہستی سے مٹ گئی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "کوئی بھی مسخ شدہ قوم تین دن سے زیادہ زندہ نہیں رہی اور اس وقت جو بندر نظر آتے ہیں یہ پہلے دن سے ہی بندر تھے اور مسخ شدہ قوم کی نسل آج تک نہیں بڑھی۔"(۱)

تفسیر برہان میں محمد بن یعقوب کی زبانی یہ تذکرہ کیا گیا:

"عن ابی عبداللہ (علیہ السلام) فی قولہ تعالیٰ:

فلما نسوا ماذکروا بہ انجینا الذین ینھون عن السوء . قال کانوا ثلاثة اصناف . صنف ائتمروا وامروا ونجوا وصنف ائتمروا ولم یأمروا فمسخوا وصنف لم یأتمروا ولم یأمروا فھلکوا."

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن کی آیت فلما نسوا ماذکروا.... جب انہوں نے اس نصیحت کو بھلادیا جو انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے، کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "ان لوگوں کے تین گروہ تھے:

۱۔ جو خود بھی نیک کام کرتے اور دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دیتے تھے انہوں نے نجات پائی۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۴ ص ۵۷۔

شخص کی برائی بری ہے اور تمہاری برائی زیادہ بری ہے کیونکہ تم ہم سے نسبت رکھتے ہو (کیونکہ تم ہماری طرف منسوب ہو اور آزاد کردۂ رسول کے بیٹے ہو اسی لئے نیکی تمہارے لئے اوروں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور تمہارے لئے برائی زیادہ باعث عار ہے)۔

امام عالی مقامؑ نے شقرانی کو یہ نصیحت اس لئے کی تھی کہ آپؑ کو اس کی شراب نوشی کا علم ہوچکا تھا اور آپؑ نے حسین کنایہ سے اسے نصیحت فرمائی تھی۔(۱)

نرمی و شائستگی سے امر بالمعروف کرنا چاہئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں سے وداع کرنے کا ارادہ فرمایا تو آپؑ نے انہیں جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ ہمیشہ کمزور افراد کے مددگار بنیں اور ستم گاروں سے پرہیز کریں۔ پھر آپؑ نے ان میں سے دو افراد کو تبلیغ دین کے لئے انطاکیہ روانہ فرمایا۔

آپؑ کے بھیجے ہوئے مبلّغ اس دن شہر انطاکیہ میں وارد ہوئے جس دن انطاکیہ میں بتوں کی رونمائی ہونی تھی اور پورا شہر اس دن عید منا رہا تھا۔

جب انہوں نے یہ صریح گمراہی دیکھی تو شہر والوں کو خوب لعنت ملامت کی۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ جب لوگ ایک کام کے عادی ہو جائیں اور

۱۔ انوار البہیہ ص ۷۶۔

اسے مذہب کا حصہ تصور کرنے لگیں تو وہ آسانی سے اس عمل کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ ہاں رفتہ رفتہ اور دلیل و برہان سے ایسا کرنا ممکن ہے۔

انطاکیہ کے لوگ ان پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں قید کر کے بادشاہ کے پاس لے گئے، بادشاہ نے انہیں زندان بھیج دیا۔

جب کافی عرصے تک ان کی خبر نہ آئی تو حضرت شمعونؑ ان کی خبر لینے شہر انطاکیہ گئے، وہاں جاکر انہیں معلوم ہوا کہ دونوں مبلّغ پہلے ہی دن گرفتار ہو کر زندان پہنچ گئے تھے۔

حضرت شمعونؑ نے داروغہ سے مل کر ان سے ملاقات کی اور ان سے کہا: "میں نے تمہیں کیا یہ نکتہ نہیں سمجھایا تھا کہ تبلیغ کی ابتدا ظالموں اور طاقتور لوگوں سے نہ کرنا، بہر نوع میں اپنے طور پر تمہاری رہائی کی کوشش کروں گا۔"

پھر آپؑ قیدخانے سے باہر آئے اور آپؑ نے غریب طبقے سے اپنی تبلیغ کا آغاز کیا، غریب طبقہ ان کی تبلیغ سے متاثر ہونے لگا، اس طبقے نے ان کا تعارف اپنے سے ذرا برتر طبقہ سے کرایا، آپؑ نے اپنے استدلال اور شیریں بیانی سے انہیں بھی متاثر کیا، آہستہ آہستہ ان کی شہرت بادشاہ تک جا پہنچی۔

بادشاہ نے پوچھا: "اسے ہمارے شہر میں آئے ہوئے کتنا عرصہ گزرا ہے؟"

بادشاہ کو بتایا گیا: "انہیں اس شہر میں دو ماہ ہوئے ہیں۔"

بادشاہ نے حکم دیا: "اسے ہمارے پاس لایا جائے، ہم اس سے گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔"

حضرت حضرت شمعونؑ کو بادشاہ کا پیغام پہنچایا گیا تو آپؑ اس کے پاس

تشریف لے گئے۔ بادشاہ سے گفتگو ہوئی تو وہ آپؑ کی حکمت و دانش سے بے حد متاثر ہوا اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپؑ میرے پاس رہیں۔ حضرت شمعونؑ اس کے مصاحب بن گئے۔

ایک مرتبہ بادشاہ نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا اور حضرت شمعونؑ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت شمعونؑ نے اس کی بہترین تعبیر دی۔

کچھ عرصے بعد اس نے دوبارہ ایک ہولناک خواب دیکھا تو اس مرتبہ بھی حضرت شمعونؑ نے اس کی اچھی تعبیر دی جو کہ بادشاہ کو بہت پسند آئی اور یوں حضرت شمعونؑ نے آہستہ آہستہ بادشاہ کے دل و دماغ پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔

جب انہوں نے بادشاہ کے دل و دماغ کو اپنا مطیع بنالیا تو ایک دن انہوں نے بادشاہ سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ آپ نے ایسے دو افراد کو زندان میں قید کر رکھا ہے جو آپ کے مذہب و عقیدہ کے مخالف تھے؟"

بادشاہ نے کہا: "جی ہاں! درست ہے۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

جب انہیں زندان سے باہر لایا گیا تو حضرت شمعونؑ نے کہا: "تم جس خدا کی عبادت کرتے ہو وہ کیسا ہے؟"

انہوں نے کہا: "ہم رب العالمین کی عبادت کرتے ہیں۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "تو جس خدا کی تم عبادت کرتے ہو کیا وہ تمہاری دعا بھی قبول کرتا ہے؟"

انہوں نے کہا: "جی ہاں! ہم اگر کسی مریض، اندھے، کوڑھی یا

مبروص کے لئے دعا کریں تو وہ ہماری دعا قبول کرتا ہے اور وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "ہم ابھی تجربہ کر کے تمہاری صداقت کو آزما لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے حکم دیا کہ برص کے چند مریض لائے جائیں۔ چنانچہ برص کے دو مریض لائے گئے۔

حضرت شمعونؑ نے کہا: "ایک مریض کو تم شفایاب کراؤ۔"

انہوں نے ایک مریض کے جسم پر ہاتھ پھیرا تو اس کا مرض زائل ہوگیا۔

حضرت شمعونؑ نے کہا: "یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں، دوسرے مریض کے جسم پر حضرت شمعونؑ نے ہاتھ پھیرا تو وہ بھی صحت یاب ہوگیا۔

حضرت شمعون نے کہا: "اگر تم ایک اور کام کر کے دکھا دو تو میں تمہارے خدا پر ایمان لے آؤں گا اور تمہارا مذہب قبول کرلوں گا۔"

انہوں نے کہا: "بتائیں کونسا کام آپؑ ہم سے کرانا چاہتے ہیں؟"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "اچھا یہ بتاؤ کیا تمہارا خدا مردہ زندہ کر سکتا ہے؟ اور اگر وہ واقعی مردے زندہ کر سکتا ہے تو کیا تمہاری دعا سے بھی مردہ زندہ کردے گا؟"

انہوں نے کہا: "بے شک ہمارا خدا مردے زندہ کرتا ہے اور ہم اگر کسی مردے کو زندہ کرنے کی دعا مانگیں تو یقیناً مردہ زندہ ہو جائے گا۔"

حضرت شمعون نے بادشاہ کی طرف رخ کر کے کہا: "بادشاہ! اب ان

لوگوں کی موت یقینی ہے کیونکہ ان کی دعا سے مردہ زندہ ہو نہیں سکے گا، آپ کسی مردے کے زندہ ہونے کی خواہش رکھتے ہیں؟"

بادشاہ نے کہا: "چند سال پہلے میرا جوان بیٹا مر گیا تھا میں چاہتا ہوں کہ وہ زندہ ہو جائے۔"

حضرت شمعونؑ نے کہا: "تو پھر آپ انہیں اپنے ساتھ اپنے بیٹے کی قبر پر لے جائیں۔"

بادشاہ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ لیا اور بیٹے کی قبر پر آیا اور کہا: "یہ میرے جوان بیٹے کی قبر ہے تم اسے زندہ کرو۔"

ان دونوں نے اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے، حضرت شمعون نے بھی ان کے ساتھ اپنے ہاتھ دعا کے لئے بلند کئے۔ تھوڑی دیر بعد قبر شگافتہ ہوگئی اور بادشاہ کا بیٹا کفن جھاڑتا ہوا قبر سے برآمد ہوا اور باپ کے سامنے آکر حیرت کی تصویر بن کر کھڑا ہوگیا۔

بادشاہ نے کہا: "بیٹا کیا ہوا ہے تو پریشان کیوں ہے۔"

تو اس نے کہا: "میں مر چکا تھا اور اچانک مجھے ایک وحشت نے گھیر لیا تھا، میں نے دیکھا تو مجھے تین افراد نظر آئے جو خدا سے میری زندگی کی درخواست کر رہے تھے، میں انہیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

بادشاہ نے کہا: "ان کو پہچانو۔"

جب لڑکے کی نظر ان تین بزرگوں پر پڑی تو بے ساختہ کہا: "ابا جان! واقعی یہی تین افراد تھے جنہوں نے میری زندگی کے لئے درخواست کی تھی۔"

حضرت شمعونؑ نے ان دو قیدیوں کی طرف نظر کی اور کہا: "اب مجھے

تمہاری سچائی کا یقین آچکا ہے، اب میں تمہارے خدا پر ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت شمعونؑ کو دیکھ کر بادشاہ نے بھی اسلام قبول کیا۔

جب بادشاہ مسلمان ہوگیا تو تمام وزراء اور درباری بھی مسلمان ہوگئے اور یوں چند دنوں میں شہر انطاکیہ کے تمام مرد و زن مسلمان ہوگئے۔(۱)

خدا کیا چاہتا ہے؟

شیخ الطائفہ ابو جعفر طوسی رضوان اللہ علیہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک شہر کو تباہ و برباد کرنے کے لئے دو فرشتوں کو بھیجا۔

جب فرشتے اس شہر میں اترے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص آدھی رات کے وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہے اور رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی طلب کر رہا ہے۔

ان میں سے ایک فرشتے نے کہا: "اس شہر کو تباہ کرنے سے قبل اللہ تعالیٰ سے اس شخص کے متعلق پوچھ لینا چاہئے۔ کیا اسے بھی دوسروں کے ساتھ ہلاک کر دیا جائے یا اسے نجات دی جائے؟"

دوسرے فرشتے نے کہا: "ہمیں اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو حکم دیا ہے ہمارا کام صرف اس کی تعمیل کرنا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اس فرشتے کو وحی کی جس نے سوال کرنے سے منع کیا

۱۔ بحار الانوار ج ۱۴ ص ۲۵۲۔

تھا کہ اس شخص کو بھی اور لوگوں کے ساتھ ہلاک کردو۔ (فقد حل به معهم سخطی انّ هذا لم يتغير وجهه قط غضا) میں دوسرے بدکاروں کی طرح اس پر بھی ناراض ہوں کیونکہ یہ عابد اپنی آنکھوں سے میری نافرمانی کو دیکھتا رہا لیکن آج تک اس کے چہرے پر ناراضگی کے آثار طاری نہیں ہوئے۔

جس فرشتے نے اللہ سے اس کے متعلق دریافت کرنا چاہا تھا اس پر اللہ کا غضب نازل ہوا اور اللہ نے اسے ایک جزیرے میں ڈال دیا وہ ابھی تک زندہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے زیر عتاب ہے۔(۱)

ثقۃ الاسلام کلینیؒ امام محمد باقر سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ افراد کو ہلاک کروں گا، ان میں سے چالیس ہزار بدکار ہیں اور ساٹھ ہزار اچھے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام نے التجا کی: "بار الٰہی! گناہگار تو گناہوں کی بدولت ہلاک ہوئے لیکن ساٹھ ہزار بے گناہ افراد کیوں ہلاک ہوں گے؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "داهنوا اهل المعاصی ولم يغضبوا لغضبی. انہوں نے گناہگاروں کے ساتھ سہل انگاری روا رکھی ہوئی ہے اور جن پر میں غضبناک ہوں یہ ان پر غضبناک نہیں ہوئے۔"(۲)

عالموں اور دانشوروں پر عذاب الٰہی

قرآن مجید میں رب العزت نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ارشاد

۱۔ الکنی والالقاب ج۱ ص۳۱۰۔

۲۔ فروع کافی ج ۵ ص ۵۶۔

فرمایا: "او کالذی مر علی قرية وهی خاوية علی عروشها قال انی يحی هذه الله بعد موتها. (سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹) تم نے اس کے حال پر نظر کی جو ایک گاؤں پر سے ہو کر گزرا اور وہ ایسا اجڑا تھا کہ اپنی چھتوں پر ڈھے کے گر پڑا تھا یہ دیکھ کر وہ کہنے لگا اللہ اس گاؤں کو موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟"

امام صادق علیہ السلام نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے حضرت ارمیاؑ نبی کو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث فرمایا اور انہیں وحی کی کہ میں نے روئے زمین پر کسی شہر کو یوں امتیاز نہیں دیا اور اس میں بہترین درخت لگائے، لیکن اب اس شہر میں عمدہ درختوں کی بجائے "خُرنُوب" کے درخت اگ رہے ہیں۔"(۱)

جب بنی اسرائیل نے یہ پیغام سنا تو انہوں نے اس پیغام کا خوب مذاق اڑایا۔

حضرت ارمیاؑ نے بنی اسرائیل کے اس رویے کی خدا کی بارگاہ میں شکایت کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں وحی فرمائی: "اے ارمیاؑ! بنی اسرائیل سے کہہ دو کہ جس شہر کو میں نے امتیاز بخشا وہ بیت المقدس ہے اور بہترین درخت بنی اسرائیل ہیں جنہیں میں نے مسافرت سے نکال کر وطن عطا کیا اور جن سے میں نے ستم گر بادشاہوں کو دور کیا، اب انہوں نے میری اطاعت سے روگردانی اختیار کرلی ہے اور دن رات میری نافرمانی میں مصروف ہیں، میں ان پر ایک ایسے شخص کو مسلط کروں گا جو بے دریغ ان کا خون بہائے گا اور ان کے مال

۱۔ "خُرنُوب" خا اور نون کے ضمہ کے ساتھ اخروٹ کی مانند ایک درخت ہوتا ہے جس کے زرد پھول ہوتے ہیں اور اس کے چھلکے میں لوبیا کی طرح ایک چیز ہوتی ہے۔ یہ درخت انتہائی ناکارہ سمجھا جاتا ہے۔ (فرہنگِ عمید)

لوٹ لے گا، اگر یہ مجھ سے دشمن کے دور ہونے کی بھی دعا کریں گے تو میں ان کی دعا قبول نہیں کروں گا اور پورے ایک سو سال تک اس شہر کو ویران رکھوں گا، سو برس بعد اسے آباد کروں گا۔"

ارمیا نبی نے جب یہ پیغام سنایا تو بنی اسرائیل کے علماء زارو قطار رونے لگے اور حضرت ارمیا کی خدمت میں عرض کی: "آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے چھٹکارے کی دعا مانگیں، ہم نے کبھی بنی اسرائیل کے غلط کاموں میں شرکت نہیں کی۔"

حضرت ارمیا نے سات دن روزہ رکھا اور اللہ کے حضور علمائے بنی اسرائیل کی درخواست پیش کی لیکن اللہ کی طرف سے انہیں کوئی جواب نہ ملا۔ انہوں نے پھر سات دن روزے رکھے، بعدازاں اسرائیلی علماء کی درخواست پیش کی لیکن اس مرتبہ بھی اللہ کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ حضرت ارمیا نے پھر سات دن مزید روزے رکھے اور ان کی التجا بارگاہ احدیت میں پیش کی۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں یہ جواب ملا: "ارمیا! کیا تم میری تقدیر اور میرے فیصلے کو ختم کرانا چاہتے ہو اگر تم باز نہ آئے تو پھر تمہارا چہرہ پشت کی جانب کردیا جائے گا۔ ان نام نہاد علماء سے کہو کہ "لانکم رأیتم المنکر فلم تنکروہ" تمہارا جرم یہ ہے کہ تم نے لوگوں کو برائی کرتے ہوئے دیکھا لیکن تم نے انہیں منع نہیں کیا۔ اسی لئے ان کے جرم میں تم بھی برابر کے شریک ہو اور تم پر بھی اسی طرح سے میرا عذاب نازل ہوگا جیسا کہ دوسرے بدکاروں پر نازل ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ان پر بخت نصر

کو مسلط کردیا جس نے اسرائیلیوں کا قتل عام کیا اور پورے شہر کو لوٹ کر آگ لگادی اور بقیة السیف افراد کو غلام و کنیز بنا کر بابل لے گیا۔"

بخت نصر نے حضرت ارمیا کو اپنے پاس بلایا اور کہا: "میں نے سنا ہے کہ تم نے ان لوگوں کو میرے متعلق پہلے ہی پیشن گوئی کردی تھی، اب اگر پسند کرو تو ہمارے ساتھ رہو اور اگر ہمارے پاس رہنا تمہیں ناگوار ہو تو جہاں جانا چاہو جاسکتے ہو۔"

حضرت ارمیا نے کہا: "میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، میں کسی اور طرف چلا جاؤں گا۔"

پھر حضرت ارمیا نے کچھ انجیر اور شیرہ کی مقدار اٹھائی اور گدھے پر سوار ہو کر شہر سے باہر جانے لگے، جب انہوں نے شہر کی تباہ حالی دیکھی اور کتوں کو انسانوں کا گوشت بھنبھوڑتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بے ساختہ کہا کہ ان لوگوں کی موت کے بعد اللہ انہیں کیسے دوبارہ زندہ کرے گا؟

خداوند عالم نے انہیں اسی وقت موت دے دی اور ان کے ساتھ ان کے گدھے کو بھی موت نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

پورے سو برس تک حضرت ارمیا اور ان کے گدھے پر موت طاری رہی۔ پھر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کیا تو وہ آنکھیں جھپکتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ کی یہ آواز انہیں سنائی دی: "کم لبثت" تم کتنی دیر یہاں ٹھہرے رہے؟"

انہوں نے کہا: "بس ایک دن۔"

پھر انہوں نے سورج کی طرف دیکھا تو شام ہونے کو تھی اور جب وہ

اپنے گھر سے نکلے تھے تو صبح کا وقت تھا۔

انہوں نے فوراً اپنے کلام کی اصلاح کرتے ہوئے کہا: "خدایا! پورا دن نہیں بلکہ دن کا کچھ حصہ یہاں سویا پڑا رہا۔"

تو موت و حیات کے خالق کی انہیں یہ آواز سنائی دی:

"بل لبثت مائة عام فانظر الى طعامك وشرابك لم يتسنه وانظر الى حمارك و لنجعلك آية للناس وانظر الى العظام كيف ننشزها ثم نكسوها لحما فلما تبين له قال اعلم ان الله على كل شيء قدير.

تم اس حالت میں سو برس پڑے رہے، اب ذرا اپنے کھانے پینے کی چیزوں کی طرف دیکھو وہ ابھی تک خراب نہیں ہوئیں، ذرا اپنے گدھے کو تو دیکھو کہ اس کی ہڈیاں ڈھیر پڑی ہیں اور یہ سب اس واسطے کیا ہے تاکہ لوگوں کے لئے تمہیں قدرت کا نمونہ بنائیں اور گدھے کی ہڈیوں کی طرف نظر کرو کہ ہم کیسے ان کو جوڑ دیتے ہیں، پھر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں، پس جب ان پر یہ ظاہر ہوا تو بول اٹھے کہ اب میں یقین کامل کے ساتھ جانتا ہوں کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے۔"(۱)

علماء کا فریضہ کیا ہے؟

جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو زہر ستم سے شہید کیا گیا تو اس وقت امامؑ کے چند وکلاء کے پاس خمس کی ایک بڑی رقم موجود تھی۔

۱۔ سورۃ البقرہ آیت ۲۵۹۔
بحار الانوار ج ۱۴ ص ۳۵۳۔ تفسیر البرہان ج ۱ ص ۳۴۸۔

چنانچہ زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار اشرفیاں موجود تھیں۔

امام عالی مقامؑ کی شہادت کے بعد ان کی نیت میں فتور آگیا اور امام علی رضا علیہ السلام کو امام زمانہ تسلیم کرنے کی بجائے انہوں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کا ہی سرے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے دن رات لوگوں میں اس نظریے کا پرچار کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کی باتوں کو تسلیم کیا اور یوں مذہب واقفیہ کی داغ بیل ڈالی گئی۔

امام موسیٰ کاظم کے اجلہ تلامذہ میں سے یونس بن عبدالرحمٰن لوگوں کو امام علی رضا علیہ السلام کی امامت کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے اس طرز عمل کی وجہ سے زیاد قندی اور علی بن ابی حمزہ ان کے مخالف ہوگئے اور اپنے ساتھ ملانے کے لئے انہیں دس ہزار اشرفی کا لالچ دیا۔

یونس بن عبدالرحمٰن صاحبِ بصیرت شخص تھے انہوں نے ان کی پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا: "امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب لوگوں میں بدعتیں ظاہر ہو جائیں تو عالم کا فرض ہے کہ وہ اپنے علم کا اظہار کرے (لوگوں کو برائی سے روکے) اگر عالم نے ایسا نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب کرلیا جائے گا، میں کسی بھی حالت میں اس دینی جہاد اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ترک نہیں کر سکتا۔"(۱)

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۴۲۵۔

تبلیغ کیلئے معروف اور منکر کا علم ہونا چاہئے

حضرت عمر بن خطابؓ رات کے وقت مدینہ کے گلی کوچوں میں بھیس بدل کر چکر لگایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ ایک مکان کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اندر سے مشکوک قسم کی آوازیں سنیں۔ وہ فوراً دیوار پھلانگ کر مکان کے صحن میں پہنچ گئے، وہاں انہوں نے ایک شخص کو نامحرم عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا دیکھا جس کے سامنے شراب کا ایک جام بھی رکھا ہوا تھا۔

حضرت عمرؓ نے اسے سرزنش کی: "کیا تو یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تیرے راز فاش نہیں کرے گا اور یہ کہ تجھے چھپ کر خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے ذرا بھی حیا نہیں آئی؟"

اس شخص نے بڑے حوصلے سے کہا: "عمرؓ! صبر کرو جلد بازی سے کام نہ لو، اگر میں نے ایک غلطی کی ہے تو تم تین غلطیاں کر چکے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے: **ولا تجسسوا.** (تجسس مت کرو) مگر تم نے ہماری جاسوسی کر کے قرآن کی اس آیت پر عمل نہیں کیا۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: **وأتوا البیوت من ابوابھا.** (دروازوں سے گھروں میں داخل ہو) مگر تم دیوار پھلانگ کر اندر آئے ہو یہ تمہاری دوسری غلطی ہے۔

اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: **واذا دخلتم بیوتاً فسلموا علی اھلھا.** (جب تم گھروں میں داخل ہو تو گھر والوں کو سلام کرو) مگر تم نے ہمیں سلام نہیں کیا۔ اس طرح تم بیک وقت تین غلطیاں کر چکے ہو۔

حضرت عمرؓ نے کہا: "میں اس شرط پر تیری غلطی معاف کر سکتا ہوں کہ تو آئندہ اس قسم کی حرکت نہیں کرے گا۔"

اس نے کہا: "خدا کی قسم میں آئندہ کوئی غلط حرکت نہیں کروں گا۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "مطمئن ہو جاؤ میں نے بھی معاف کر دیا۔"(۱)

حکام کا صحیح ہونا ضروری ہے

مامون الرشید کا دستور تھا کہ وہ ہر سوموار اور جمعرات کے دن کھلی کچہری لگاتا تھا۔ ان دنوں میں ہر شخص کو اس سے ملنے کی کھلی اجازت ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ ان دنوں عوام سے ملتا اور ان کے مسائل سنتا اور مقدمات کے فیصلے بھی کرتا تھا۔

ایک مرتبہ جمعرات کے دن اس نے دربار عام لگایا اور امام علی رضا علیہ السلام کو دائیں جانب بٹھایا۔

محمد بن سنان کہتے ہیں کہ میں اس دن اپنے آقا و مولا امام علی رضا علیہ السلام کے ساتھ تھا۔

اتنے میں مامون الرشید کو بتایا گیا کہ صوفیہ میں سے ایک صوفی نے چوری کی اور رنگے ہاتھوں پکڑا گیا اور اس وقت وہ پولیس کی حراست میں ہے اگر آپ مناسب سمجھیں تو اس سے گفتگو کر لیں۔

مامون نے کہا: "بہتر ہے! اسے میرے سامنے پیش کیا جائے۔"

اس شخص کو مامون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے چہرے پر

۱۔ الغدیر ج ۶ ص ۱۲۱۔ بحوالہ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۶۱۔

زہدو پارسائی کے آثار نمایاں تھے، اس کی پیشانی طویل سجدوں کی وجہ سے داغ دار تھی۔

مامون نے اسے دیکھ کر کہا: "عابد و زاہد ہونے کے باوجود تجھے چوری کرتے حیا نہ آئی؟ تیری شکل متقین جیسی اور کردار فاسقین جیسا ہے۔"

اس صوفی نے کسی خوف کے بغیر کہا: "مامون! میں نے مجبور ہو کر چوری کی ہے کیونکہ تو نے خمس اور غنیمت میں سے مجھے میرا حق نہیں دیا تھا اسی لئے میں نے اپنے جسم و جان کے رشتے کو بحال رکھنے کے لئے چوری کی ہے۔"

مامون نے کہا: "خمس اور غنیمت میں تیرا حق کہاں ہے؟"

صوفی نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے خمس کو چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے: **واعلموا انما غنمتم من شیء فان اللّٰہ خمسه وللرسول ولذی القربی و الیتامٰی و المساکین و ابن السبیل ان کنتم امنتم باللّٰہ وما انزلناعلی عبدنا یوم الفرقان یوم التقی الجمعن واللّٰہ علی کل شیء قدیر.** (سورۃ انفال آیت ۴۱)

(اور جان لو جو مال تم لڑکر حاصل کرو تو اس کا پانچواں حصہ اللہ، رسول، رسول کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے، اگر تم خدا پر اور اس غیبی امداد پر ایمان لاچکے ہو جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن (جنگ بدر) نازل کی تھی۔ جس دن مسلمانوں اور کافروں کی دو جماعتیں ٹکرائی تھیں اور خدا تو ہر چیز پر قادر ہے۔)

علاوہ ازیں اللہ نے غنیمت کو بھی چھ حصوں میں تقسیم کیا ہے:

ما افاء اللّٰہ علی رسوله من اهل القری فلله وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین و ابن السبیل کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم وما اتا کم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا واتقوالله ان الله شدید العقاب. (سورۃ الحشر آیت ۷)

(جو مال خدا نے رسول کو دیہات والوں سے دلایا ہے وہ خدا اور رسول اور رسول کے رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافروں کا ہے تاکہ جو لوگ تم میں سے دولت مند ہیں ہر پھر کر دولت ان ہی میں نہ رہے۔ جو رسول تمہیں دے دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک خدا سخت عذاب دینے والا ہے۔)

ان دونوں آیات میں مسافرین اور فقراء کا حق مقرر کیا گیا ہے اور میں اس وقت مسافر بھی ہوں اور فقیر بھی ہوں۔"

مامون نے صوفی کا استدلال سن کر کہا: "کیا تیری اس یاوہ گوئی کی وجہ سے میں تجھ پر حد شرعی نافذ نہیں کروں گا؟ مجھے خدا کی قسم میں چوری کی وجہ سے تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

صوفی نے کہا: "تو میرا غلام ہے اور میں تیرا آقا و مالک ہوں، ایک غلام اپنے مالک پر حد نافذ نہیں کرسکتا۔"

مامون نے کہا: "میں تیرا غلام کب سے قرار پایا؟"

صوفی نے کہا: "تیرے باپ نے مسلمانوں کے بیت المال کی رقم سے تیری ماں کو خریدا تھا، اسی لئے تو تمام شرق و غرب میں بسنے والے مسلمانوں کا غلام ہے اور جب تک تمام مسلمان بیت المال کے اپنے حصے کو معاف نہ کردیں

تو شرعی طور پر تمام مسلمانوں کا غلام رہے گا۔

اور ہاں یہ بھی سن لے کہ میں نے اپنا حصہ معاف نہیں کیا اور تیری زیادتی کی داستان صرف یہیں ختم نہیں ہو جاتی، تیری جسارت کی انتہا تو یہ ہے کہ پوری خمس کا مالک تو خود بن بیٹھا ہے اور تو نے آل رسولؐ کے ساتھ ساتھ ہم جیسے غریبوں کو بھی خمس سے محروم کر رکھا ہے۔

مجھ پر حد شرعی نافذ کرنے سے قبل تم اپنے آپ کو پاک کرو، جو شخص خود ناپاک ہو وہ دوسروں کو پاک نہیں کر سکتا۔"

مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کی طرف رخ کر کے کہا: "آپؑ کیا فرماتے ہیں؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو فرمایا ہے کہ "فللّٰہ الحجۃ البالغۃ" محکم استدلال خدا کی طرف سے ہے۔

یقیناً اگر یہ استدلال جاہل کے سامنے پیش کیا جائے تو اسے جہالت سے باز رکھ سکتا ہے اور اگر کسی عالم کے سامنے یہ استدلال کیا جائے تو اس کے لئے فکر کی راہیں کھل سکتی ہیں، دنیا و آخرت استدلال و برہان پر قائم ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ اس نے تمہارے سامنے خوب استدلال کیا۔"

مامون نے صوفی کو رہا کرنے کا حکم جاری کیا اور یوں وہ حسنِ استدلال کی وجہ سے سزا سے بچ گیا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۲ ص ۸۵۔

محتسب مستی بره دید و گریبانش گرفت
مست گفت ایدوست این پیراهن است افسار نیست

گفت مستی زان سبب افتان و خیزان میروی
گفت جرم راه رفتن نیست ، ره هموار نیست

گفت می باید تورا تا خانهء قاضی برم
گفت رو صبح آی قاضی نیمه شب بیدار نیست

گفت نزدیکست والی راسرای آنجا رویم
گفت والی از کجا در خانهء خمار نیست

گفت تا داروغه را گوئیم ، در مسجد بخواب
گفت مسجد خواب گاه مردم بدکار نیست

گفت دیناری بده پنهان و خودرا وارهان
گفت کار شرع کار درهم و دینار نیست

گفت از بهر غرامت جامه ات بیرون کنم
گفت بوسیده است جز نقشی ز پود و تار نیست

گفت آگه نیستی کز سردر افتادت کلاه
گفت در سر عقل باید بی کلاهی عار نیست

گفت می بسیار خوردی زان چنین بیخود شدی
گفت ای بی هوده گو ، حرف کم و بسیار نیست

گفت باید حد زند هشیار مردم ، مست را
گفت هشیاری بیار ، اینجا کسی هشیار نیست

(پروین اعتصامی)

محتسب نے راہ میں ایک مست کو دیکھا تو اس کا گریبان پکڑ لیا۔

مست نے کہا: "اے دوست یہ گریبان ہے، لگام نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "تو نے شراب چڑھا رکھی ہے اسی لئے تو افتاں و خیزاں ہو کر چل رہا ہے۔"

مست نے کہا: "اس کا میرے چلنے سے کوئی واسطہ نہیں، دراصل راستہ ہی ناہموار ہے۔"

محتسب نے کہا: "میں تجھے قاضی کے پاس لے کر چلتا ہوں۔"

مست نے کہا: "صبح کے وقت آنا قاضی نصف شب کے وقت بیدار نہیں ہوتا۔"

محتسب نے کہا: "والی کی رہائش گاہ قریب ہے، میں تجھے وہاں لے جاتا ہوں۔"

مست نے کہا: "بھلا اس وقت والی کہاں؟ والی کا گھر مے خانے کا دروازہ نہیں کہ کھلا ہوا ہو۔"

محتسب نے کہا: "میں تیری شکایت داروغہ سے کرتا ہوں، تو فی الحال مسجد میں سو جا۔"

مست نے کہا: "مسجد بدکار لوگوں کی خواب گاہ نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "پھر خاموشی سے مجھے ایک دینار دیدے اور آزاد ہو جا۔"

مست نے کہا: "شریعت کا کام درہم و دینار سے نہیں ہوتا۔"

محتسب نے کہا: "جرمانہ میں میں تیرا لباس اتارتا ہوں۔"

مست نے کہا: "یہ بہت پرانا ہے اس میں تار و پود کے نقش کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔"

محتسب نے کہا: "تو شراب کے نشے میں اس قدر دھت ہے کہ تیرے سر سے ٹوپی گر گئی ہے مگر تجھے اس کا پتا تک نہیں ہے۔"

مست نے کہا: "کوئی بات نہیں، سر میں عقل ہونی چاہئے، ٹوپی کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔"

محتسب نے کہا: "تو نے زیادہ چڑھا رکھی ہے اسی لئے تو بے خود ہو چکا ہے۔"

مست نے کہا: "اے بے ہودہ بکواس کرنے والے، میں نے کوئی کم و بیش الفاظ نہیں کہے۔"

محتسب نے کہا: "عقل مند افراد کو چاہئے کہ مست افراد پر حد جاری کریں۔"

مست نے کہا: "پہلے کوئی عقل مند تو یہاں لے آؤ، مگر یہاں کوئی عقل مند موجود نہیں ہے۔"

چند روایات

قال رسول اللّٰہ کیف بکم اذا فسدت نساؤ کم وفسق شبابکم ولم تأمروا بالمعروف ولم تنھوا عن المنکر فقیل له ویکون ذلك یارسول اللّٰه؟

فقال نعم و شرمن ذلك کیف بکم اذا امرتم بالمنکر و نھیتم عن المعروف فقیل له یارسول اللّٰه ویکون ذلك؟

قال نعم و شرمن ذلك كيف بكم اذا رأيتم المعروف منكرا والمنكر معروفاً.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۹"

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اس وقت تمہاری حالت کیا ہوگی جب تمہاری عورتیں خراب ہو جائیں گی اور تمہارے جوان بگڑ جائیں گے اور اس وقت تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کروگے۔"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟"

آپؐ نے فرمایا: "بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگی جب تم برائی کرنے کا حکم دوگے اور نیکی سے منع کروگے۔"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! کیا ایسا بھی ہوگا؟"

آپؐ نے فرمایا: "بلکہ اس سے بھی بدتر حالت ہوگی جب تم نیکی کو برائی اور برائی کو نیکی سمجھنے لگوگے۔"

عن جابر عن ابی جعفر علیه السلام قال: یکون فی آخرالزمان قوم فیهم قوم مراؤن ویتنسکون حذتاء سفهاء لا یوجبون امرا بمعروف ولانهیا عن منکر الا اذا امنوا الضرر ویطلبون لانفسهم الرخص والمعاذیر یتبعون زلاة العلماء وفساد عملهم یقبلون علی الصلاة والصیام و مالا یکلهم فی نفس ولا مال ولو اضرت الصلاة بسائر مایعملون باموالهم وابدانهم لرفضوها کماء رفضوا اسمی الفرائض و اشرفها الی ان قال (ع) ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر سبیل الانبیاء و منهاج الصلحاء فریضة عظیمة بها تقام الفرائض و تأمن المذاهب و تحل المکاسب و ترد

المظالم و تعمر الارض و ینتصف من الاعداء و یستقیم الامر فانکروا بقلوبکم و الفظوا بالسنتکم وصکوا بها جباههم ولا تخافوا فی الله لومة لائم فان اتعظوا والی الحق رجعوا فلا سبیل علیهم "انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض بغیر الحق اولئك لهم عذاب عظیم" هنالك فجاهدو هم بابدانکم وابغضوهم بقلوبکم غیر طالبین سلطاناً ولا باغین مالا ولامر یدین بظلم ظفرا حتی یفیؤا الی امرالله ویمضوا علی طاعته.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۶"

جابر جعفی بیان کرتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "آخری زمانہ میں مسلمانوں کے اندر ایک ریاکار طبقہ ہوگا جو ظاہری عبادات بجالائے گا اور قرآن مجید کی تلاوت بھی کرے گا، وہ احمق قسم کے محدث ہوں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فرض نہیں سمجھیں گے، ہاں جب انہیں نقصان کا اندیشہ نہیں ہوگا تو امر و نہی کو واجب قرار دیں گے اور وہ ہمیشہ اس فکر میں رہیں گے کہ کسی نہ کسی طرح سے دینی احکام سے راہ فرار اختیار کرسکیں اور اس کے لئے کوئی عذر تلاش کرسکیں، وہ لوگ ہمیشہ اہل علم کی لغزشیں تلاش کریں گے اور اہل علم کے فاسد اعمال کی پیروی کریں گے، یہ لوگ نماز اور روزہ اور دوسری اس قسم کی عبادات بجالائیں گے جن سے ان کے جان و مال کو کوئی ضرر نہ پہنچے، اگر انہیں یہ علم ہو جائے کہ نماز و روزہ ان کے مال و جان کے لئے ضرر رساں ہیں تو وہ انہیں بھی اسی طرح سے چھوڑ دیں جیسا کہ انہوں نے بلند ترین اور صاحب شرف فریضہ کو چھوڑا ہے۔"

پھر آپؑ نے سلسلہ کلام کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انبیاء علیہم السلام کا راستہ اور صالحین کا شیوہ ہے، امر و نہی عظیم فریضہ ہے، اسی سے باقی فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے اور راستے پر امن رہتے ہیں اور اسی سے کسب حلال وابستہ ہے اور مظلوموں کی حق رسی اسی فرض سے ممکن ہے اور اسی فریضہ سے زمین کی آبادی وابستہ ہے اور اسی فریضہ سے دشمنوں سے انتقام لیا جاسکتا ہے اور دین و دنیا کے تمام امور کی استواری امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے حاصل ہو سکتی ہے۔ معصیت کاروں کے سامنے قلب و زبان کے ساتھ قیام کرو اور زبان کے نیزے سے ان کی پیشانیوں کو رگڑ دو اور اپنی زبان کے ساتھ ان پر حملہ آور ہو جاؤ اور اس کے لئے کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے خوف نہ کھاؤ۔ اگر وہ لوگ نصیحت قبول کرلیں اور حق کی جانب رجوع کرلیں تو پھر تمہیں ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں ہے۔ تم سے جہاں تک ممکن ہو ان لوگوں سے مبارزہ کرو جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور جو زمین پر ناحق بغاوت کرتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ تم ان کے خلاف اپنے جسم سے جہاد کرو اور اپنے دلوں میں ان سے نفرت کرو اور تمہاری نظر ریاست و سلطنت کے حصول پر نہ ہو اور دولت کا تمہیں لالچ نہ ہو اور تمہیں چاہئے کہ ظلم کو کامیابی کا ذریعہ مت بناؤ۔ تم عدل و انصاف کے ذریعے سے ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ سرکش لوگ خدا کے فرمان کی جانب لوٹ آئیں اور اللہ کی اطاعت پر آمادہ ہو جائیں۔"

خطب امیرالمؤمنینؑ فحمدالله واثنی علیه وقال: امابعد فانه انما هلك من كان قبلكم حيث ماعملوا من المعاصى ولم ينههم الربانيون والاحبار عن

ذلك ونزلت بهم العقوبات فأمروا بالمعروف و انهوا عن المنكر و اعلموا ان الامربالمعروف والنهى عن المنكر لم يقرّبا اجلا ولم يقطعا رزقا ان الامر ينزل من السماء الى الارض كقطر المطرالى كل نفس بما قدر الله لها من زيادة اونقصان ......الخ.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۸"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے خطبہ دیا اور حمد و ثناء کے بعد فرمایا: "تم سے پہلے جو امتیں ہلاک ہوئیں تو انکی ہلاکت کی وجہ یہ تھی کہ وہ خدا کی نافرمانی کرتے تھے اور خدا پرست اور علماء انہیں منع نہیں کرتے تھے۔ وہ مسلسل خدا کی نافرمانیاں کرتے رہے اور علماء و زہاد نے بھی آنکھیں بند کئے رکھیں تو ان پر مختلف قسم کے عذاب نازل ہوئے۔

لوگو! متوجہ رہو اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دو اور یہ بھی جان لو کہ امر و نہی سے نہ تو موت قریب ہوتی ہے اور نہ ہی رزق قطع ہوتا ہے اور تقدیر الٰہی میں جو کچھ کسی کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ بارش کی طرح زمین پر نازل ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کا مقدر مل کر ہی رہتا ہے۔"

عن ابى عبداللهؑ ان رجلا من خثعم جآء الى رسول اللهؐ فقال يارسول الله اخبرنى ما افضل فى الاسلام قال الايمان بالله قال ثم ماذا قال ثم صلة الرحم قال ثم ماذا قال ثم الامربالمعروف والنهى عن المنكر قال فقال الرجل فاى الاعمال ابغض الى الله قال الشرك بالله قال ثم ماذا قال قطيعة الرحم قال ثم ماذا قال الامر بالمنكر والنهى عن المعروف.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۸"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قبیلہ خثعم کا ایک شخص رسول خدا صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "اسلام میں سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "اللہ پر ایمان لانا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "صلہ رحمی۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اللہ کو سب سے زیادہ کون سا عمل ناپسند ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "خدا کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔"

اس نے پھر پوچھا: "اس کے بعد کون سا عمل ناپسند ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "برائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا۔"

الصادق علیه السلام قال للحرث ابن مغیره مایمنعکم اذا بلغکم عن الرجل ماتکرهونه مما یدخل به علینا الاذیٰ ..... الخ.

امام صادق علیہ السلام نے حرث بن مغیرہ سے فرمایا: "تمہیں کیا چیز مانع ہے کہ جس کو دیکھو کہ وہ غلط کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے ہمیں اذیت دے رہا ہے اور لوگوں میں شکوہ کا سبب بن رہا ہے تو تم اس کے پاس جاؤ اور اسے سرزنش اور نصیحت کرو اور محکم استدلال سے اسے برے کام سے روکو۔"

حرث کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "مولا! یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری بات نہ مانے اور ہماری پیروی نہ کرے۔"

آپؑ نے فرمایا: "اگر وہ ایسا کرے تو تم اس سے دور ہو جاؤ اور اس کے ساتھ

بیٹھنے سے پرہیز کرو۔"

عن مسعدة بن صدقة قال سمعت اباعبدالله علیه السلام یقول وسئل عن الامربالمعروف والنهی عن المنکرا واجب هو علی الامة جمیعا فقال لا فقیل له ولم؟

قال انما هو علی القوی المطاع، العالم بالمعروف من المنکر لا علی الضعیف الذی لا یهتدی سبیلا الی ای من ای یقول من الحق الی الباطل والدلیل علی ذلك كتاب الله عزوجل "ولتكن منكم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینهون عن المنكر" وهذا خاص غیر عام كما قال الله عزوجل "ومن قوم موسی امة یهدون بالحق وبه یعدلون" ولم یقل علی امة موسی ولا علی كل قومه وهم یومئذ امم مختلفة والامة واحدة فصاعدا كما قال الله عزوجل "ان ابراهیم كان امة قانتالله" یقول مطیعا لله عزوجل ولیس علی من یعلم ذلك فی هذه الهدنة من حرج اذكان لاقوة له ولا عذر ولا طاعة.

"فروع کافی ج ۵ ص ۵۹"

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے امربالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق سوال کیا گیا کہ آیا یہ پوری امت پر واجب ہے؟

آپؑ نے فرمایا: "نہیں۔"

پوچھا گیا: "وہ کیوں؟"

آپؑ نے فرمایا: "امربالمعروف اور نہی عن المنکر اس پر واجب ہے جس کے پاس قدرت ہو لوگ اس کی اطاعت کرتے ہوں اور وہ خود بھی نیکی اور برائی کو سمجھتا

ہو، اگر وہ نیکی و بدی کی تمیز کرنے کا اہل نہ ہوگا تو لوگوں کو راہ راست سے ہٹا کر باطل کی طرف لے جائے گا۔"

اور اس بات کی دلیل کہ امر و نہی ہر فرد پر واجب نہیں ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: "ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويأمرون بالمعروف وينهون عن المنكر" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۴) (تم میں ایک گروہ ہونا چاہئے جو نیکی کی دعوت دے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے)۔ یہ خاص ہے عام نہیں ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: "ومن قوم موسى امة يهدون بالحق وبه يعدلون" (سورۃ اعراف آیت ۱۵۹) (موسیٰؑ کی قوم میں ایک امت ایسی ہے جو حق کے مطابق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے مطابق عدل کرتے ہیں۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ پوری قوم موسیٰؑ ہدایت کرتی ہے اور لفظ "امت" کا اطلاق بعض اوقات فرد واحد کے لئے بھی ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ان ابراهيم كان امة قانتاللّٰه" (سورۃ نحل آیت ۱۲۰) (بے شک ابراہیمؑ اللہ تعالیٰ کی فرماں بردار امت تھا۔)"

اور ہم اس وقت خلفائے جور کے زیر تسلط ہیں اور اس وقت ہمیں کوئی قوت و قدرت حاصل نہیں ہے۔ اسی لئے عدم قدرت کی وجہ سے ہم پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب نہیں ہے۔

فروع کافی کی اس روایت سے استنباط کرتے ہوئے شیخ بہاء الدین عاملی اپنی کتاب اربعین میں لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ امر و نہی کے لئے دو شرائط کا موجود ہونا ضروری ہے اور فقہاء امر و نہی کی فرضیت کے لئے

چار شرائط بیان کرتے ہیں:

۱۔ انسان امر بالمعروف و نہی عن المنکر تب کرے جب وہ خود معروف اور منکر کو بخوبی سمجھتا ہو۔

۲۔ ایسے گناہگار کو امر و نہی نہیں کرنی چاہئے جو گناہوں پر اصرار کرتا ہو اور اس کے قرائن و آثار سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ اپنے گناہوں پر پشیمان نہیں ہے۔

۳۔ تبلیغ کی تاثیر کا بھی امکان ہو۔

۴۔ امر و نہی کی وجہ سے مالی اور جانی نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

درج بالا حدیث میں پہلی اور تیسری شرط کی طرف اشارہ ہے لیکن یہ واضح رہے کہ یہ شرائط اس امر و نہی سے متعلق ہیں جس کا تعلق ہاتھ اور زبان سے ہو لیکن دل سے برائی کو برا سمجھنے کے لئے یہ شرائط نہیں ہیں۔

"اربعین ص ۱۰۶"

باب دوم

فضائلِ علم و عالمِ باعمل

قل هل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون. (سورۃ زمر آیت ۹)

"کہہ دو! کیا عالم اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟"

معارف دینی کی تعلیم کا اجر کیا ہے؟

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص دوسرے شخص کو پکڑ کر امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور دعویٰ کیا کہ اس شخص نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔"

قاتل نے آپؑ کے سامنے اعتراف جرم کر لیا۔

امام علیہ السلام نے قصاص کا حکم دیا اور مقتول کے بیٹے سے آپؑ نے خون معاف کرنے کی درخواست کی اور اسُ سے فرمایا: "اگر تم ایسا کرو گے تو تمہیں عظیم ثواب ملے گا۔"

مدعی خون معاف کرنے پر راضی نہ ہوا۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا: "اگر اس شخص نے

تم پر کبھی کوئی احسان کیا ہو تو تمہیں چاہئے کہ اس کے احسان کے بدلے میں اسے معاف کر دو۔"

مدعی نے عرض کی: "مولا! اس نے مجھ پر ایک احسان ضرور کیا تھا لیکن وہ احسان اتنا بڑا نہیں ہے کہ میں اس کی وجہ سے باپ کا خون معاف کر دوں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: "پھر تو کیا چاہتا ہے؟"

مدعی نے کہا: "میں اپنے باپ کا قصاص چاہتا ہوں لیکن اگر یہ شخص خون بہا اور دیت پر آمادہ ہو تو میں اس سے مصالحت کرنے پر بھی تیار ہوں۔"

امام علیہ السلام نے مدعی سے فرمایا: "یہ بتاؤ کہ اس نے تم سے کونسی بھلائی کی تھی؟"

مدعی نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! اس شخص نے مجھے توحید و نبوت اور ائمہ طاہرین کی امامت کی تلقین کی تھی۔"

امام زین العابدینؑ نے بڑے تعجب سے فرمایا: "تو کیا یہ تعلیم تیرے باپ کے خون کی قیمت کے برابر نہیں ہے؟ خدا کی قسم انبیاءؑ و ائمہ کے خون کے علاوہ تمام اولین و آخرین کے خون کے برابر ہے۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے انبیاءؑ و اوصیاء کے خون کا وزن کیا جا سکے۔"

پھر آپؑ نے قاتل کی طرف رخ کیا اور فرمایا: "اگر تو اس تعلیم کا اجر مجھے ہبہ کر دے تو میں تیری طرف سے خون بہا دینے پر تیار ہوں۔"

قاتل نے عرض کی: "مولا! مجھے اس ثواب کی زیادہ ضرورت ہے جبکہ آپؑ کو اس کی چنداں ضرورت نہیں ہے، میرے گناہ بہت زیادہ ہیں،

قیامت کے دن مجھے اس ثواب کی ضرورت محسوس ہوگی اور میں نے جو قتل کیا ہے اس کا تعلق مجھ سے اور مقتول سے ہے، اس کا تعلق مجھ سے اور اس (فرزند مقتول) سے نہیں ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "تو گویا تم ثواب ہبہ کرنے کے عوض قصاص میں قتل ہونا پسند کرتے ہو؟"

مجرم نے جواب دیا: "جی ہاں۔"

پھر آپؑ نے مقتول کے بیٹے سے فرمایا: "اس شخص نے تیرے باپ کو قتل کر کے تجھے یتیمی سے ہمکنار کیا اور تیرے باپ کو اس کی بقایا زندگی سے محروم کیا، اگر تو معاف کردے اور صبر کرلے تو پھر تو بھی اپنے باپ کے ساتھ جنت میں ہوگا اور یاد رکھو کہ جنت میں جانے کا حق تمہیں اس مجرم کی وجہ سے ملا ہے کیونکہ اس نے تجھے دین کے بنیادی عقائد تعلیم کئے ہیں، اس نے قتل کر کے جو جرم کیا ہے وہ کم ہے، البتہ اس نے جو نیکی کی ہے وہ اس جرم سے کئی گنا زیادہ ہے، اگر تو اسے معاف کردے تو میں تم دونوں کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی حدیث سناؤں گا جو خون بہا تو کیا دنیا و مافیہا کی قیمت سے بہتر ہے، اگر تم معاف نہیں کرو گے تو میں وہ حدیث صرف اس کو سناؤں گا۔"

مدعی نے کہا: "آقا! میں نے رضائے الٰہی اور آپؑ کی وساطت کی وجہ سے اسے معاف کیا ہے، آپؑ حدیث بیان فرمائیں۔"(۱)

۱۔ بحار الانور ج ۲ ص ۱۳۔

نوٹ: علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے مذکورہ حدیث اس مقام پر درج نہیں فرمائی اور باب معجزات رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا، ہم نے اس باب میں مذکورہ حدیث کو کافی تلاش کیا لیکن ہمیں وہ حدیث اس باب میں نہیں مل سکی اس کے لئے ہم اپنے قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

ایک دینی مسئلے کی تعلیم کی قدر و قیمت

ایک عورت حضرت صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ میری ماں بوڑھی ہے میں اس کی طرف سے آپؑ سے چند سوال کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے میری ماں نے ان سوالات کے لئے آپؑ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "ضرور پوچھو۔"

اس عورت نے ایک سوال کیا، حضرت سیدہؑ نے جواب دیا۔ پھر اس نے دوسرا سوال کیا، آپؑ نے اس کا جواب دیا۔ اس طرح سے سائلہ نے آپؑ سے دس سوال پوچھے، آپؑ نے سب کے جوابات دیئے۔

پھر کثرت سوال کی وجہ سے سائلہ نے شرمندہ ہوتے ہوئے کہا: "میں اب آپؑ کو مزید زحمت دینا پسند نہیں کرتی۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "تمہارا جو جی چاہے پوچھو، اگر کسی شخص کو سونے کی ایک لاکھ اشرفی دی جائے اور اسے کہا جائے کہ تم یہ سامان چھت تک پہنچاؤ تو کیا کوئی شخص اس مزدوری کو کم خیال کرے گا؟"

سائلہ نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: "میں تجھے جو مسائل بتا رہی ہوں ان میں سے ہر مسئلہ کے بدلے میں مجھے زمین و آسمان اور ان کے مابین فاصلہ اگر جواہر سے بھرا ہوا حاصل ہو، تو مجھے ہر ایک مسئلے کے عوض اتنا اجر مل رہا ہے۔ جب ایک لاکھ طلائی اشرفی کے بدلے میں سامان کو چھت پر لے جانے والا مزدور اس کو اپنے لئے بوجھ نہیں سمجھتا تو میں اتنے بڑے اجر کے

بدلے میں مسئلہ بتانے کو اپنے لئے زحمت کیسے سمجھ سکتی ہوں، جبکہ مزدور کا کام کافی مشکل اور محنت طلب ہے اور میرا کام انتہائی آسان ہے۔ میں نے اپنے والد محترم رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ہمارے شیعہ علماء کو ان کے علم و ہدایت کی مقدار میں خدا کی طرف سے خلعت کرامت پہنائی جائے گی اور اس خلعت کے علاوہ ہر عالم کو دس لاکھ نورانی حلے دیئے جائیں گے۔

ثم ينادی منادی ربنا عزوجل: ايها الكافلون لايتام آل محمد الناعشون لهم عند انقطاعهم عن ابائهم الذين هم ائمتهم هؤلاء تلامذتكم الذين كفلتموهم ونعشتموهم فاخلعوا عليهم خلع العلوم فی الدنيا فيخلعون علىٰ كل واحد من اولئك الايتام على قدر ما اخذوا عنهم من العلوم حتى ان فيهم يعنى فی الايتام لمن يخلع عليه مائة الف خلعة.

(پھر اس وقت رب العالمین کی جانب سے ایک منادی ندا کرے گا:
"اے یتیمان آل محمدؐ کی کفالت و سرپرستی کرنے والو! جب وہ اپنے آباء یعنی اپنی ائمہ سے منقطع تھے اس وقت تم نے ان کی روحانی تربیت کی تھی آج وہ تمہارے زیر کفالت و تربیت افراد موجود ہیں، انہوں نے دنیا میں تم سے جس جس مقدار میں علم حاصل کیا تھا اسی مقدار میں انہیں جنت کی خلعتیں عطا کرو۔"
پھر علماء اپنے شاگردوں کو ان کے کسب علم کی مقدار میں خلعتیں عطا کریں گے اور ان شاگردوں میں ایسے شاگرد بھی ہوں گے جنہیں ایک لاکھ حلے دیئے جائیں گے) پھر ان شاگردوں کے شاگردوں کو نورانی حلے دیئے جائیں گے اسی طرح سے یہ سلسلہ جاری رہے گا، جب تمام شاگردوں کا سلسلہ پورا ہو

جائے گا تو پھر ندائے قدرت بلند ہوگی کہ اب اتنی ہی تعداد میں ان علمائے شیعہ کو نورانی حلے دیئے جائیں جتنی تعداد میں ان کے شاگرد لے چکے ہیں، جب اس تعداد میں پوشاکیں انہیں مل جائیں گی تو پھر حکم پروردگار ہوگا انہیں اس سے بھی دوگنا پوشاکیں دی جائیں۔"

پھر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اس عورت سے فرمایا:
"متوجہ رہو ان نورانی پوشاکوں کی ایک تار اس تمام دنیا سے لاکھوں درجہ بہتر ہے، پوری دنیا کی نعمتیں اس سے مقابلہ نہیں کرسکتیں کیونکہ دنیا کی تمام نعمات تکلیف و غم سے وابستہ ہیں۔"(۱)

بیس ہزار درہم یا علم کا ایک دروازہ

ایک شخص امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے لئے ہدیہ لے کر آیا۔
امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اس کا ہدیہ قبول کیا اور فرمایا: "اگر پسند کرو تو اس ہدیے کے بدلے میں بیس گنا زیادہ دوں اور بیس ہزار درہم تمہیں عطا کروں یا پھر تمہارے لئے علم کا ایک دروازہ کھول دوں اور اس کے وسیلے سے ہمارے خاندان کے فلاں ناصبی دشمن پر فتح پاسکو اور اس علاقے کے ضعیف الاعتقاد شیعوں کو اس کے چنگل سے نجات دے سکو۔ اگر تم نے بہتر چیز کا انتخاب کیا تو میں دونوں ہدیے تمہیں عطا کروں گا اور اگر تمہارا انتخاب درست نہ ہوا تو میں تمہیں ایک چیز دے دوں گا۔"
اس نے عرض کی: "مولا! یہ بتائیں کہ اگر میں اس ناصبی کو مغلوب

۱۔ بحار الانوار ج ۲ ص ۳۔

کرلوں اور کمزور شیعوں کو اس کے ہاتھ سے چھٹکارا دلادوں تو کیا اس کا ثواب بیس ہزار درہم کے برابر ہوگا؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس کا ثواب پوری دنیا سے بیس ہزار گنا بہتر ہے۔"

اس نے عرض کی: "مولا! تو میں پھر بہتر کو چھوڑ کر کمتر چیز کا انتخاب کیسے کرسکتا ہوں؟ میں علم کا دروازہ کھولنے کو پسند کرتا ہوں۔"

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے صحیح چیز کا انتخاب کیا۔"

آپؑ نے اس کے لئے علم کا ایک دروازہ بھی کھولا اور اسے بیس ہزار درہم بھی عطا کئے۔

وہ شخص آپؑ کی خدمت سے روانہ ہوکر اپنے گاؤں گیا وہاں اس نے اس ناصبی سے بحث کی اور اسے شکست فاش دی۔ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کو اس مباحثہ کی اطلاع ملی۔

پھر چند دنوں بعد وہی شخص امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا: "دنیا میں کسی شخص نے تیری طرح کبھی نفع حاصل نہیں کیا کیونکہ تو درجہ اول میں خدا کا دوست ہے اور دوسرے درجے میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علی علیہ السلام کا دوست ہے اور تیسرے درجے میں تو اہلبیت اور ائمہ ہدیٰ کا دوست ہے اور چوتھے درجے میں تو ملائکہ کا دوست ہے اور پانچویں درجے میں تو تمام مؤمنین کا دوست ہے اور اس روئے زمین پر بسنے والے تمام مؤمن و کافر کی تعداد سے ہزار گنا بہتر تجھے اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔ تجھے وہ ثواب مبارک ہو۔"(۱)

۱۔ احتجاج طبرسی ص۶۔ متن حدیث نقل از بحار الانوار ج۲۔

امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام نے ایک شخص سے فرمایا: "اگر تمہارے دو دوست ہوں ان میں سے ایک دوست مالدار ہو اور جب بھی تمہاری اس سے ملاقات ہو تو وہ ہر ملاقات پر تمہیں دس ہزار درہم کی تھیلی دے اور دوسرا دوست عالم ہو اور اس سے جب بھی تمہاری ملاقات ہو تو وہ تمہیں ایسی چیز کی تعلیم دے جس کی وجہ سے تم ابلیس کی ایک گرہ سے نجات حاصل کرسکو اور تمہیں ایسی چیز سے آشنا کرے کہ تم شیطانوں کے حیلے کو درہم برہم کرسکو اور ان کے دست فریب کو قطع کرسکو، تو بتاؤ ان دو دوستوں میں سے تم کس دوست کو زیادہ عزیز رکھو گے؟"

اس شخص نے جواب دیا: "میں اس دوست کو زیادہ عزیز رکھوں گا جو مجھے ایسے چیزوں کی تعلیم دے جن سے میں ابلیسی فریب سے بچ سکوں۔"

آپؑ نے اس سے پھر دوسرا سوال کیا اور فرمایا: "اچھا یہ بتاؤ کہ اگر ایک شخص کافروں کے پاس قید ہو اور ایک شخص نواصب اور خاندان نبوت کے دشمنوں کے استدلال کی قید میں پھنس رہا ہو وہ اسے اپنے دلائل سے گمراہ کرنا چاہتے ہوں تو ان دو قیدیوں میں سے تم کس کو آزاد کرانا بہتر سمجھتے ہو؟"

اس نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! آپؑ خدا سے دعا کریں کہ اللہ پاک مجھے اس کے صحیح جواب کی توفیق عطا فرمائے۔"

آپؑ نے دعا کی اور کہا: "خدایا! اسے توفیق عطا فرما۔"

اس شخص نے کچھ دیر تامل کرنے کے بعد کہا: "مولا! میں اس مؤمن کو جو ناصبیوں کے ہاتھوں قید ہے چھڑانا زیادہ پسند کروں گا اور اس کی چند

وجوہات ہیں :

۱۔ اگر میں مؤمن کو نواصب کے دام ضلالت سے چھٹکارا دلانے میں کامیاب ہو گیا تو وہ دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائے گا اور جنت میں داخل ہو گا۔

۲۔ اس کے برعکس اگر میں کسی مؤمن کو کافروں کی قید سے نجات دلاتا ہوں تو زیادہ سے زیادہ اپنی طبعی عمر پوری کر سکے گا۔

۳۔ اگر بالفرض کفار اپنے قیدی کو قتل بھی کر دیں تو وہ شہادت کی وجہ سے جنت میں جائے گا لیکن اگر کوئی مؤمن نواصب کے دام پھنس گیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

آپؑ نے فرمایا: "بہت خوب اللہ تعالیٰ تیرے باپ پر رحم کرے جس نے تیری اچھی تربیت کی ہے اور تو نے میرے مافی الضمیر کی صحیح ترجمانی کی ہے اور تو نے پیغمبر اسلامؐ کی تعلیمات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا۔"(۱)

اولوالعزم نبی خدمت استاد میں

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اپنی بہت سی نوازشات فرمائیں، انہیں شرف تکلم بخشا، انہیں صاحب تورات بنایا اور انہیں عصا، یدبیضا اور طوفان و خون وغیرہ کے معجزات عطا فرمائے، ان کو دریائے قلزم سے نجات دی اور فرعون کو اس کے لشکر سمیت غرق کیا۔

مسلسل نوازشات کی وجہ سے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

۱۔ بحار الانوار ج ۲ ص ۹۔

دل میں خیال پیدا ہوا کہ اللہ نے مجھ سے بڑا صاحب علم کوئی خلق نہیں فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا: "قبل اس کے کہ موسیٰؑ اس خود پسندی کی وجہ سے ہلاک ہوں، جاکر ان کی مدد کر اور ان سے جاکر کہہ کہ جہاں دو سمندر ملتے ہیں وہاں جاؤ، وہاں تمہیں ہمارا ایک بندہ ملے گا جسے ہم نے علم لدُنّی عطا کیا ہے چنانچہ تم جاکر اس سے علم حاصل کرو۔"

حضرت جبرئیلؑ اللہ تعالیٰ کا پیغام لائے، حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً متنبہ ہو گئے کہ یہ سب کچھ اس خود پسندی کی وجہ سے ہے جو چند لمحات قبل میرے اندر پیدا ہوئی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام جناب یوشع بن نون کو ساتھ لے کر اس بندۂ خدا کی تلاش میں نکلے، آخرکار دو سمندروں کے مقام اتصال پر ان کی ملاقات ہوئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "فوجد عبدا من عبادنا اتیناه رحمة من عندنا وعلمناه من لدنا علما" (سورہ کہف آیت ۶۵) موسیٰؑ نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو وہاں پایا جسے ہم نے اپنی طرف سے رحمت دی تھی اور جسے ہم نے اپنی جانب سے علم تعلیم فرمایا تھا)۔

موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے درخواست کی: "کیا آپ مجھے اپنے علم میں سے کچھ علم کی تعلیم دیں گے؟"

حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: "انک لن تستطیع معی صبراً. (آیت ۶۷) (تم اسے برداشت نہیں کر سکو گے) کیونکہ مجھے ان امور کا حکم ہے جنہیں تم برداشت نہیں کر سکتے اور اللہ نے تمہارے ذمے جو کام لگایا ہے مجھے اس کے اٹھانے کی قوت نہیں ہے۔"

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "میں صبر کروں گا۔"

خضر علیہ السلام نے فرمایا: "خدا کے کاموں میں قیاس کا دخل نہیں ہے۔ وکیف تصبر علی مالم تحط به خبراً. (آیت ۶۸) (جس چیز کا تم احاطہ علمی نہیں رکھتے تم اس پر صبر کیسے کرو گے ؟)

موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں کسی کام میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔"

حضرت خضر نے لفظ انشاء اللہ کی وجہ سے انہیں اپنا شاگرد بنانے پر رضامندی کا اظہار کیا اور فرمایا: "میری شرط تعلیم یہ ہے کہ تم میری کسی بات پر اعتراض نہیں کرو گے یہاں تک میں خود تمہیں اس کا سبب بتاؤں۔ فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیء حتی احدث لك منه ذکراً. (آیت ۷۰)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استاد کی شرط قبول کرلی۔

چنانچہ استاد و شاگرد دونوں کشتی پر سوار ہوئے، حضرت خضرؑ نے کشتی میں سوراخ کیا اور اسے عیب دار بنادیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام سے اس کام کی توقع نہ تھی وہ ناراض ہوکر کہنے لگے: "اخرقتها لتغرق اهلها لقد جئت شیئاً امراً. (آپؑ نے سوراخ کردیا تاکہ کشتی کے سوار غرق ہوجائیں، بے شک آپؑ نے یہ عجیب کام کیا ہے)۔

حضرت خضرؑ نے کہا: "کیا میں نے پہلے تمہیں یہ نہیں کہا تھا کہ تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکو گے ؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کی، پھر کشتی سے اتر کر دونوں

جارہے تھے کہ راستے میں خضرؑ نے ایک بچے کو قتل کردیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی تھے انہیں غصہ آیا اور خضرؑ کا گریبان پکڑ کر فرمایا: "اقتلت نفسا زکية بغير نفس لقد جئت شيئاً نكراً. (آیت ۷۴) (آپؑ نے ایک محترم جان کو کسی قصاص کے بغیر قتل کردیا یقیناً آپ نے برا کام کیا)۔

حضرت خضرؑ نے فرمایا: "خدائی کاموں کا فیصلہ انسانی عقول سے کرنا مناسب نہیں ہے، اس کے بجائے عقول کو امر خدا کے تابع کرنا چاہئے۔ تم جو کچھ بھی دیکھو اسے کمال صبر و تسلیم سے برداشت کرو، میں نے تو تمہیں پہلے ہی بتادیا تھا کہ تم صبر نہیں کرو گے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر میں پھر اعتراض کروں تو تمہیں مجھ سے جدا ہونے کا اختیار ہوگا۔"

چنانچہ پھر دونوں بزرگوار چل پڑے۔ ناصرہ نامی ایک بستی میں آئے (نصاریٰ اسی گاؤں کی طرف منسوب ہیں) انہیں اس وقت خوب بھوک لگی ہوئی تھی اور انہوں نے بستی والوں سے روٹی مانگی تو کسی نے انہیں مہمان بنانے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا۔

حضرت خضرؑ نے وہاں ایک دیوار کو دیکھا جو ٹیڑھی ہوچکی تھی اور گرنے کے قریب تھی، آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو ساتھ ملایا اور اس دیوار کو سیدھا کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "اگر آپ ان سے اجرت لے لیتے تو بہتر تھا۔"

حضرت خضرؑ نے کہا : "هذا فراق بيني و بينك سأنبئك بتأويل مالم تسطع عليه صبراً. (آیت ۷۸) (اب میں اور تم جدا ہیں اور جن چیزوں پر آپ صبر نہیں کر سکے میں آپ کو ان کے متعلق بتاتا ہوں)۔

جس کشتی میں سوراخ کیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ کشتی چند مساکین کی تھی جو سمندر میں کشتی چلا کر اپنی روزی حاصل کرتے تھے۔ علاقے کے بادشاہ کو جنگ در پیش ہے، وہ کشتیوں پر قبضہ کر رہا ہے، میں نے اسے عیب دار بنادیا، جب وہ کشتی کی یہ حالت دیکھے گا تو کشتی پر قبضہ نہیں کرے گا اور کشتی کے مالک اس کی مرمت کر کے اپنا رزق بدستور حاصل کرتے رہیں گے۔

جس بچے کو میں نے قتل کیا تھا اس بچے کے والدین مؤمن تھے اور اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو والدین کو بھی کفر میں لے جاتا۔ اس لئے مجھے خدا کا حکم ہوا کہ میں اسے قتل کر دوں تاکہ اس کے والدین ایمان کی سلامتی لے کر دنیا سے رخصت ہوں۔

جو دیوار ہم نے مفت بنائی تھی وہ دو یتیم بچوں کی تھی اس کے نیچے ان کے لئے خزانہ چھپا ہوا تھا اگر وہ دیوار گر جاتی تو لوگ وہ خزانہ اٹھا کر لے جاتے اسی لئے میں نے اس دیوار کو سیدھا کر دیا تاکہ جب بچے جوان ہوں اور اس دیوار کو گرائیں تو انہیں ان کا خزانہ مل جائے۔"

بعض روایات میں ہے کہ دیوار کے نیچے سونے چاندی کا کوئی خزانہ نہیں تھا دیوار کے نیچے ایک سونے کی لوح تھی جس پر یہ جملے تحریر تھے :

"عجبت لمن ايقن بالموت فكيف يفرح ، عجبت لمن ايقن بالقدر فكيف يحزن ، عجبت لمن ايقن بالبعث انه حق فكيف يظلم ،

عجبت لمن يرى الدنيا وتصرف اهلها حالا بعد حال كيف يطمئن اليها.

مجھے اس پر تعجب ہے جسے موت کا یقین ہے وہ خوش کیسے ہوتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جسے تقدیر کا یقین ہے ، مگر وہ غمگین کیوں ہوتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جو قیامت کے دن مبعوث ہونے کا یقین رکھتا ہے وہ ظلم کیسے کرتا ہے؟

مجھے اس پر تعجب ہے جو لحہ بہ لحہ دنیا کی دگر گونی کو دیکھتا ہے وہ اس پر مطمئن کیسے ہو جاتا ہے؟

حضرت خضرؑ نے فرمایا کہ ان بچوں کا باپ نیک انسان تھا اور ان یتیم بچوں اور ان کے نیک باپ کے درمیان ستر پشتوں کا فاصلہ ہے اس کی نیکی کی وجہ سے یہ تختی ان بچوں کے لئے محفوظ کی گئی، اس لئے تیرے رب کا ارادہ ہوا کہ بچے جوان ہو جائیں اور اپنا خزانہ خود برآمد کریں۔

یہ تمام کام جو میں نے کئے تھے اپنی جانب سے نہیں کئے تھے اور انہی کاموں پر تم صبر نہیں کر سکے تھے۔

علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ درج بالا واقعہ لکھنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ اس واقعے سے تعلیم کے بہت سے مسائل کا استفادہ کیا جاسکتا ہے :

۱۔ شاگرد کو استاد کا پیرو ہونا چاہئے۔

۲۔ علم و دانش کے حصول کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

۳۔ استاد سے کمال ادب کے ساتھ تعلیم کی درخواست کرنی چاہئے۔

موسیٰ علیہ السلام اولوالعزم نبی ہونے کے باوجود حضر علیہ السلام کے

پاس خود چل کر علم حاصل کرنے گئے تھے۔

۴۔ استاد کے سامنے شاگرد یہ نہ کہے کہ وہ اسے اپنا تمام علم تعلیم کردے جیسا کہ موسیٰؑ نے عرض کی تھی "مما علمت" جو کچھ اللہ کی طرف سے آپ کو علم دیا گیا اس میں سے کچھ علم کی مجھے تعلیم دیں۔

۵۔ اس داستان سے یہ امر بھی مستنبط ہوتا ہے کہ استاد کو شاگرد کی تربیت و تادیب کرنی چاہئے۔

۶۔ تادیب کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ استاد شاگرد سے وعدہ لے اور شاگرد وعدہ کرے۔

۷۔ اگر کوئی اپنے استاد سے زیادہ مستفید ہونے کی خواہش رکھتا ہو تو اسے چاہئے کہ استاد کی ہر بات پر اعتراض نہ کرے اور جب تک استاد اسے خود نہ بتائے، جاننے کے لئے اصرار نہ کرے۔

۸۔ اگر شاگرد سے کبھی کوئی کوتاہی بھی ہو جائے تو اسے کھلے دل سے معذرت کرلینی چاہئے:

"لا تؤاخذنی بما نسیت ولا ترهقنی من امری عسراً" (سورہ کہف آیت ۷۳) (اس مخالفت کی وجہ سے میرا مواخذہ نہ کریں، اور مجھے مشقت میں مت ڈالیں)۔

آن را که علم و دانش و تقویٰ مسلم است

هرجا قدم زند قدمش خیر مقدم است

کس را بمال نیست برایش کمال و فخر

از هر مقام و مرتبه ای علم اعظم است

جاهل اگرچه یافت تقدم مؤخر است

عالم اگرچه گشت مؤخر مقدم است

جاهل بروز فتنه ره خانه گم کند

عالم چراغ جامعه و چشم عالم است

اس کا علم و دانش اور تقویٰ مسلم ہے وہ جہاں بھی قدم رکھے اس کا قدم بابرکت ہے۔

مال و دولت کسی کے لئے کمال و فخر کا سبب نہیں ہے۔ علم کا مقام ہر مقام سے بلند و بالا ہے۔

جاہل اتفاق سے اگر آگے بھی ہو جائے تو بھی وہ درحقیقت مؤخر ہے اور اگر کبھی عالم مؤخر بھی ہو جائے تو بھی وہی مقدم ہے۔

آزمائش کے وقت جاہل اپنے ہی گھر کا دروازہ گم کر بیٹھتا ہے اور عالم معاشرے کا چراغ اور جہان کے لئے بمنزلہ چشم ہے۔

طلبا محنت کے ساتھ توسل بھی کریں

آقائے میر سعید محمد بہبہانی عصر حاضر کے علماء میں سے ہیں۔ وہ دو واسطوں سے شیخ مرتضیٰ انصاری رضوان اللہ علیہ کے ایک شاگرد کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اس کا بیان ہے کہ جب میں مقدمات و سطوح سے فارغ ہوا تو تعلیم کی تکمیل کے لئے نجف اشرف گیا، حوزۂ علمیہ میں داخلہ لیا اور شیخ انصاری کے حلقہ درس میں شامل ہوگیا لیکن شیخ کی تقریر میرے پلے نہ پڑتی تھی اور اس صورت حال کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوا۔ میں نے قرآن مجید

کے ختم بھی پڑھے مگر چنداں فائدہ حاصل نہ ہوا۔ آخرکار میں امیرالمؤمنین علیہ السلام سے متوسل ہوا۔

ایک رات میں سویا ہوا تھا کہ مولائے کائنات کی زیارت نصیب ہوئی، آپؑ نے میرے کان میں "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کی تلاوت فرمائی۔

صبح جب میں درس میں حاضر ہوا تو آہستہ آہستہ مجھے درس کی سمجھ آنے لگی اور چند دنوں بعد میں سوال کرنے کے قابل ہوگیا۔

ایک دن میں نے اپنے استاد پر بہت زیادہ سوال کئے، جب درس ختم ہوا تو میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، شیخ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے میرے کان میں کہا: "جس ذات نے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" تیرے کان میں کہی ہے، اسی ذات نے "ولا الضالین" تک میرے کان میں پوری سورہ فاتحہ پڑھی ہے۔"

میں یہ سن کر بہت حیران ہوا اور مجھے یقین ہوگیا کہ شیخ صاحب کرامت ہیں کیونکہ میں نے اپنا خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کیا تھا۔(۱)

دینی طلبا کو باکردار ہونا چاہئے

علامہ ابوالفتح محمد بن علی بن عثمان صاحبِ کنزالفوائد ایک مشہور شیعہ عالم گزرے ہیں، وہ رقم طراز ہیں کہ میں ماہ ربیع الاول ۴۲۶ھ میں ایک کام کی غرض سے قاہرہ جا رہا تھا۔ راستے میں ایک جوان میرا ہم سفر ہوا جو شکل و صورت سے دینی طالب علم نظر آتا تھا۔

۱۔ زندگی و شخصیت شیخ مرتضیٰ ص ۱۰۴۔

جب ہم ایک بازار میں گئے تو میں نے اس طالبعلم کو دیکھا کہ اس نے ایک حسین لڑکے کے چہرے پر نظریں گاڑی ہوئی تھیں، آخرکار وہ مجھ سے جدا ہوا کر اس لڑکے کے پاس گیا اور کچھ دیر تک اس سے ہنسی مذاق کرتا رہا۔

جب وہ واپس آیا تو میں نے اسے سرزنش کرتے ہوئے کہا: "ایک دینی طالب علم کو یہ حرکات زیب نہیں دیتیں۔"

ابھی ہم چند قدم ہی چلے تھے کہ زمین پر کاغذ کا ایک ورق پڑا ہوا دیکھا، میں نے اسے اس نیت سے اٹھایا کہ ممکن ہے اس میں اللہ کا نام لکھا ہوا ہو تو اسے کسی محفوظ مقام پر دفن کردوں گا۔

جب میں نے ورق پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ یہ کسی بوسیدہ کتاب کا ایک ورق ہے اس کی ابتدا تو موجود نہ تھی البتہ اس صفحہ پر یہ عبارت لکھی ہوئی تھی:

> "اس نے کہا..... میں تیرا ایمانی بھائی اور دینی معاون ہوں، لیکن میں نے جو کچھ تیرا عمل مشاہدہ کیا ہے میں اس پر خاموش نہیں رہ سکتا اور اس کے لئے تیرا کوئی بھی عذر قابل قبول نہیں ہے اور تو اللہ کے احکام کو چھوڑ کر ایک جاہل اور جوان لڑکے سے مذاق کرتا ہے۔
>
> تجھے اپنی قدر و قیمت کا علم ہونا چاہئے، طالب علم ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیرا مقام بلند کیا ہے، تو اگر اپنی منزلت کو پہچان لے تو تو صدیقین کی جماعت کا فرد ہے کیونکہ تو کہتا ہے: "حدثنا فلان عن فلان عن رسول اللہ صلی اللہ

ساده لوح لوگوں کی نظر میں شیخ کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی۔

شیخ کے انہی "روشن ضمیر" مریدوں میں سے ایک مرید کی بیوی شیعہ تھی، مرید جب گھر آیا تو بیوی سے کہا: "تو میرے شیخ کی کرامات کو تسلیم نہیں کرتی جبکہ شیخ ولایت کے آخری درجہ پر فائز ہیں۔"

بیوی نے پوچھا: "تم نے شیخ کی کونسی کرامت مشاہدہ کی؟"

شوہر نے اسے نماز کا قصہ سنایا تو بیوی نے کہا: "خدارا! مجھے معاف کردیں میں خود ان کی مرید بننا چاہتی ہوں، آپ مہربانی کر کے شیخ کو دعوت دیں میں شیخ کیلئے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر کے انہیں کھلانا چاہتی ہوں۔"

شوہر اپنی بیوی کی بات سن خوش ہوا اور سیدھا شیخ کے پاس آیا اور انہیں شام کے کھانے کی دعوت دی جو شیخ نے بلاتردد قبول فرمالی۔

عورت نے شیخ اور ان کے ساتھ آنے والے "روشن ضمیروں" کے لئے پلاؤ تیار کیا۔

شام ہوئی، شیخ صاحب مریدوں سمیت تشریف لائے، بیوی نے اپنے شوہر کو پلیٹیں دیں کہ یہ مریدوں کے سامنے رکھو ان تمام پلیٹوں پر بوٹیاں اور گوشت ظاہر تھا اور پھر اس عورت نے شیخ کے لئے پلیٹ روانہ کی جو کہ کپڑے سے ڈھکی ہوئی تھی۔

شیخ نے جیسے ہی کپڑا ہٹایا تو انہیں خالی چاول نظر آئے، ان پر بوٹی نظر نہ آئی، ناراض ہو کر مرید سے فرمایا: "تمہاری بیوی شیعہ ہے، اس کے دل میں ہمارا کوئی احترام نہیں ہے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ باقی تمام پلیٹوں میں بوٹیاں موجود ہیں لیکن میرے حصے کی پلیٹ میں بوٹی نہیں ہے؟"

مرید اپنے شیخ کی پلیٹ اٹھا کر غصے کے عالم میں بیوی کے پاس آیا اور کہا: "تجھے شرم نہیں آتی تو نے میرے شیخ کی پلیٹ میں بوٹیاں کیوں نہیں ڈالیں؟"

عورت نے ہنس کر کہا: "بوٹیاں موجود ہیں لیکن وہ چاولوں میں چھپی ہوئی ہیں، تمہیں اگر اعتبار نہیں ہے تو تم خود ہی دیکھ لو۔"

جب شوہر نے دیکھا تو واقعی چاولوں کے اندر بوٹیاں موجود تھیں۔

بیوی نے احمق شوہر سے کہا: "بندۂ خدا! جس شخص کو چاولوں کے نیچے بوٹیاں نظر نہیں آتیں اسے بصرہ سے مسجد الحرام میں کتا کیسے نظر آگیا؟"

شیخ ناراض ہو کر اٹھ کر چلا گیا اور شوہر نے بیوی کا مذہب اختیار کرلیا۔(۱)

ایک اور نمونہ

امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے ہزاروں افراد نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق فائدہ حاصل کیا ان میں ایک نمایاں نام محمد بن مسلم کا ہے۔

محمد بن مسلم صادقینؑ کے بزرگ اور باوثوق اصحاب میں سے تھے اور فقہائے امامیہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ہر وہ روایت جو سند صحیح کے ساتھ ان تک پہنچے وہ صحیح ہے۔ انہوں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے تیس ہزار اور امام صادق علیہ السلام سے سولہ ہزار احادیث اخذ کیں۔(۲)

۱۔ انوار نعمانیہ ص۲۳۵۔

۲۔ الکنی لفظ طحان۔

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں ایک شب اپنے مکان کی چھت پر لیٹا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی، میں نے پوچھا: "کون؟"

میری کنیز نے کہا: "میں آپ کی کنیز ہوں، دروازہ کھولیں۔"

میں نے دروازہ کھولا تو اس کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی۔

نووارد عورت نے کہا: "میری بیٹی فوت ہوگئی ہے اور اسکے شکم میں بچہ ابھی تک زندہ ہے آپ ہمیں بتائیں کہ اب ہماری تکلیف شرعی کیا ہے؟"

میں نے کہا: "ایک مرتبہ یہی سوال امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا گیا تھا، انہوں نے فرمایا تھا کہ میت کے شکم کو چیر کر بچہ نکال لینا چاہئے، تو بھی ایسا ہی کر۔"

پھر میں نے یکدم کہا: "میں تو یہاں دور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کر رہا ہوں تجھے میرے متعلق کس نے راہنمائی کی؟"

عورت نے کہا: "میں آپ سے پہلے ابو حنیفہ صاحب الرائے کے پاس گئی تھی اور میں نے اس سے یہ مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے اور اس نے مجھے آپ کے متعلق راہ نمائی کی ہے اور کہا ہے کہ تو محمد بن مسلم کے پاس جاکر اس سے مسئلہ پوچھ اور وہ جو بھی تجھے جواب دیں وہ آکر مجھے بتا۔"

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے عورت کو خداحافظ کہا۔ دوسری صبح جب میں مسجد میں گیا تو وہاں ابو حنیفہ اپنے شاگردوں کے ساتھ بیٹھے تھے اور کہہ رہے تھے: "کیا تمہیں اس مسئلے کا حکم شرعی معلوم ہے کہ اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ ہو اور حاملہ مر جائے تو اس کے لئے شرعی وظیفہ کیا ہے؟"

شاگردوں نے کہا: "ہمیں معلوم نہیں ہے۔"

ابو حنیفہ نے کہا: "لیکن مجھے معلوم ہے۔"

میں نے اس کے یہ الفاظ سنے تو میں زور سے کھانسنے لگا، ابو حنیفہ نے مجھے دیکھا تو دعائیہ لہجے میں کہا: "**اللهم غفرا دعنا نعيش**" (خدایا! معاف کرنا اور ہمیں بھی زندہ رہنے دے)۔"

اس کے اس کنایہ سے میں سمجھ گیا کہ وہ یہ کہنا چاہتا ہے کہ خدارا! میرے راز کو فاش مت کرو۔(۱)

عالمِ حقیقی کا مقام

سید علی شوستری اعلی اللہ مقامہ اپنے دور کے جلیل القدر عالم و عارف تھے۔ ان کے فرزند کا بیان ہے کہ ۱۲۶۰ ہجری میں نجف اشرف میں وبا نے شدت اختیار کرلی تھی چنانچہ میرے والد بھی اس مرض میں مبتلا ہوگئے تھے۔

والد محترم کی طبیعت ایک شب انتہائی ناساز ہوئی تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید ان کی رخصت کا وقت آن پہنچا ہے۔

میں نے دل میں سوچا کہ بہتر ہے کہ میں شیخ انصاری رضوان اللہ علیہ کو والد کی علالت کی خبر دوں، ایسا نہ ہو کہ والد ناراض ہوں اور فرمائیں کہ تم نے شیخ انصاری کو میری بیماری کی اطلاع کیوں نہ دی؟

چنانچہ میں نے یہ سوچ کر لیمپ روشن کیا اور ابھی اٹھا ہی چاہتا تھا کہ میرے والد نے فرمایا: "بیٹا! کہاں جانا چاہتے ہو؟"

۱۔ مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۲۰۰۔

میں نے عرض کی: "میں شیخ انصاری کو آپ کی علالت کی اطلاع دینا چاہتا ہوں۔"

یہ سن کر میرے والد نے کہا: "نہیں تمہیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، شیخ اس وقت یہاں آنے والے ہیں۔"

چند لمحات کے بعد دروازے پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو شیخ انصاری موجود تھے، مجھ سے والد کی طبیعت کا پوچھا تو میں نے عرض کی: "اس وقت تو وہ سخت بیمار ہیں، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔"

انہوں نے کہا: "مت گھبراؤ، تمہارے والد جلد تندرست ہو جائیں گے۔"

انہوں نے میرے والد کی مزاج پرسی کی تو میرے والد نے کہا: "میں چند لمحات کا مہمان ہوں۔"

شیخ انصاری نے کہا: "آپ مضطرب نہ ہوں، آپ بہت جلد روبصحت ہو جائیں گے۔"

میرے والد نے کہا: "مگر آپ کو کیسے پتا چلا کہ میں تندرست ہو جاؤں گا؟"

شیخ نے فرمایا: "میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی کہ تم میرے بعد زندہ رہو اور میری نماز جنازہ تم ہی پڑھو۔"

میرے والد نے کہا: "مگر آپ نے ایسا کیوں کیا؟"

شیخ نے فرمایا: "بس ایک دن عالم وجد میں میں نے یہ درخواست کی تھی اور میری درخواست قبول ہو چکی ہے۔"

بعد ازاں کچھ دیر بیٹھ کر شیخ رخصت ہوگئے۔ دوسرے دن درس کے اختتام پر انہوں نے فرمایا: "میں نے سنا ہے کہ سید علی شوستری بیمار ہیں، جو ان کی عیادت کا خواہش مند ہو وہ میرے ساتھ چلے۔"

شیخ جب دوسرے دن طلباء کو لے کر ہمارے مکان میں مزاج پرسی کے لئے آئے تو اس طرح سے سوال کرنے لگے جیسے پہلی بار عیادت کے لئے آئے ہوں۔

میں نے چاہا کہ عرض کروں کہ استاد محترم! آپ کل رات تو یہاں تشریف لائے تھے۔ اچانک شیخ نے اپنے منہ پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا تو میں چپ ہوگیا۔(۱)

چند روایات

عن ابی عبداللّٰہؑ قال: قال رسول اللّٰہؐ یجئی الرجل یوم القیامة وله من الحسنات کالسحاب الرکام او کالجبال الرواسی فیقول یارب انی لی هذا ولم اعملها فیقول: هذا علمك الذی علمته الناس یعمل به بعدك.

وقال امیرالمؤمنینؑ: المؤمن العالم اعظم اجرامن الصائم القائم الغازی فی سبیل اللّٰه و اذا مات ثلم فی الاسلام ثلمة لا یسدها شیء.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۱۷۔ نقل از بصائر الدرجات"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جناب رسول خداؐ کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اس کے نیک اعمال تہہ در تہہ بادل

۱۔ زندگانی و شخصیت شیخ مرتضیٰ انصاری ص ۹۴۔

کی طرح یا بلند و بالا پہاڑوں کی طرح نظر آئیں گے، وہ عرض کرے گا کہ میرے پاس اتنے سارے اعمال کس طرح سے آگئے جبکہ میں نے اتنے عمل تو نہیں کئے تھے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب آئے گا کہ یہ تیرا وہ علم ہے جو تو نے لوگوں کو تعلیم کیا جس پر تیرے بعد عمل ہوتا رہا۔

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: "مؤمن عالم کا اجر اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے روزہ دار اور شب زندہ دار سے زیادہ ہے۔

جب عالم دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو اسلام میں ایک سوراخ پیدا ہو جاتا ہے جسے قیامت تک کوئی چیز پر نہیں کر سکتی۔"

عن النبیؐ العلم علمان: علم اللسان فذلك حجة على ابن ادم و علم فی القلب فذلك العلم النافع.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۲۶"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علم دو قسم کا ہے ایک وہ علم ہے جو صرف زبان تک ہوتا ہے اور یہ علم انسان کے خلاف حجت ہے اور دوسرا علم وہ ہے جو قلب میں ہوتا ہے اور یہ علم نفع بخش ہے۔"

عن المفضل قال قلت لابی عبداللہؑ بم یعرف الناجی؟

فقال من كان فعله لقوله موافقا فهو ناج ومن لم يكن فعله لقوله موافقا فانما ذلك مستودع.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۳۳"

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "نجات پانے والے کی پہچان کیسے ہو؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "جس کا عمل اس کے قول کے مطابق ہو وہ ناجی ہے اور جس کا عمل اس کے قول کے موافق نہ ہو تو وہ علم (یا ایمان) اس کے پاس بطور امانت ہے۔" (وہ اس سے لے لیا جائے گا)

قال سليم بن قيس الهلالی سمعت علياً: يقول قال رسول اللهؐ منهومان لايشبعان منهوم فی الدنيا لايشبع فيها و منهوم فی العلم لا يشبع منه، فمن اقتصر من الدنيا على ما احل الله له سلم، ومن تناولها من غير حلها هلك الايتوب ويراجع، ومن اخذ العلم من اهله وعمل بها نجا ومن اراد به الدنيا هلك وهو حظه، العلماء عالمان: عالم عمل بعلمه فهو ناج و عالم تارك لعلمه فقد هلك وان اهل النار يتسأذون من نتن ريح العالم التارك لعلمه وان اشد اهل النار ندامة وحسرة. رجل دعا عبدا الى الله فاستجاب له فاطاع الله فدخل الجنة وادخل الداعی النار بتركه علمه و اتباعه هواه وعصيانه لله انما هو اثنان اتباع الهوىٰ وطول الامل فاما اتباع الهوى فيصد عن الحق واما طول الامل فينسى الاخرة.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۳۶"

سلیم بن قیس ہلالی (العامری) کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین علیہ السلام سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "دو حریص کبھی سیر نہیں ہوتے:

۱۔ دنیا کا حریص اپنی زندگی میں کبھی سیر نہیں ہوتا۔

۲۔ علم و دانش کا حریص، جو کبھی علم و دانش سے سیر نہیں ہوتا۔

جو شخص دنیا میں رزق حلال پر قناعت کرے گا وہ سلامتی پائے گا اور جو حرام

طریقے سے دنیا حاصل کرے گا وہ ہلاک ہو جائے گا سوائے اس کے کہ توبہ کرے اور حق کی طرف رجوع کرے۔

اور جس نے اہل علم سے علم حاصل کیا اور اس پر عمل کیا اس نے نجات پائی اور جس نے اہل علم کو دنیا طلبی کا ذریعہ بنایا وہ ہلاک ہوا اور اس کا حصہ بھی علم سے متاع دنیا ہے۔

علماء دو طرح کے ہیں :

۱۔ وہ عالم جس نے اپنے علم کے مطابق عمل کیا وہ ناجی ہے۔

۲۔ وہ عالم جس نے علم کے مطابق عمل نہ کیا تو وہ ہلاک ہونے والا ہے اور اہل دوزخ بد عمل عالم کی بدبو سے اذیت محسوس کریں گے۔

دوزخیوں میں سب سے زیادہ حسرت و ندامت اس شخص کے حصے میں آئے گی جس نے کسی شخص کو اللہ کی طرف بلایا اور اس شخص نے اطاعت خدا بجالائی تو اطاعت کرنے والا جنت میں چلا گیا اور دعوت دینے والا اپنے علم کو چھوڑنے اور اپنی خواہشات کی پیروی اور اللہ کی نافرمانی کی وجہ سے جہنم میں چلا جائے گا۔

ترک عمل کے دو بنیادی اسباب ہیں :

۱۔ خواہشات نفس کی پیروی۔

۲۔ طول آرزو۔

خواہشات کی پیروی انسان کو حق سے روکتی ہے اور طول آرزو آخرت کی فراموشی کا سبب ہے۔"

عن زرارة عن ابی جعفرؑ قال: قال امیرالمؤمنینؑ قوام الدین باربعة، بعالم ناطق مستعمل له ، وبغنی لایبخل بفضله علی اهل دین الله ، وبفقیر لایبیع

اخرته بدنیاه ، وبجاهل لایتکبر عن طلب العلم ، فاذا کتم العالم علمه ، و بخل الغنی بما له ، وباع الفقیر اخرته بدنیاه واستکبر الجاهل عن طلب العلم رجعت الدنیا الی ورائها القهقری فلا تغرنکم کثره المساجد و اجساد قوم مختلفة.

قیل یا امیرالمؤمنین کیف العیش فی ذلك الزمان؟ فقال خالطوهم بالبرانیة یعنی فی الظاهر و خالفوهم فی الباطن ، للمرء ما اکتسب ومع من احب ، انتظروا مع ذلك الفرج من الله عزوجل.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۶۷"

زرارة بن اعین کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا ہے کہ انہوں نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا: "دین چار چیزوں سے اپنی جگہ پر قائم و استوار رہتا ہے :

۱۔ ایسا عالم جو بیان کرنے والا ہو اور اپنے علم پر عمل کرنے والا ہو۔

۲۔ ایسا دولت مند جو متدین افراد پر اپنی اضافی دولت خرچ کرنے سے دریغ نہ کرتا ہو۔

۳۔ ایسا غریب جو دنیا کے بدلے اپنی آخرت نہ فروخت کرتا ہو۔

۴۔ ایسا جاہل جو علم کے حصول سے تکبر نہ کرتا ہو۔

جب عالم اپنے علم کو چھپالے اور دولت مند اپنی دولت کے لئے کنجوسی کرے اور غریب اپنی آخرت کو دنیا کے عوض فروخت کرنے لگے اور جاہل طلب علم سے تکبر کرنے لگے تو دنیا میں پھر دور جاہلیت لوٹ آتا ہے۔

اس زمانے کی زیادہ مسجدیں اور مختلف قوموں کے اجسام تمہیں دھوکے میں نہ

ڈالیں۔

آپ علیہ السلام سے پوچھا گیا: "امیر المؤمنینؑ! اس زمانے میں ہم کس طرح سے زندگی بسر کریں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "ان کے ساتھ ظاہری طور پر معاشرت قائم رکھو اور باطن میں ان کی مخالفت کرو۔ ہر شخص کی زندگی کا ثمر وہی ہے جو اس نے حاصل کیا ہے اور انسان اس کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا اور اس کے ساتھ ساتھ اللہ سے کشائش کی امید رکھو۔"

عن علی بن الحسین علیه السلام قال: لو یعلم الناس مافی طلب العلم لطلبوه ولو بسفك المهج وخوض اللبجح ان الله تبارك و تعالى اوحى الى دانيال: ان امقت عبيدى الجاهل المستخف لحق اهل العلم التارك للاقتداء بهم وان احب عبيدى الى التقى الطالب للثواب الجزيل اللازم للعلماء التابع للحلماء القابل للحكماء.

"اصول کافی ج ۲ ص ۳۵"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "اگر لوگوں کو طلب علم کی فضیلت کا پتا چل جائے تو وہ اسے ضرور طلب کریں خواہ اس کے لئے انہیں خون کیوں نہ بہانا پڑے اور خواہ امواج تلاطم کو عبور کیوں نہ کرنا پڑے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے دانیال علیہ السلام کو وحی فرمائی: "میرے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ شخص وہ جاہل ہے جو اہل علم کے حق کو خفیف سمجھتا ہے اور جو ان کی اقتداء کو ترک کرتا ہے اور میرے نزدیک میرا محبوب ترین بندہ وہ ہے جو ثواب عظیم کا طلبگار ہو اور علماء سے وابستہ رہتا ہو اور حلیم صفت افراد کی پیروی کرتا

اور دانش مندوں کی باتوں کو قبول کرنے والا ہو۔"

قال علی الرضا علیه السلام یقال للعابد یوم القیامة نعم الرجل انت کنت همتك ذات نفسك و كفيت الناس مؤنتك فادخل النجة الا ان الفقيه من افاض على الناس خيره و انقذهم من اعدائهم و ومزلهم نعم جنان الله وحصل لهم رضوان الله تعالى ويقال للفقيه ياايها الكافل لايتام ال محمد الهادى ضعفاء محبيهم و مواليهم قف حتى تشفع لمن اخذ عنك او تعلم منك فيقف فيدخل الجنة معه فئاما و فئاما و فئاما حتى قال عشرا وهم الذين اخذوا عنه علومه واخذوا عمن اخذ عنه وعمن اخذ عمن اخذ عنه الى يوم القيامة فانظروا كم فرق بين المنزلتين.

بیان: "الفئام" بالهمزة و كسر الفاء الجماعة من الناس و فسر فى خطبة امیرالمؤمنین علیه السلام فی یوم الغدیر بمأة الف.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۶"

امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن عابد سے کہا جائے گا کہ تو اچھا شخص تھا اور تو نے ہمیشہ اپنی ذات کو مد نظر رکھا تھا اور تو نے لوگوں کو زحمت میں نہیں ڈالا تھا لہذا جنت میں چلا جا۔"

آگاہ رہو کہ فقیہ وہ ہے جو لوگوں پر اپنے خیر و نیکی کا فیضان کرے اور انہیں ان کے دینی دشمنوں سے بچائے اور جنت کی نعمات ان کے لئے افزوں کرے اور جو لوگوں کے لئے رضائے خداوندی کی تحصیل کا ذریعہ بنے تو قیامت کے دن ایسے فقیہ سے کہا جائے گا: "اے آل محمد کے یتیموں کی پرورش کرنے والے! اور ان کے کمزور محبوں اور موالیوں کو ہدایت کرنے والے، تو ٹھہر جا اور تو ان لوگوں

کی شفاعت کر جنھوں نے تجھ سے استفادہ کیا اور تجھ سے تعلیم حاصل کی۔ فقیہ عرصہ محشر میں رک جائے گا حتی کہ اس کے ساتھ "فئام" اور "فئام" اور "فئام" حتی کہ دس فئام جنت میں داخل ہوں گے اور یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے اس سے استفادہ کیا ہو گا یا اس کے شاگردوں سے استفادہ کیا ہو گا یا اس کے شاگردوں کے شاگردوں سے استفادہ کیا ہو گا اور ان میں قیامت تک کے لوگ شامل ہوں گے جنھوں نے کسی نہ کسی طریقے سے اس سے استفادہ کیا ہو گا۔ دیکھو! عابد اور عالم کی منزلت میں کتنا فرق ہے۔"

بیان: لفظ "فئام" ف کی زیر اور ہمزہ سے پڑھا جاتا ہے اور اس سے مراد انسانوں کی ایک جماعت ہے۔ مقام غدیر خم میں ولایت علیؑ کے لئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا تھا جس کے سامعین کی تعداد "فئام" بیان کی گئی تو اس مقام پر فئام سے ایک لاکھ افراد مراد ہیں۔

عن ابی محمد العسکری علیه السلام قال: قال جعفر بن محمد الصادق علیه السلام علماء شیعتنا یرابطون بالثغرالذی یلی ابلیس و عفاریته ، یمنعونهم عن الخروج علی ضعفاء شیعتنا ، وعن ان یتسلط علیهم ابلیس و شیعته النواصب . الافمن انتصب لذلک من شیعتنا ، کان افضل ممن جاهدالروم و الترک و الخزر الف الف مرة لانه یدفع عن دین محبینا و ذلک یدفع عن ابدانهم.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۵

امام حسن عسکری علیہ السلام نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "ہمارے شیعہ علماء ابلیس اور اس کے چیلوں کی سرحد پر

کھڑے ہو کر ہمارے کمزور شیعوں کا دفاع کرتے ہیں اور ہمارے شیعوں کو ابلیس اور اس کے پیروکار نواصب کے حملوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔
آگاہ ہو جاؤ! ہمارا جو بھی شیعہ اس منصب کو سنبھالے تو وہ روم و ترک و خزر جیسی کافر اقوام سے جہاد کرنے والے مجاہد سے لاکھوں گنا بہتر ہے کیونکہ یہ ان کے دین کا دفاع کرتا ہے اور وہ مؤمنین کے بدنوں کا دفاع کرتے ہیں۔"

باب سوم

محبت اہلبیت ونفرت از اعدائے اہلبیت

قل لا اسئلكم عليه اجرا الا المودة فی القربی ومن يقترف حسنة نزد له فيها حسنا . ان الله غفور شكور۔ (سورۃ شوریٰ آیت ۲۳)

"کہہ دو! میں تم سے اس کی اجرت نہیں مانگتا مگر یہ کہ میرے قریبیوں سے مؤدت رکھو اور جو کوئی نیکی کرے گا ہم اس کی نیکی میں اضافہ کریں گے، بے شک اللہ بخشنے والا قدردان ہے۔"

ایک حقیقی محبّ آل محمد علیہم السلام

حکیم بن عینہ روایت کرتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور اس وقت آپ علیہ السلام کا بیت الشرف محبان آل محمدؐ سے چھلک رہا تھا کہ اتنے میں ایک بوڑھا شخص لوہے کے عصا کا سہارا لئے آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوا اور کہا: "السلام عليك يابن رسول الله ورحمة الله و بركاته."

پھر وہ خاموش ہوگیا۔ امام عالی مقام نے جواب میں فرمایا: "وعليك السلام ورحمة الله وبركاته."

پھر بوڑھے نے حاضرین مجلس کی طرف رخ کر کے سب کو سلام کیا اور پوری محفل نے سلام کا جواب دیا۔

بوڑھے نے امام علیہ السلام کی طرف متوجہ ہو کر عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! مجھے قریب جگہ عطا فرمائیں۔"

فوالله انی لاحبكم واحب من يحبكم و والله ما احبكم ولا احب من يحبكم لطمع فی دنيا والله انی لابغض عدو كم و ابرء منه والله ما ابغضه و ابرأ منه لوتركان بينی وبينه والله انی لاحل حلالكم و احرم حرامكم و انتظر امركم فهل ترجولی جعلنی الله فداك.

(خدا کی قسم! میں آپ سے محبت کرتا ہوں اور آپ کے چاہنے والوں سے بھی محبت کرتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ میں آپ سے اور آپ کے چاہنے والوں سے محبت دنیا کی لالچ کی وجہ سے نہیں کرتا اور خدا کی قسم میں آپ کے دشمن سے نفرت کرتا ہوں اور اس سے بیزاری اختیار کرتا ہوں اور خدا گواہ ہے کہ یہ نفرت و بیزاری اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے ان سے ذاتی پرخاش ہے۔

اللہ کی قسم میں آپ کے حلال کو حلال اور آپ کے حرام کو حرام جانتا ہوں اور میں آپ کی حکومت الٰہیہ کا منتظر ہوں۔ تو کیا ان عقائد کی وجہ سے آپ میرے لئے بخشش کی کوئی امید رکھتے ہیں؟)

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "میرے قریب آجاؤ۔ تم نے مجھ سے جو سوال کیا ہے اسی طرح کا سوال ایک بوڑھے شخص نے میرے والد امام

زین العابدین علیہ السلام سے بھی کیا تھا اور میرے والد نے اس سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ جب تو دنیا سے رخصت ہوگا تو سیدھا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی مرتضیٰ اور امام حسن اور امام حسین اور علی بن الحسین علیہم السلام کے پاس وارد ہوگا اور تو وہاں خوش ہوگا اور تیری آنکھیں ان کے دیدار سے روشن ہوں گی اور کراماً کاتبین کے روبرو تو خوش و خرم ہوگا جب تیری جان حلق تک آجائے گی (آپ نے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا) اور زندگی میں بھی اللہ تجھے وہ کچھ دکھادے گا جس سے تیری آنکھیں ٹھنڈک محسوس کریں گی اور تو جنت میں ہمارے ساتھ بلند و برتر مقام میں ہوگا۔"

بوڑھے نے جب امام محمد باقر علیہ السلام کا یہ جواب سنا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے امام عالی مقام سے دوبارہ یہی کلمات سننے کی غرض سے عرض کی: "مولا! آپؑ نے کیا فرمایا؟"

امام محمد باقر علیہ السلام نے دوبارہ وہی کلمات ارشاد فرمائے۔

بوڑھے نے کہا: "اگر میں مرجاؤں گا اور میری آنکھیں روشن اور میرا دل شاد اور میرا قلب ٹھنڈک پائے گا اور جب میری جان میرے حلق میں آکر اٹکے گی تو میں اس وقت کراماً کاتبین سے بحالت خوشی اور مسرت ملوں گا اور اگر میں زندہ رہا تو میری آنکھیں روشن ہوں گی اور میں آپ کے ساتھ جنت کے بلند و بالا مقام میں ہوں گا۔"

یہ کہہ کر فرط محبت سے بوڑھا اتنا رویا کہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ اشکوں کا سیلاب چھپائے ہوئے تھا اور وہ اتنا بے ساختہ رویا کہ اس کے آنسو موتیوں کی طرح زمین پر گرنے لگے۔ بوڑھے کو روتا دیکھ کر حاضرین مجلس میں سے ہر

شخص رونے لگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے اس بوڑھے کے آنسو اپنے دست مبارک سے پونچھے۔

بوڑھے نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! آپ اپنا ہاتھ دراز کریں۔"

آپؑ نے ہاتھ دراز کیا تو اس نے آپؑ کے ہاتھ کو چوما۔ پھر آپؑ کے ہاتھ کو اپنے سینے اور شکم پر پھیرا۔ بعدازاں سلام کر کے چلا گیا۔ جب تک بوڑھا نظر آتا رہا امام محمد باقر علیہ السلام اس کی پشت کو بڑی توجہ سے دیکھتے رہے۔ بوڑھے کے جانے کے بعد بھی کافی دیر تک حاضرین پر رقت طاری رہی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص کسی جنتی کو دیکھنے کا خواہش مند ہو تو وہ اس بوڑھے مؤمن کو دیکھے۔"

حکیم ابن عینہ راوی حدیث کہتے ہیں کہ میں نے اس مجلس سے زیادہ آج تک اشکوں کے سیلاب کا منظر کبھی نہیں دیکھا۔(۱)

سید حمیری نے حالت احتضار میں کیا دیکھا؟

محدث قمی مرحوم اپنی کتاب تتمۃ المنتہیٰ میں تحریر کرتے ہیں کہ سید اسماعیل حمیری جلیل القدر و عظیم المنزلت مداح اہلبیت تھے۔

اصحاب ائمہ میں سے کسی نے بھی ان کی طرح امیر المؤمنین و اہلبیت علیہم السلام کے فضائل نشر نہیں کیے۔ آپ اعلیٰ پائے کے شاعر تھے۔

۱۔ روضہ کافی ص۷۶۔

حجتہ الاسلام علامہ امینی اپنی مشہور عالم کتاب الغدیر جلد دوم کے صفحہ ۲۲۲ پر سید حمیری کی فضیلت کے متعلق ایک روایت نقل کرتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے :

"حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر ایک سیڑھی لگی ہوئی ہے جس کے ایک سو زینے ہیں۔ چنانچہ میں اس سیڑھی پر چڑھا تو ایک سبز قبہ میں داخل ہو گیا۔ وہاں پنج تن پاک موجود تھے اور ان کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا یہ قصیدہ پڑھ رہا تھا :

لام عمرو بالـلـوىٰ مربع

طامسة اعلامها بلقع

جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے دیکھا تو فرمایا : مرحبا پیارے فرزند علی بن موسیٰ الرضا! اپنے آبائے طاہرین علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام پر سلام کرو۔

میں نے ذوات عالیہ کو سلام کیا۔

پھر رسالت مآب صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا : یہ سید حمیری ہیں، دنیا میں ہمارے شاعر اور مداح تھے انہیں بھی سلام کرو۔

میں انہیں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : سید شعر شروع کرو۔

جب شعر پڑھتے ہوئے سید حمیری اس مصرعہ پر آئے :

ورایة یقدمها حیدر

و وجهه کالشمس اذا تطلع

(قیامت کے دن علیؑ کے دوش پر ایک پرچم ہوگا اور علیؑ کا چہرہ خورشید تاباں کی طرح چمکتا ہوگا۔)

یہ شعر سن کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رونے لگے اور ان کی آنکھوں سے موتیوں کی طرح آنسو ٹپکنے لگے۔

اور جب سید حمیری نے یہ مصرعہ پڑھا :

قالوا له لوشئت لاعلمتنا

الی من الغاية والمفزع

(لوگوں نے حضورؐ سے کہا کہ اگر آپؐ پسند کریں تو ہمیں یہ بتا دیں کہ آپؐ کے بعد ہماری پناہ گاہ (خلیفہ) کون ہے ؟)

پیغمبر اسلامؐ نے دونوں ہاتھ بلند کئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی :

"الٰهی انت الشاهد علیّ و علیهم انی اعلمتهم ان الغاية والمفزع علی بن ابی طالب. (خدایا! تو میرا اور ان کا گواہ ہے میں نے انہیں بتلادیا تھا کہ تمہاری پناہ گاہ اور تمہارا ناصر علی بن ابی طالب ہے)۔"

یہ کہہ کر آپؐ نے امیر المؤمنین علیہ السلام کی جانب اشارہ کیا۔

جب سید حمیری قصیدہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا : "علی بن موسیٰ! اس قصیدے کو حفظ کرو اور ہمارے شیعوں کو حکم دو کہ وہ بھی اس قصیدے کو حفظ کریں اور اسے ہمیشہ بطور ورد پڑھا کریں اور جو بھی ایسا کرے گا اس کے لئے میں جنت کا ضامن ہوں۔

سید نے مجھے قصیدہ دوبارہ سنایا اور میں نے حفظ کر لیا۔

عون کہتے ہیں جب سید حمیری کی وفات کا وقت ہوا تو میں اس وقت ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر میں موجود تھا اور اس وقت ان کے بہت سے مذہبی مخالف عثمانی المذہب لوگ بھی جمع تھے اور ان کے ہم عقیدہ دوست بھی موجود تھے۔ سید حمیری خوبصورت اور کشادہ پیشانی والے تھے۔

ان پر جیسے ہی حالت احتضار شروع ہوئی ان کی پیشانی پر ایک سیاہ نقطہ سا پیدا ہوا پھر وہ پھیلتے پھیلتے ان کے سارے چہرے پر پھیل گیا۔ اس وقت سید حمیری نے تین مرتبہ پکارا کر کہا: "**هكذا يفعل باوليائك يا على.** یا علیؑ! کیا آپ کے دوستوں کا یہی انجام ہوتا ہے؟"

آپکی یہ حالت دیکھ کر شیعہ پریشان ہوئے اور ناصبی خوش ہونے لگے۔

چند لمحات ہی گزرے تھے کہ جس مقام سے سیاہ نقطہ ابھرا تھا اسی مقام سے روشنی سی پھیلنے لگی۔

پھر کیا تھا چند لمحات میں ان کا پورا چہرہ نور سے جگمگانے لگا اور سید نے مسکراتے ہوئے فی البدیہہ یہ شعر پڑھے:

كذب الزاعمون ان عليا
لن ينجى محبه من هنات
قدوربى دخلت جنة عدن
وعفالى الا له عن سيئاتى
فابشروا اليوم اولياء على
وتولوا عليا حتى الممات
ثم من بعده تولوا بنيه
واحدا بعد واحد بالصفات

(وہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں جو کہتے ہیں کہ علیؑ اپنے دوستوں کو مشکلات سے نجات نہیں دیتے۔

مجھے اپنے رب کی قسم میں جنت عدن میں داخل ہوا اور اللہ نے میرے تمام گناہ معاف کردیئے ہیں۔

تو محبان علیؑ! آج تمہیں خوش خبری ہو اور مرتے وقت تک علیؑ سے محبت رکھو۔

اس کے بعد اس کی اولاد سے تولا رکھو جو ایک کے بعد ایک صفات میں برابر ہیں)۔

پنجتن کے وسیلے کے بغیر کسی کا کوئی کام نہیں بنا

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی صلب میں ہمارے نور کی چمک کو دیکھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمارے اشباح کو عرش کی بلندی سے ان کی پشت میں منتقل کیا تھا، حضرت آدمؑ نور کی درخشانی کو دیکھ رہے تھے لیکن انہیں اشباح نور کی تعداد کا علم نہ تھا تو انہوں نے عرض کی: "خدایا یہ نور کیسے ہیں؟"

آواز قدرت انہیں سنائی دی: "یہ اشباح نور ہیں جنہیں میں نے عرش کے بلند ترین مقام سے تیری پشت میں منتقل کیا ہے۔ (**ولذلك امرت الملائكة بالسجود لك اذ كنت دعاء لتلك الاشباح**) اسی لئے میں نے فرشتوں کو تیرے سجدے کا حکم دیا تھا کیونکہ تو ان کے لئے ایک ظرف تھا۔"

آدم علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! کاش ان انوار کو تو میرے لئے آشکار کرتا۔"

اس وقت خطاب ہوا: "آدمؑ! بالائے عرش نگاہ کرو۔" اس وقت پشت آدمؑ سے ہمارے اشباح نور کی تصویر عرش پر منعکس ہوئی۔

آدمؑ نے اسے دیکھا تو پوچھا: "خدایا! یہ کن افراد کے نور ہیں جو عرش پر منعکس ہو رہے ہیں؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "آدمؑ! یہ میری اشرف و افضل مخلوق کے اشباح ہیں یہ محمدؐ ہے اور میں اپنے تمام افعال میں محمود ہوں۔ میں نے اس کا نام اپنے نام سے نکالا ہے۔

دوسرا علیؑ ہے اور میں علی العظیم ہوں میں نے اس کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

اور یہ فاطمہؑ ہیں اور میں فاطر السمٰوات والارض ہوں اور میرا ایک نام "فاطم" بھی ہے (انا فاطم اعدائی من رحمتی یوم فصل القضاء و فاطم اولیائی مما یبیرهم ویشینهم) میں اپنے دشمنوں کو قیامت کے دن اپنی رحمت سے قطع کرنے والا ہوں اور اپنے دوستوں کو ہلاکت و رسوائی سے قطع کرنے والا ہوں۔

میں نے فاطمہؑ کا نام بھی اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔

اور یہ دو حسنؑ اور حسینؑ ہیں اور میں محسن و مجمل ہوں اور میں ہی سرچشمۂ احسان ہوں۔ میں نے ان دو کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ (هؤلاء خیار خلقی و کرائم بریتی بهم اخذ و بهم اعطی وبهم اعاقب و بهم اثیب

فتوسل بهم الیَّ یا آدم واذا دهتك داهية فاجعلهم شفعاؤك فانی الیت علیٰ نفسی قسما حقا لا اخیب بهم افلا ولا ارد لهم سائلا)

یہ میری بہترین اور اکرم ترین مخلوق ہیں اور انہی کے واسطے سے میں عطا کروں گا اور انہی کی وجہ سے میں کسی کی گرفت کروں گا اور انہیں کی وجہ سے میں لوگوں کو مورد مؤاخذہ قرار دوں گا اور انہی کے واسطے سے میں ثواب دوں گا۔"

آدمؑ تم ان سے توسل رکھو اور جب تم پر کوئی مصیبت نازل ہو تو انہیں میری بارگاہ میں شفیع بناؤ کیونکہ میں اپنے آپ کو اس بات کی قسم دے چکا ہوں کہ ان کا واسطہ دینے والے کسی امیدوار کی امید کو ناکام نہیں کروں گا اور ان کا واسطہ دینے والے کسی سائل کو رد نہیں کروں گا۔

جب حضرت آدمؑ سے ترک اولیٰ سرزد ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو انہی ناموں کا واسطہ دیا جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کی۔

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے (واذ ابتلی ابراهیم ربه بکلمات .....) کی تفسیر کا سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: "یہ وہی کلمات تھے جن کے ذریعے سے اللہ نے آدمؑ کی توبہ قبول کی تھی کیونکہ آدمؑ نے قبولیت توبہ کے لئے یوں دعا کی تھی:

یَارَبِّ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ وَّ عَلِيٍّ وَ فَاطِمَةَ وَ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ اَلاَّ تُبْتَ عَلَيَّ۔ (خدایا! میں تجھے محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کا واسطہ دیتا ہوں کہ میری توبہ کو قبول فرما)۔

اللہ نے ان کی توبہ قبول کی وہ "توّاب" اور "رحیم" ہے۔"

مفضل کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "اے فرزند رسولؐ! آیت میں فاتمھن کے الفاظ ہیں۔ اس کا کیا مقصد ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اللہ نے حضرت مہدی علیہ السلام کے نام تک ان کلمات کی تکمیل کی۔(۱)

آل محمدؐ اپنے محبوں سے کیسا سلوک کرتے ہیں

سفیان بن مصعب عبدی شاعر آل محمدؐ تھے۔ ان کی رہائش کوفہ میں تھی۔ ان ہی کے ایمان پرور اشعار کے متعلق امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: "**یا معشر الشیعة علّموا اولادکم شعر العبدی فانه علیٰ دین اللّٰه.**
(اے گروہ شیعہ! اپنی اولاد کو عبدی کے اشعار کی تعلیم دو بے شک وہ اللہ کے دین پر ہے)۔"

صفوان بن یحییٰ کہتے ہیں کہ عبدی بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی نے مجھ سے کہا: "کافی مدت ہوئی ہے ہم امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت سے محروم ہیں، بہتر ہوگا کہ امسال ہم حج پر جائیں اور حج سے فراغت پانے کے بعد امام عالی مقام کی زیارت کا شرف بھی حاصل کرلیں گے اور یوں ان سے تجدید عہد بھی ہو جائے گی۔"

میں نے کہا: "خدا گواہ ہے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے اور اخراجات کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔"

میری بیوی نے مجھ سے کہا: "کوئی حرج نہیں! میرے پاس کچھ لباس

۱۔ ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۹۵۔

اور زیور موجود ہیں، آپ انہیں فروخت کردیں اور حج بیت اللہ کے لئے زادراہ حاصل کریں۔"

چنانچہ میں نے بیوی کے مشورے پر عمل کیا۔ جب میں مدینہ کے قریب پہنچاتا میری بیوی سخت بیمار ہوگئی۔ مدینے سے کچھ فاصلے پر میں نے اپنی بیوی اور کنیز کو ایک جگہ بٹھایا اور میں امام علیہ السلام کی خدمت میں چلا گیا۔ اس وقت میں اپنی بیوی کی صحت سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ جب میں امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے سرخ رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

میں نے آقاؑ کو سلام کیا۔ آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور آپؑ نے مجھ سے میری بیوی کی خیریت دریافت کی۔ میں نے اس کی بیماری کے متعلق عرض کی اور کہا: "جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں اس کی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔"

آپؑ سر جھکا کر کچھ دیر فکر و تامل کرتے رہے، پھر آپؑ نے سر بلند فرمایا اور کہا: "اپنی بیوی کی بیماری سے غمگین ہو؟"

میں نے عرض کی: "جی ہاں۔"

آپؑ نے فرمایا: "غمگین نہ ہو وہ ٹھیک ہو جائے گی، میں نے اللہ سے اس کی صحت کی درخواست کی ہے۔ جب تم واپس جاؤ گے تو وہ تمہیں تندرست نظر آئے گی اور "طبرزد" (ایک مخصوص قسم کی شکر) کھا رہی ہوگی۔"

میں بڑی جلدی سے واپس آیا تو دیکھا میری بیوی بالکل صحتیاب ہے اور کنیز اسے طبرزد شکر کھلا رہی ہے۔

میں نے بیوی سے پوچھا: "اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

میری بیوی نے کہا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا عطا کی ہے اور طبرزد شکر کھانے کا مجھے شوق ہوا۔"

میں نے کہا: "جب میں تجھے یہاں چھوڑ کر گیا تھا تو میں تیری زندگی سے مایوس تھا۔

امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے تمہارے متعلق دریافت کیا تو میں نے انہیں تمہاری بیماری کے متعلق عرض کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جاؤ تمہاری بیوی شفایاب ہو چکی ہے اور طبرزد کھا رہی ہوگی۔"

میری بیوی نے بتایا: "واقعی جب تم یہاں سے روانہ ہوئے تھے تو چند لمحات کے بعد ملک الموت میرے پاس آیا تھا اور میری روح قبض کرنا چاہتا تھا کہ اچانک ایک مرد اس وقت نمودار ہوا جس نے سرخ رنگ کا لباس پہنا ہوا تھا، اس نے آتے ہی ملک الموت سے کہا: "ملک الموت۔"

اس نے عرض کی: "لبیک اے امام۔"

پھر انہوں نے کہا: "کیا تجھے ہماری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا؟"

ملک الموت نے کہا: "جی ہاں۔"

پھر انہوں نے کہا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس کی روح قبض مت کرو اس کی عمر مزید بیس برس بڑھا دی گئی ہے۔"

ملک الموت نے کہا: "حضور بہتر ہے، آپؑ کے فرمان پر عمل کروں گا۔ پھر ملک الموت چلا گیا اور میں ہوش میں آ گئی۔"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۷ ۱۳۔

توسل کا نتیجہ

داؤد رقی بیان کرتے ہیں کہ میرے دو بھائی حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں میرے ایک بھائی پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اتفاق سے اس وقت ان کے پاس پانی بھی موجود نہیں تھا، پیاس اتنی بڑھی کہ وہ اپنی سواری پر بیٹھنے کے قابل نہ رہا، گدھے سے گر کر بے ہوش ہو گیا۔

میرے دوسرے بھائی نے ادھر ادھر پانی تلاش کیا لیکن کہیں پانی نہ ملا۔ ہر طرف سے مایوس ہو کر دوسرے بھائی نے دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ تعالیٰ کو محمدؐ و علیؑ کا واسطہ دیا پھر باری باری ایک ایک امام کا واسطہ دینا شروع کیا، آخر میں امام زمانہ حضرت جعفر صادق علیہ السلام کا بار بار واسطہ دیا اور ان سے متوسل ہوا۔

اسی اثناء میں ایک شخص نمودار ہوا اور کہا: "تمہارا بھائی زمین پر کیوں لیٹا ہوا ہے؟"

اس نے جواب دیا: "یہ پیاس کی وجہ سے بے ہوش ہو کر گر پڑا ہے۔"

نووارد نے ایک چھوٹی سی لکڑی دی اور کہا: "اسے بھائی کے ہونٹوں پر پھیرو۔"

میرے بھائی نے وہ لکڑی لے کر بھائی کے لبوں پر پھیری۔

تھوڑی دیر بعد بھائی ہوش میں آ گیا اور پھر دونوں بھائی چل پڑے۔

حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر اپنے گھر کوفہ آئے۔

پھر کچھ عرصے بعد میرا ایک بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لئے مدینہ گیا تو امام عالی مقام نے فرمایا: "اپنے بھائی کا حال سناؤ اور

یہ بتاؤ کہ وہ لکڑی کہاں ہے؟"

میرے بھائی نے عرض کی: "مولا! جب میرا بھائی ہوش میں آیا تو میں فرط مسرت سے اس قدر مسرور ہوا کہ وہ لکڑی اٹھانی مجھے یاد نہ آئی۔"

آپؑ نے فرمایا: "جب تو اپنے بھائی کی وجہ سے سخت پریشان تھا تو اس وقت میں نے خضر علیہ السلام کو شجرۂ طوبیٰ کی وہ لکڑی دے کر تمہارے پاس بھیجا تھا۔"

پھر آپؑ نے غلام کو آواز دے کر فرمایا: "چمڑے کا تھیلا لاؤ۔"

غلام تھیلا لے کر آیا تو آپؑ نے اس میں سے وہی لکڑی نکال کر دکھائی اور فرمایا: "یہ وہ لکڑی ہے جو شجرۂ طوبیٰ سے لی گئی ہے اور یہی لکڑی تو نے اپنے بھائی کے لبوں پر پھیری تھی۔"

پھر آپؑ نے وہ لکڑی دوبارہ تھیلے میں رکھ دی۔(۱)

دعائے علیؑ کی اہمیت

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر فتح کرنے کے بعد مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ ایک یہودی عورت نے بکری کی ران میں زہر ملا کر آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔

ابھی آنخضرتؐ نے اس گوشت کو ہاتھ نہیں لگایا تھا کہ براء بن معرور صحابی نے اس گوشت کو کھانا شروع کر دیا۔

حضرت علیؑ نے براء سے فرمایا: "پیغمبر اسلامؐ پر سبقت نہ کرو۔"

۱۔ بحار الانوار ج۱۱ ص ۱۴۴۔

براء بن معرور میں حس مزاح زیادہ تھی، انہوں نے کہا: "تو کیا آپؑ پیغمبر اسلامؐ کو کنجوس سمجھتے ہیں؟"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "نہیں ایسی کوئی بات نہیں، میں نے یہ بات آنخضرتؐ کے احترام و عظمت کے پیش نظر کہی ہے۔ ہمارے لئے یہ بات کسی طرح سے جائز نہیں ہے کہ ہم کسی طرح سے آپؐ پر سبقت کریں۔"

براء نے کہا: "مگر میں حضور کریمؐ کو بخیل نہیں سمجھتا۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "بات یہ ہے کہ یہ غذا ایک یہودی عورت کی طرف سے آئی ہے اور اس پر مکمل طور پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اگر تم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اجازت سے کھاؤ گے تو تمہیں کسی طرح کا گزند نہیں پہنچے گا اور اگر تم نے خود کھانا شروع کر دیا اور اس کا کوئی نقصان ہوا تو اس نقصان کے ذمہ دار تم خود قرار پاؤ گے۔"

براء یہ سب سن کر بھی کھانا کھاتا رہا اور اسی مسموم لقمہ کی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "براء بن معرور کا جنازہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: "علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟"

لوگوں نے عرض کی: "علیؑ کسی مسلمان کا کام کرنے کے لئے قبا گئے ہوئے ہیں۔"

آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علیؑ کے آنے تک اس کے جنازے میں تاخیر کرو اور یہ حکم میری طرف سے نہیں ہے بلکہ رب

العزت کا یہی فرمان ہے کہ اس کے جنازے میں تاخیر کی جائے تاکہ علیؑ آجائیں اور اسے اس کی گستاخی کی معافی دیں اور میں براء کی مغفرت کروں اور اسی مذاق کے کفارے کے طور پر اس کی موت زہر سے واقع ہوئی ہے۔"

صحابہ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! براء حس مزاح رکھتا تھا اور اس نے علیؑ سے جو کچھ کہا تھا بطور مزاح کہا تھا، ہمیں امید ہے کہ اللہ اس کا مؤاخذہ نہیں کرے گا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر براء یہ بات بطور مزاح نہ کہتا تو اللہ اس کے تمام اعمال اکارت کر دیتا اگرچہ اس کے اعمال زمین و آسمان کے برابر ہوتے اور اگر وہ زمین و عرش کے درمیانی فاصلہ جتنا بھی سونا، چاندی صدقہ کرتا تو بھی اللہ قبول نہ کرتا۔ البتہ براء مزاح کی عادت رکھتا تھا اور اس نے وہ جملہ بطور مزاح کہا تھا اور میں آج یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ علیؑ اس سے ناراض نہیں ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ علیؑ اسے دو مرتبہ معاف کرنے کا اعلان کردیں اور اس کے لئے مغفرت طلب کریں تاکہ براء کے قرب و بلندی درجات کا ذریعہ ثابت ہو جائے۔"

تھوڑی دیر بعد حضرت علیؑ تشریف لائے اور براء کے جنازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: "براء! اللہ تجھ پر رحمت فرمائے تو بڑا نمازی اور روزہ دار شخص تھا، خدا کی راہ میں تیری موت واقع ہوئی۔"

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اگر کوئی شخص میری نماز جنازہ سے مستغنی ہو سکتا تو یقیناً آج براء مستغنی ہوتا لیکن ہر شخص میری دعائے خیر کا محتاج ہے۔"

پھر آپؐ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اسے دفن کرنے کا حکم دیا۔ براء دفن ہوگئے۔

حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلقین سے فرمایا: "براء سے وابستہ لوگو! میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ جب براء کی روح نے آسمانوں کی طرف سفر کیا تو آسمان اول سے لے کر آسمان ہفتم تک اور حجاب سے لے کر عرش و کرسی تک کے تمام فرشتوں نے اس کی روح کا استقبال کیا اور جب اس کی روح جنت کی طرف روانہ ہوئی تو خازن جنت اور حوران جنت نے اس کا استقبال کیا اور اس سے کہا "طوباك طوباك يا روح البراء انتظر عليك رسول اللهؐ عليا حتى ترحم عليك واستغفرلك ....." (اے براء کی روح! تجھے مبارک ہو پیغمبرؐ نے تیرے جنازے کے لئے علیؑ کے آنے کا انتظار کیا تاکہ وہ تیرے اوپر رحم کریں اور تیرے لئے استغفار کریں) اللہ کی طرف سے حاملین عرش نے ہمیں بتایا کہ تمہارے پاس ایک مرد مؤمن کی روح آنے والی ہے جس نے اللہ کی راہ میں جان دی، اگر اس کے گناہ ریت کے ذرات اور قطرات باران اور حیوانات کے بالوں کی تعداد میں بھی ہوتے تو میں علی بن ابی طالب کی دعا کے صدقے میں اس کے تمام گناہ معاف کر دیتا۔"

ثم قال رسول اللهؐ متعرضوا عباد الله لدعاء علی لکم ولا تتعرضوا لدعاء علی علیکم فان من دعا علیه اهلکه الله ولو کانت حسناته بعدد ما خلق الله کما ان من دعا له اسعده الله ولو کانت سیئاته بعدد ماخلق الله.

(پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بندگان خدا! علیؑ کی

دعا حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی بد دعا سے بچو۔ جسے علیؑ بد دعا کر دے تو اللہ اسے ہلاک کر دے گا۔ اگرچہ اس کی نیکیاں تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر کیوں نہ ہوں اور جسے علیؑ دعا کر دے تو اللہ اسے سعادت مند بنا دے گا، اگرچہ اس کے گناہ تمام مخلوقات کی تعداد کے برابر ہوں)۔"(۱)

المرء مع من احب

امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک تیلی تھا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا اور اس کا اصول تھا کہ جب تک حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اطہر کی زیارت نہ کر لیتا اس وقت تک اپنے کام پر نہ جاتا۔ جب وہ آتا تو آپؐ بھی سامنے آجاتے تاکہ وہ آپؐ کا دیدار کر سکے۔ حسب عادت ایک دن وہ آپؐ کے دیدار میں مصروف ہو گیا۔ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "بیٹھ جاؤ۔"

وہ بیٹھ گیا تو آپؐ نے فرمایا: "کیا وجہ ہے کہ آج تم نے ایسا کام کیا ہے جو پہلے کبھی نہیں کیا تھا؟"

اس نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، جب میں یہاں سے روانہ ہوا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آج کام کے لئے نہیں جانا چاہئے، تو میں کام پر نہیں گیا۔ واپس آیا تو آپؐ کے چہرۂ انور کو دوبارہ دیکھنے کی خواہش لے کر حاضر ہو گیا۔"

آنحضرتؐ نے اس کے حق میں دعا فرمائی۔ اس واقعے کے چند دن تک

۱۔ بحار الانوار ج ۱۷۔ چاپ اخوندی ص ۳۱۰۔

آپؐ کا شیدائی دوبارہ نہ آیا۔ آپؐ نے اصحاب سے اس کے متعلق پوچھا تو اصحاب نے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ پھر آپؐ چند ساتھیوں کو لے کر اس کی دکان پر گئے وہ دکان پر بھی نہیں تھا اور دکان کو تالا لگا ہوا تھا۔ پھر آپؐ اس کے محلے میں تشریف لائے اور اس کے ہمسایوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو چکا ہے۔

پھر ہمسایوں نے آپؐ سے کہا: "یارسول اللہؐ! وہ ایک امین شخص تھا اور ہمیشہ سچ بولنے والا تھا لیکن اس میں یہ عیب تھا کہ وہ عورتوں کا پیچھا کیا کرتا تھا۔"

فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم: رحمہ اللّٰہ واللّٰہ لقد کان یحبنی حبا لو کان نخاسا لغفر اللّٰہ له.

(رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ اس پر رحم فرمائے، خدا کی قسم وہ مجھ سے بہت زیادہ محبت کیا کرتا تھا، اگر وہ بردہ فروش (جو آزاد کو غلام بنا کر بیچتے ہیں) بھی ہوتا تو بھی اسے ضرور معاف کر دیتا)۔"(۱)

اعتقاد ولایت کے بغیر اعمال قبول نہیں ہوتے

ابوشبل کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام عالی مقام نے ازخود ابتدائً کلام کرتے ہوئے فرمایا: "تم ہم سے محبت کرتے ہو جبکہ لوگ ہم سے دشمنی رکھتے ہیں، تم ہماری تصدیق کرتے ہو جبکہ لوگ تکذیب کرتے ہیں، تم ہمارے حقوق کا خیال رکھتے

۱۔ روضہ کافی ص ۷۸۔

ہو جبکہ لوگ ہم پر جفا کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے توفیق و ہدایت و سعادت و رحمت کے لئے تمہاری زندگی کو ہماری زندگی جیسا بنایا ہے اور ہماری موت کی طرح تمہاری موت کو بھی تمہارے لئے سعادت ابدی کا ذریعہ بنایا ہے اور اس امر کی جانب ہمیشہ متوجہ رہو کہ تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان دیدار بہشت اور زیارت رسول کریمؐ اور ائمہ ہدیٰؑ ہیں اور جیسے ہی جان یہاں تک پہنچے گی تو دیدار جنت اور دیدار محمدؐ و آل محمدؑ نصیب ہو جائے گا۔"

پھر آپؑ نے انگلی سے اپنے حلق کی جانب اشارہ کیا اور بعد ازاں متعدد مرتبہ اس جملے کی تکرار فرمائی اور قسم کھا کر فرمایا: "**واللہ الذی لا الہ الا ہو لحدثنی ابی محمد بن علیؑ بذلك.** (پروردگار کی قسم! جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے یہ حدیث میرے والد محترم امام محمد باقرؑ نے میرے سامنے بیان فرمائی ہے)۔"

پھر آپؑ نے فرمایا:

"ابوشبل! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم بھی نماز پڑھتے ہو اور دوسرے بھی نماز پڑھتے ہیں مگر تمہاری نماز قبول ہوتی ہے اور ان کی نہیں۔

تم زکوٰۃ ادا کرتے ہو اور تمہارے مخالف بھی زکوٰۃ ادا کرتے ہیں جبکہ تمہاری زکوٰۃ قبول ہوتی ہے اور تمہارے مخالفین کی زکوٰۃ قبول نہیں ہوتی۔

تم حج کرتے ہو اور تمہارے مخالف بھی حج کرتے ہیں جبکہ تمہارا حج قبول ہوتا ہے اور تمہارے مخالفین کا حج قبول نہیں ہوتا۔

تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم خدا کا تقویٰ اختیار کرو، اس زمانے

میں سلطنت و اقتدار تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے، تمہیں ہمیشہ امانت کی ادائیگی کا خیال رکھنا چاہئے، لوگ اگر خواہشات کی پیروی کرتے ہیں تو کرتے رہیں لیکن تم اپنے خدا کی فرماں برداری پر قائم رہو اور ہماری پیروی پر ثابت قدم رہو۔

اللہ نے اپنے بندوں میں سے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب کیا، تم نے بھی اللہ کے برگزیدہ پیغمبرؐ کی پیروی کی۔

خدا سے ڈرتے رہو اور لوگوں کی امانتیں ان تک پہنچاؤ، امانت کا پہنچانا بہر صورت واجب ہے، امانت خواہ سیاہ کی ہو یا سفید کی، امانت خواہ نہروان کے کسی خارجی کی ہو یا شام کے کسی ناصبی کی۔"(۱)

نجات کا حقیقی راستہ

محمد بن مسلم نے امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام میں سے کسی ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ میں نے ان کی خدمت میں گزارش کی کہ میں ایسے افراد بھی دیکھتا ہوں جو بڑی عبادت کرتے ہیں اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ کی بندگی بجالاتے ہیں لیکن وہ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کی ولایت کا اقرار نہیں کرتے اور حق کو نہیں پہچانتے تو کیا ان کی عبادت اور ان کا خشوع انہیں فائدہ دے گا؟

امام عالی مقام علیہ السلام نے فرمایا: "اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال بنی اسرائیل کے اس خانوادے کی طرح ہے کہ اس خانوادے کا ہر فرد جب بھی چالیس راتوں تک عبادت کرتا اور دعا مانگتا تو اللہ تعالیٰ اس کی

ا۔ روضہ کافی ص۲۳۶۔

دعا ضرور قبول فرماتا تھا۔ اسی خاندان کے ایک فرد نے چالیس راتوں تک عبادت کی اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی لیکن اس کی دعا مستجاب نہ ہوئی۔

وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور دعا کے رد ہونے کے متعلق عرض کیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وضو کیا اور اس شخص کے متعلق بارگاہ احدیت میں درخواست کی۔

آواز قدرت آئی: ”عیسیٰؑ! جب تک یہ شخص میرے مقرر کردہ راستے سے نہیں آئے گا میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا، وہ مجھ سے دعا تو مانگتا ہے لیکن اس کے دل میں تیری نبوت کا شک موجود ہے، اگر وہ مجھ سے اتنا عرصہ بھی دعا مانگے کہ اس کی گردن جدا ہو جائے اور دعا مانگتے مانگتے اس کی انگلیاں بھی گر جائیں تو بھی میں اس کی دعا قبول نہیں کروں گا۔ اس وقت میرا راستہ تو ہے جو تجھے چھوڑ کر میرے پاس آنا چاہے تو وہ نہیں آسکے گا۔“

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کی طرف رخ کیا اور فرمایا: ”خدا سے دعا مانگتے ہو اور اس کے نبی کی نبوت میں شک کرتے ہو؟“

اس شخص نے کہا: ”آپؑ نے جو کچھ کہا وہ حق ہے، آپؑ دعا کریں کہ میرے دل میں آپؑ کی نبوت کے متعلق جو شک ہے وہ دور ہو جائے۔“

حضرت عیسیٰؑ نے دعا مانگی اس کے دل سے شک کی تاریکی دور ہو گئی اور اسے بھی اللہ نے اس کے خاندان کے باقی افراد کا سا مقام دے دیا۔(۱)

بحق قادر بے چون خدای سبحانی
بحق جملہ کرّوبیان روحانی

۱۔ اصول کافی ج ۲ ص ۴۰۰۔

کہ دشمنان علیؑ را نماز نیست درست
اگرچہ سینہ اشتر کنند پیشانی

(قادر مطلق خداوند سبحان کی قسم اور تمام فرشتوں کی قسم دشمن علیؑ کی نماز درست نہیں ہے اگرچہ وہ اتنے سجدے کیوں نہ کرے کہ اس کی پیشانی اونٹ کے سینے کی طرح ہو جائے)۔

”ایام سے دشمنی نہ رکھو“ کا مفہوم

صقر بن ابی دلف کہتے ہیں کہ میں نے متوکل کے زندان میں امام علی نقی علیہ السلام سے ملاقات کی۔ اس وقت امام علی نقی علیہ السلام ایک بوریئے پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے قبر کھدی ہوئی تھی۔

میں نے آقا کو سلام کیا، آپ نے بیٹھنے کا حکم دیا اور مجھ سے فرمایا: ”صقر بن ابی دلف! یہاں کیسے آئے ہو؟“

میں نے عرض کی: ”میں آپؑ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔“

پھر میں قبر کو دیکھ کر بے ساختہ رونے لگا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: ”صقر! مت گھبراؤ یہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے۔“

میں یہ سن کر مطمئن ہو گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: ”مولا! میں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث سنی ہے جس کا مفہوم میں آج تک سمجھ نہیں سکا۔“

آپؑ نے فرمایا: "تمہارا اشارہ کس حدیث کی جانب ہے؟"

میں نے عرض کی: "آنحضرت کی ایک حدیث ہے کہ "لا تعادوا الایام فتعادیکم. دنوں سے دشمنی نہ رکھو ورنہ دن بھی تم سے دشمنی کریں گے" اس حدیث کا مفہوم آج تک میرے ذہن میں واضح نہیں ہوا۔"

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "ایام" سے مراد ہم ہیں۔ ہفتہ رسول خداؐ کا دن ہے۔ اتوار امیر المؤمنینؑ، سوموار امام حسنؑ و حسینؑ، منگل علیؑ بن الحسینؑ محمد بن علیؑ و جعفرؑ بن محمدؑ، بدھ موسیٰؑ بن جعفرؑ و علیؑ بن موسیٰؑ و محمدؑ بن علیؑ و علیؑ بن محمدؑ کا دن ہے، جمعرات میرے فرزند حسن عسکریؑ اور جمعہ میرے پوتے صاحب الزمانؑ کا دن ہے۔ اہل حق ان پر اجتماع کریں گے اور وہ اس جمعیت حق کی وجہ سے زمین کو عدل و انصاف سے یوں پر کریں گے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ "ایام" کا یہی مفہوم ہے، خبردار دنیا میں رہ کر ان سے دشمنی نہ کرنا ورنہ یہ آخرت میں تمہاری دشمنی کریں گے۔"

پھر فرمایا: "اب تم چلے جاؤ تاکہ ظالموں کی نگاہوں میں نہ آؤ۔"(۱)

توضیح: عربی زبان میں ہفتہ کے دن اس طرح سے گنے جاتے ہیں: یوم السبت، یوم الاحد، یوم الاثنین، یوم الثلاثا، یوم الاربعاء، یوم الخمیس، یوم الجمعة.

پہلا دن یوم السبت (ہفتہ) سبت کا دن یعنی سکون کا دن تو گویا یہ دن اس شخصیت سے موسوم ہے جس نے کائنات کو رحمت و سکون عطا کیا ہے اور وہ ذات پاک وہی ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "وما ارسلنک الا

۱۔ معانی الاخبار ص ۱۲۳۔

رحمة للعالمین. ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

عربی کیلنڈر میں دوسرا دن یوم الاحد ہے، یعنی "احد" کا دن۔ بالفاظ دیگر یہ دن اس ہستی کے نام سے موسوم ہے جو مخلوقات میں احد ہے بے مثال ہے اور وہ ذات حضرت علی علیہ السلام کی ہے۔ اسی لئے یہ دن حضرت علی علیہ السلام کا دن قرار پایا۔

تیسرا دن یوم الاثنین (سوموار) ہے۔ یوم الاثنین کے لغوی معنی ہیں دو کا دن تو یہ دن دو ایسی ہستیوں کے نام سے موسوم ہے جو رتبے اور فضیلت کے اعتبار سے برابر ہیں اور وہ دو بے مثال افراد امام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں۔ اسی لئے یوم الاثنین ان بھائیوں کا دن ہے۔

یوم الثلاثا (منگل) اس لفظ کے مغوی معنی ہیں تین کا دن تو یہ دن امام علی زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق علیہم السلام ان تین معصومین کا دن ہے۔

یوم الاربعاء (بدھ) کے معنی ہیں چار کا دن تو یہ دن امام موسیٰ کاظم، امام علی رضا، امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہم السلام کا دن ہے۔

یوم الخمیس (جمعرات) لشکر کا دن تو یہ دن اس شخصیت کی طرف منسوب ہے جس کا تعلق لشکر و عسکر سے ہے اور معصومین میں وہ ذات امام حسن عسکری علیہ السلام کی ہے۔

یوم الجمعة (جمعہ) یعنی جمع کرنے والے کا دن۔ تو یہ دن اس عظیم شخصیت کا ہے جو لوگوں کو حق و صداقت پر جمع کرے گی اور وہ ذات والا صفات امام صاحب الزمان علیہ السلام عجل اللہ فرجہ کی ہے۔

اور اسی مناسبت سے ان ایام میں معصومین کی مخصوص زیارات پڑھی جاتی ہیں۔ (من المترجم عفااللہ عنہ).

شیعانِ علیؑ کتنے خوش نصیب ہیں؟

عماد الدین طبری امامی اپنی کتاب بشارۃ المصطفیٰ میں رقم طراز ہیں:

ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے خوش و خرم ہو کر علی علیہ السلام کے پاس تشریف لائے اور انہیں سلام کیا۔

علیؑ نے سلام کا جواب عرض کیا اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آج آپ بہت زیادہ مسرور نظر آتے ہیں اس سے پہلے میں نے آپ کو اتنا مسرور کبھی نہیں دیکھا۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "علیؑ! میں تمہیں خوش خبری سنانے آیا ہوں، ابھی جبرئیلؑ نازل ہوئے تھے اور کہا کہ اللہ آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ آپؐ علیؑ کو بشارت دیں اس کے تمام شیعہ خواہ مطیع ہوں یا عاصی سب کے سب جنتی ہیں۔"

حضرت علی علیہ السلام نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے فوراً سجدے میں چلے گئے اور سجدہ کے بعد دونوں ہاتھ بلند کر کے کہا: "پروردگار! گواہ رہنا میں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے شیعوں کو دے دی ہیں۔"

امام حسین علیہ السلام نے بھی سجدہ کیا اور کہا: "خدایا! گواہ رہنا میں نے اپنی آدھی نیکیاں اپنے والد کے شیعوں کو دے دی ہیں۔"

امام حسن علیہ السلام نے بھی سجدہ کیا اور کہا: "خدایا! گواہ رہنا میں

نے اپنی آدھی نیکیاں شیعوں کو دے دی ہیں۔"

یہ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تم مجھ سے زیادہ سخی نہیں ہو، میں نے بھی اپنی آدھی نیکیاں شیعان علیؑ کو دے دی ہیں۔"

اسی اثناء میں رب العزت نے خطاب کیا: "تمہاری سخاوت و کرم مجھ سے زیادہ تو نہیں ہے، میں نے شیعان علیؑ کے گناہوں کو معاف کیا۔

دشمنوں سے حسنِ سلوک

یاسر خادم کہتا ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام نے امین الرشید کے قتل کے بعد مامون الرشید کو مشورہ دیا کہ اس وقت تمہیں خراسان میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے بہتر ہے کہ تم بغداد کو اپنا پایہ تخت قرار دو کیونکہ بغداد تمہارے آباء و اجداد کے وقت سے پایہ تخت رہا ہے۔ تمہیں بغداد جاکر امورِ مسلمین سرانجام دینے چاہئیں۔

اس مشورہ کا علم ذوالریاستین کو ہوا اور ذوالریاستین پوری طرح سے اس وقت مامون کے دل و دماغ پر مسلط تھا۔ اس کی موجودگی میں مامون کوئی رائے تک نہیں دیتا تھا۔

ذوالریاستین نے مامون کو ایسا کرنے سے منع کیا اور کہا: "میرا مشورہ مانیں آپ اس وقت بغداد مت جائیں کیونکہ اہل بغداد کو علی رضاؑ کی ولی عہدی کا صدمہ ہے اور انہوں نے ابھی تک امین کے قتل کو بھی نہیں بھلایا۔ لہذا بہتری اسی میں ہے کہ آپ بغداد مت جائیں اور اگر آپ مزید مشورہ کرنا چاہیں تو یہاں آزمودہ کار ایسے افراد بھی موجود ہیں جنہوں نے ایک مدت تک آپ

کے باپ ہارون کی خدمت کی تھی۔"

مامون نے کہا: "تم کن لوگوں کے متعلق کہنا چاہتے ہو؟"

ذوالریاستین نے کہا: "آپ علی بن ابی عمران، ابن یونس اور جلودی سے بھی مشورہ کرلیں۔"

درج بالا تینوں افراد نے امام علی رضاؑ کی ولی عہدی کی مخالفت کی تھی، اسی لئے مامون نے ان کو زندان میں ڈال دیا تھا۔

مامون نے کہا: "بہتر ہے میں ان سے بھی مشورہ کروں گا۔"

دوسری صبح امام علی رضاؑ دربار میں تشریف لائے اور مامون سے کہا: "میں نے جو تمہیں مشورہ دیا تھا، تم نے اس کے متعلق کیا سوچا؟"

مامون نے کہا: "میں نے ذوالریاستین سے گفتگو کی تھی مگر وہ اس بات سے متفق نہیں ہے اور ابھی میں تین افراد کو یہاں بلاکر بھی گفتگو کرتا ہوں۔"

پھر مامون نے کہا: "علی بن ابی عمران کو لایا جائے۔ ملازمین اسے زندان سے نکال کر دربار میں لائے۔ جیسے ہی اس کی نظر امام علی رضا علیہ السلام پر پڑی تو مامون کو خطاب کر کے اس نے کہا: "امیر المؤمنین خدا کی پناہ! آپ یہ کیا کر رہے ہیں؟ بنی عباس سے خلافت کو نکال کر اولاد علیؑ میں دے رہے ہیں جب کہ آپ کے آباء و اجداد ان کو قتل کرتے رہے اور یہ خاندان ان کے خوف سے روپوشی اختیار کرتا تھا، آج پھر وہی خاندان دوبارہ برسر اقتدار آگیا ہے۔"

مامون نے کہا: "زنازادہ! زندان میں رہنے کے باوجود ابھی تک تو اپنی بے ہودہ بکواس سے باز نہیں آیا۔"

پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردو۔ جلاد نے اس کا سر قلم کردیا۔

پھر مامون نے ابن یونس کو حاضر کرنے کا حکم جاری کیا جب ابن یونس دربار میں آیا اور امام علی رضاؑ کو تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا تو اس نے مامون سے کہا جسے تو نے اپنے پہلو میں بٹھایا ہوا ہے یہ (نعوذ باللہ) ایک بت ہے خدا کو چھوڑ کر آج جسے پوجا جارہا ہے۔"

مامون نے کہا: "گرفتاری اور زندان کے باوجود بھی تیرا دماغ ابھی تک درست نہیں ہوا۔"

پھر اس نے جلاد کو حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردو۔ جلاد نے فوراً اس کا سر جدا کردیا۔

ان دو افراد کے بعد مامون نے حکم دیا کہ جلودی کو حاضر کیا جائے اور جلودی وہ شخص ہے کہ جب محمد بن جعفر بن محمد نے مدینہ میں ہارون کے خلاف خروج کیا تھا تو ہارون نے اسے فوج دے کر مدینہ بھیجا تھا اور کہا تھا کہ جب تو کامیاب ہو جائے تو محمد کا سر تن سے جدا کر دینا اور آل ابوطالب کے تمام گھروں کو لوٹ لینا اور ان کی مستورات تک کو لوٹ لینا اور مستورات کے تمام کپڑے اور زیوارات تک لوٹ لینا۔

جلودی نے ہارون کے حکم کی تعمیل کی تھی اور اپنے لشکر کو لے کر امام علی رضاؑ کے دروازے پر آگیا تھا۔ امام علی رضاؑ دروازے پر کھڑے ہوگئے اور اسے فرمایا کہ تمہارا مقصد ہمارا مال و سامان لوٹنا ہے ۔ لہذا تجھے اپنی فوج سمیت یہیں رک جانا چاہئے میں خود تمام مستورات کا سامان لے کر تمہارے حوالے

کر دیتا ہوں۔

امام علی رضاؑ کی پیشکش کو اس لعین نے نہ مانا اور کہا: "مجھے ہارون کا حکم ہے میں گھروں میں داخل ہو کر لوٹ مار کروں گا۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے قسم کھا کر کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ گھر میں مستورات کے پاس جو بھی سامان ہوگا میں وہ تمام سامان تیرے پاس لے آؤں گا، خاندان محمد کی بہو بیٹیاں عزت و پردہ کی مالک ہیں تم فوج لے کر غارت گری نہ کرو۔"

آخر کار کافی بحث و تمحیص کے بعد جلودی نے امام علی رضاؑ کا کہا مانا۔

امام علی رضا علیہ السلام گھر کے زنان خانے میں آئے اور فرمایا کہ تمام بیبیاں اپنے تمام زیورات اور اضافی کپڑے خود ان کے حوالے کردیں، تمام بیبیوں نے اپنے اپنے ہاتھوں سے اپنے زیور اتارے اور گٹھڑی بنا کر امام علی رضا کو دی۔ امام علیہ السلام نے زہرا زادیوں کے زیور اور ملبوسات جلودی کو دیئے۔

بہر نوع مامون کے حکم کے تھوڑی دیر بعد جلودی دربار میں حاضر ہوا۔

امام علی رضا علیہ السلام نے آہستہ سے مامون کے کان میں کہا: "جلودی کو کچھ نہ کہو میری وجہ سے اسے معاف کردو۔"

مامون نے کہا: "حضرت یہی تو وہ ملعون ہے جس نے دختران پیغمبرؐ کو لوٹا تھا میں اسے کیونکر معاف کرسکتا ہوں۔"

امام عالی مقام نے فرمایا: "میں اس کی سفارش کرتا ہوں۔"

جب جلودی نے امام علی رضاؑ کو مامون کے ساتھ سرگوشی کرتے ہوئے دیکھا تو اسے یقین ہوگیا کہ امام علی رضاؑ مامون کو اس کے قتل کی ترغیب

دے رہے ہوں گے۔

اس نے آتے ہی کہا: "امیرالمؤمنین! میں نے آپ کے باپ کی بہت خدمت کی تھی اور آپ کو ان خدمات کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے متعلق علی رضاؑ کی باتوں پر عمل نہ کرنا۔"

مامون نے امام علی رضاؑ سے کہا: "میں تو شاید آپ کی سفارش مان لیتا لیکن وہ خود ہی آپ کی بات نہ ماننے کی درخواست کر رہا ہے۔ اب میں اس کی قسم کا احترام کرتا ہوں۔"

پھر اس نے جلاد سے کہا کہ اس زنازادے کو بھی اس کے دو دوسرے ساتھیوں کے ساتھ ملحق کردو۔ جلودی بھی قتل ہوگیا۔

اس واقعہ سے یہی عرض کرنا مقصود ہے کہ آل محمدؐ اتنے بڑے کریم ہیں کہ وہ اپنے دشمن کو بھی سزا دینا پسند نہیں کرتے اور جو خاندان اپنے دشمن کے لئے بھی اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتا ہو تو کیا وہ اپنے ماننے والے گناہگار شیعوں کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے؟(۱)

جس نے علیؑ کی نقالی کی

ایک بادشاہ نے دربار میں ایک مسخرہ رکھا ہوا تھا جو مختلف لوگوں کی نقالی کر کے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو ہنسایا کرتا تھا۔

بادشاہ کا تعلق مذہب اہلسنت سے تھا اور اس کا ایک وزیر ناصبی اور بد عقیدہ تھا لیکن بادشاہ اس پر زیادہ اعتماد کرتا تھا۔

۱۔ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۳۶۔

جب کبھی بادشاہ کہیں باہر جاتا تو اس وزیر کو اپنا قائم مقام بنا کر جاتا۔

وزیر کو علم تھا کہ مسخرہ کا تعلق مذہب شیعہ سے ہے۔

ایک دن وزیر نے جو کہ اس وقت بادشاہ کا قائم مقام بنا ہوا تھا، مسخرے کو بلایا اور کہا: "آج میرے سامنے علی بن ابی طالب کی نقالی کر کے دکھا۔" (نعوذ باللہ)

مسخرے نے بڑی معذرت کی اور گڑگڑا کر معافی کی درخواست کی، مگر وزیر نے اپنے خبث باطن کی وجہ سے اس کا کوئی عذر قبول نہ کیا اور اسے مجبور کیا کہ ہر قیمت پر علیؑ کی نقالی کر کے دکھاؤ۔

مسخرے نے ایک دن کی مہلت طلب کی، پھر جب دوسرے دن دربار لگا ہوا تھا اور وزیر تخت شاہی پر بیٹھا ہوا تھا، اسی اثناء میں مسخرہ لباس اعراب پہن کر اور تلوار کو کمر میں حمائل کر کے دربار میں آیا۔

دربار میں آتے ہی بڑے رعب سے وزیر کو حکم دیا: "اللہ، رسولؐ اور میری خلافت بلا فصل پر ایمان لاؤ، ورنہ تیری گردن جدا کردوں گا۔"

وزیر سمجھا کہ مسخرہ علیؑ کی نقل کر رہا ہے اور خوب ہنسنے لگا۔

مسخرہ کچھ اور قریب آیا اور انتہائی گونج دار آواز میں اپنے پہلے الفاظ کی تکرار کی اور تلوار کو کچھ نیام سے نکالا۔

وزیر اس کی نقالی دیکھ کر پیٹ پکڑ کر ہنسنے لگا۔

پھر مسخرہ اور آگے ہوا اور اسے کہا کہ میں تجھے دو مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ اللہ، رسولؐ اور میری خلافت بلا فصل پر ایمان لاؤ ورنہ تیری گردن اڑا دونگا۔

وزیر اور زیادہ ہنسنے لگا۔ اب مسخرے نے پوری تلوار نیام سے نکالی اور

وزیر کی گردن پر ماری اس کی گردن کٹ کر دور جا پڑی، مسخرہ بھاگ گیا۔

چند دنوں بعد بادشاہ واپس آیا تو اس نے تمام حالات سنے، اس نے حکم دیا کہ مسخرے کو تلاش کر کے دربار میں حاضر کیا جائے۔

مسخرہ دربار میں پیش ہوا اور اس نے بادشاہ کو تمام واقعہ سنایا۔ بادشاہ بہت ہنسا اور کہا: "میں نے تجھے معاف کیا۔" (۱)

جس کا تو مولا ہو اس کو ناز کرنا چاہئے

مرحوم نراقی صاحب خزائن بیان کرتے ہیں کہ شیخ محمد روضہ مقدسہ کاظمین کے کلید بردار تھے اور ان سے میری ملاقات ہوئی تھی، موصوف انتہائی دین دار انسان تھے۔ انہوں نے ایک دن مجھے بتایا تھا کہ نادر شاہ افشار کے بعد حسن پاشا عراقِ عرب کا حکمران بنا اور اس نے بغداد کو اپنا دارالحکومت قرار دیا۔

ایک دن ماہ جمادی الثانی میں جبکہ اس کے دربار میں امراء اور آفندی اور آل عثمان کے سرکردہ افراد موجود تھے، اس نے کہا: "آپ حضرات مجھے بتائیں کہ ماہ رجب کی چاند رات کو "نور باران" کیوں کہا جاتا ہے؟"

ایک درباری نے جواب دیا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ اس رات ائمہ دین کی قبور پر نور کی بارش ہوتی ہے اسی لئے اس شب کو نور باران کہا جاتا ہے۔"

حسن پاشا نے کہا: "اچھی بات ہے یہاں عراق میں بہت سے ائمہ کے مزار ہیں اور ہمیں یقین ہے کہ ان مزارات کے خدام نے باران نور کا ضرور مشاہدہ کیا ہوگا۔"

۱۔ خزائن نراقی۔

پھر اس نے کہا: "امام ابو حنیفہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے مزارات کے مجاوروں کو دربار میں بلایا جائے۔"

جب مذکورہ مزارات کے مجاور حاضر ہوئے تو حسن پاشا نے ان سے کہا: "آپ ائمہ دین کے مزاروں کے مجاور ہیں، کیا کبھی آپ لوگوں نے رجب کی چاند رات کو نور کی برسات کا مشاہدہ کیا ہے؟"

مجاوروں نے کہا: "ہم نے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا۔"

حسن پاشا نے کہا: "حضرت موسیٰ بن جعفرؑ اور حضرت جوادؑ بھی اکابر ائمہ میں سے ہیں اور جماعت روافض انہیں واجب الاطاعت قرار دیتی ہے۔ بہتر ہے کہ ہم انہیں بھی بلا لیتے ہیں اور ان سے بھی پوچھ لیتے ہیں۔"

پھر اس نے اپنا ایک نوکر بھیجا کہ جاؤ امام جوادین کے روضہ کے کلید بردار کو بلالاؤ۔

شیخ محمد کہتے ہیں کہ اس وقت میرے والد کلید بردار تھے اور میں اس وقت بیس برس کا تھا۔ میں اپنے والد کے ساتھ حسن پاشا کے پاس گیا۔

پاشا نے میرے والد سے سوال کیا: "رجب کی چاند رات کو نور باران کہا جاتا ہے اور بیان کیا جاتا ہے کہ اس رات ائمہ دین کی مزارات پر نور افشانی ہوتی ہے تو کیا کبھی تم نے بھی نور کی برسات کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے؟"

میرے والد نے کہا: "جی ہاں میں نے یہ منظر اپنی زندگی میں کئی بار دیکھا ہے۔"

حسن پاشا نے کہا: "ماہ رجب شروع ہونے ہی والا ہے، میں چاند

رات روضہ اطہر میں بسر کروں گا اور یہ منظر خود اپنی آنکھوں سے دیکھوں گا۔"

میرے باپ نے کہا کہ بہتر ہے ہم آپ کا انتظار کریں گے۔

میرے والد وہاں سے نکلے تو بڑے پریشان تھے اور مجھ سے کہنے لگے: "میں نے عجیب جرأت کی ہے ممکن ہے اس سے ظاہری نور مراد نہ ہو اور میں نے اس سے قبل کبھی ظاہری نور برستا ہوا نہیں دیکھا، اب کیا ہوگا؟"

پھر مجھ سے کہنے لگے: "بیٹا میں نے یہ الفاظ کہہ کر اپنے آپ کو ہلاکت کے حوالے کیا۔"

ماہ رجب جوں جوں قریب ہونے لگا میرے والد کی حالت اتنی ہی خراب ہوتی گئی اور انہوں نے اپنی وصیت تیار کی اور جن لوگوں سے کچھ لینا دینا تھا انہوں نے لیا دیا اور ان سے ان کا کھانا تک چھوٹ گیا۔ خوف کے مارے انہیں رات کو نیند نہیں آتی تھی، سارا دن روضہ مبارک میں گریہ کرتے اور راتوں کو نوافل پڑھتے اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے ارواح طیبہ سے توسل کیا کرتے تھے۔

آخرکار ماہ جمادی الثانی ختم ہوا اور ماہ رجب کی چاند رات ہوئی، بادشاہ غروب آفتاب کے بعد روضۂ مبارک پر آیا اور میرے والد سے کہا: "تمام زائرین کو حرم سے روانہ کردیں اور یہ شب ہم اور تم دونوں روضۂ اطہر پر بسر کریں گے۔"

تمام زائرین کو روضۂ اطہر سے رخصت کردیا گیا اور تمام دروازے بند کردیئے گئے، نماز عشاء کے بعد پاشا نے حکم دیا کہ تمام شمعیں اور فانوس بجھا دیئے جائیں، میرے والد نے تمام روشنیاں گل کردیں۔

حسن پاشا نے فاتحہ پڑھی اور ضریح کے ساتھ بیٹھ کر نماز و ادعیہ میں مصروف ہوگیا۔ میرے والد بڑے بے چین تھے وہ بار بار اپنے رخسار زمین پر ملتے اور نور کی برسات کے لئے دعا مانگتے، اسی طرح سے دو گھنٹے گزرے تھے کہ اچانک چھت شگافتہ ہوئی اور نور کی لہریں قبر منور پر چمکنے لگیں اور روشنی اتنی تیز اور شدید تھی کہ آنکھیں چندھیا گئیں، یوں معلوم ہوتا تھا کہ سینکڑوں سورجوں کی روشنی قبر منور پر پڑ رہی ہے۔

یہ منظر دیکھ کر حسن پاشا اٹھا اور بلند آواز سے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود پڑھنے لگا اور میرے والد کے چہرے کو چوم کر کہا: "واقعی تمہارا مولا اس قابل ہے کہ انسان اس کی خدمت کرے۔"

پھر اس نے میرے والد اور دوسرے تمام خدام کو بہت سا انعام دیا اور نصف شب کے بعد واپس چلا گیا۔(۱)

دوستوں کی ارادت اور ائمہ کی توجہ

محمد بن مسلم کا شمار ثقہ رواۃ میں ہوتا ہے اور وہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام کے اکابر صحابہ میں سے تھے۔

ایک مرتبہ وہ کوفے سے امام باقر علیہ السلام کی زیارت کے قصد سے مدینہ روانہ ہوئے، ان کا بیان ہے کہ راستے میں میری طبیعت انتہائی خراب ہوگئی اور میں حرکت کرنے کے قابل نہ رہا۔

جب میں مدینہ پہنچا اور امام محمد باقر علیہ السلام کے مہمان خانے میں

۱۔ خزائن نراقی ص ۲۲۷۔

وارد ہوا تو غلام میرے لئے ٹھنڈا شربت لے کر آیا، میں نے منہ سے لگایا تو انتہائی شیریں اور خوشبودار شربت تھا، جب میں نے شربت پی لیا تو امامؑ کے غلام نے مجھ سے کہا کہ امامؑ نے فرمایا ہے کہ تم شربت پی کر مسجد میں آجاؤ۔

میں نے دل میں سوچا کہ میں تو حرکت کرنے سے قاصر ہوں، پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حکم امامؑ کی تعمیل ضروری ہے، جیسے ہی میں نے حرکت کی میں نے اپنے آپ کو مکمل طور پر تندرست پایا اور یوں محسوس ہوا کہ میں اس سے قبل جن زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا وہ تمام زنجیریں یک بیک ٹوٹ گئی ہیں اور میں ان کی گرفت سے آزاد ہو چکا ہوں۔

پھر میں امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے بلند آواز میں فرمایا: "اب تندرست ہو اور سلامتی کے ساتھ ہمارے ہاں چلے آؤ۔"

میں امامؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور فرط عقیدت سے رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا: "روتے کیوں ہو؟"

میں نے عرض کی: "قربان جاؤں میں اس لئے روتا ہوں کہ میں آپؑ سے بہت دور ہوں اور ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو سکتا اور اگر طویل سفر کر کے آپ کی زیارت کا شرف حاصل بھی کروں تو بھی زیادہ دیر آپ کے پاس نہیں ٹھہر سکتا۔"

یہ سن کر امام علیہ السلام نے فرمایا: "فکر کی کوئی بات نہیں ہے تم ہمارے پاس زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکتے تو یہ ہمارے شیعوں کا امتحانِ عشق ہے اور اگر تم ہم سے دور ہو تو بھی کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم اس دوری کے عادی ہیں

کیونکہ میرے جد امجد امام مظلوم علیہ السلام ہم سے بہت دور فرات کے کنارے مدفون ہیں۔

اور تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں طویل مسافرت طے کرنی پڑتی ہے تو یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مؤمن جب تک خدا کے جوار رحمت میں نہ پہنچ جائے وہ مسافر ہی رہتا ہے۔

اور جو تم نے یہ کہا ہے کہ تم ہم سے محبت کرتے ہو اور ہمیشہ ہماری زیارت کے خواہش مند ہو تو اللہ تمہارے دل سے آگاہ ہے اور وہ تمہیں اس ولاو محبت کی جزا دے گا۔"(۱)

آل محمدؑ دوستوں کی موت پر کیا کرتے ہیں؟

جب یونس بن یعقوب کی مدینہ منورہ میں وفات ہوئی تو امام علی رضا علیہ السلام نے اس کے لئے کفن اور کافور بھیجا اور اپنے غلاموں اور اس کے والد کو حکم دیا کہ اس کے جنازے میں شریک ہوں۔

پھر آپؑ نے غلاموں کو حکم دیا کہ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا غلام تھا اور عراق میں سکونت پذیر تھا، تم اس کے جنازے کو جنت البقیع لے جانا اور اگر اہل مدینہ اسے عراقی سمجھ کر دفن کرنے کی اجازت نہ دیں تو ان سے کہنا کہ یہ امام جعفر صادقؑ کا ایک دوست تھا جو کہ عراق میں رہتا تھا۔ اگر اہل مدینہ نے اسے دفن نہ ہونے دیا تو ہم بھی کسی مدنی کو اجازت نہیں دیں گے کہ وہ اپنے غلاموں کو جنت البقیع میں دفن کر سکیں۔

۱۔ دارالسلام نوری ج ۲ ص ۱۷۲۔

پھر آپؑ نے محمد بن حباب کو حکم دیا کہ وہ یونس بن یعقوب کی نماز جنازہ پڑھائیں۔

حکم کے مطابق محمد بن حباب نے یونس کی نماز جنازہ پڑھائی اور یونس کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

محمد بن ولید کا بیان ہے کہ میں ایک دن یونس بن یعقوب کی قبر پر بیٹھا فاتحہ پڑھ رہا تھا کہ قبرستان کا متولی میرے پاس آیا اور کہا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ مجھے امام علی رضا علیہ السلام نے حکم دیا ہے کہ میں چالیس دن تک اس قبر پر پانی چھڑکوں اور حضرت رسالت مآب صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے جنازہ کی چارپائی میرے پاس ہے اور جب بھی بنی ہاشم میں سے کسی کی وفات ہوتی ہے تو رات کے وقت چارپائی میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور آواز پیدا ہوتی ہے۔ جس شب کو اس مؤمن کی وفات ہوئی تو اس رات چارپائی میں حرکت پیدا ہوئی تھی اور آواز پیدا ہوئی تھی۔ میں آواز سن کر پریشان ہو گیا تھا اور حیران تھا کہ بنی ہاشم میں سے کوئی بیمار نہیں ہے پھر نجانے چارپائی سے یہ آواز کیوں پیدا ہو رہی ہے۔

جب صبح ہوئی تو امام علی رضاؑ کے غلام آئے اور مجھ سے چارپائی طلب کی میں نے پوچھا کہ کون فوت ہو گیا ہے؟

انہوں نے بتایا کہ امام صادق علیہ السلام کا ایک غلام تھا جو کہ عراق میں رہائش پذیر تھا، وفات پا گیا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۵ ص ۲۹۲۔

دختر فاطمہ زہرا (علیہا السلام) کی برکت سے میری امت کے بہت سے مرد و زن آتش دوزخ سے آزاد ہوں گے۔"(۱)

شیعہ اور ہیں اور محبّ اور ہیں

جس دور میں امام ہشتم حضرت علی رضا علیہ السلام ولی عہد تھے تو ایک گروہ ان سے ملنے کے لئے دروازے پر آیا اور کہا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرو کہ شیعان علیؑ کا ایک گروہ آپ کی زیارت کا خواہش مند ہے۔

آپؑ نے فرمایا: "میں مصروف ہوں تم واپس چلے جاؤ۔"

دوسرے دن وہ گروہ پھر آپؑ کے دروازے پر آیا اور انہوں نے دربان سے کہا: "مولا سے کہیں کہ شیعان علیؑ کا ایک گروہ آپؑ سے ملاقات کا خواہش مند ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "انہیں واپس بھیج دو۔"

الغرض مذکورہ گروہ پورے دو ماہ تک آپؑ کے دراطہر پر روزانہ آتا رہا اور آپؑ انہیں روزانہ واپس کرتے رہے۔

دو ماہ بعد اس گروہ نے ایک دن دربان سے کہا: "آپ مولا کی خدمت میں عرض کریں کہ آپ نے ہمیں دو ماہ سے محرومِ زیارت کیا ہوا ہے، اب دشمن ہم پر ہنستے ہیں، اگر ہم اسی طرح سے واپس چلے گئے تو لوگ ہم سے مذاق کریں گے اور ہم کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے۔"

تب آپؑ نے ان کو باریابی کی اجازت بخشی، وہ لوگ داخل ہوئے اور

۱۔ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۲۶۹۔

آپؑ پر سلام کیا۔

آپؑ نے انہیں نہ تو سلام کا جواب دیا اور نہ ہی انہیں بیٹھنے کیلئے کہا۔

انہوں نے عرض کی: "مولا! آپؑ نے ہم پر یہ کیسا ستم کیا ہے کہ پورے دو ماہ تک ہمیں ملاقات کی اجازت نہ دی اب بتائیں ہماری کیا توقیر باقی رہ گئی ہے؟"

آپؑ نے یہ آیت تلاوت کی: "**ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم ویعفوا عن کثیر.** (تمہیں جو بھی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کی پیدا کردہ ہوتی ہے اور اللہ بہت سی باتوں کو معاف کر دیتا ہے۔)"

میں نے اس کام میں خدا اور پیغمبرؐ اور علیؑ اور اپنے آبائے طاہرین کی پیروی کی ہے، تم پر یہ ہستیاں ناراض ہیں اسی لئے میں بھی تم پر ناراض ہوں۔

انہوں نے عرض کی: "مولا! آپؑ یہ بتائیں کہ ہم سے کونسی غلطی سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے آپؑ ہم سے ناراض ہیں؟"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ تم شیعان علیؑ ہو، تم پر افسوس، کیا تمہیں علم نہیں ہے کہ علیؑ کے شیعہ حسنؑ اور حسینؑ اور ابوذرؓ، سلمانؓ، مقدادؓ اور عمارؓ اور محمد بن ابی بکرؓ ہیں۔

جس نے پوری زندگی میں حضرت علیؑ کے کسی فرمان پر عمل نہ کیا ہو وہ علیؑ کا شیعہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے اور تم نے شیعان علیؑ ہونے کا دعویٰ کیا جبکہ تم نے اپنی زندگی میں کئی مرتبہ علیؑ کے احکام کی نافرمانی کی ہے اور بہت سے واجبات میں تم سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے اور تم نے اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کو صحیح طریقے پر ادا نہیں کیا اور جہاں تقیہ کی ضرورت نہیں ہوتی تم تقیہ

کرتے ہو اور جہاں تقیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو تقیہ نہیں کرتے۔

اگر تم یہ کہتے کہ ہم آپ کے دوست ہیں اور آپ کے چاہنے والوں کے بھی دوست ہیں اور آپ کے دشمنوں کے دشمن ہیں تو میں تمہاری بات کو رد نہ کرتا، مگر تم نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور اپنے عمل سے اس دعویٰ کو اگر تم ثابت نہ کر سکے تو ہلاک ہو جاؤ گے، ہاں۔اگر رحمت خدا تمہیں آکر نجات دلائے تو اور بات ہے۔"

انہوں نے عرض کی: "فرزند رسولؐ! ہم اپنے سابقہ الفاظ واپس لیتے ہیں اور اس کے لئے بارگاہ احدیت میں توبہ و استغفار کرتے ہیں اور جیسا کہ آپؑ نے تعلیم دی ہے ہم وہی الفاظ کہتے ہیں کہ ہم آپ سے محبت کرتے ہیں اور آپ کے دوستوں سے بھی محبت رکھتے ہیں اور آپؑ کے دشمنوں سے نفرت و بیزاری کرتے ہیں۔"

یہ الفاظ سن کر امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مرحبا بکم یا اخوانی واھل ودی. (اے میرے برادران و دوستان تمہیں خوش آمدید) آگے آجاؤ اور مزید آگے آجاؤ اور میرے پہلو میں آکر بیٹھو۔

جب وہ بیٹھ گئے تو آپؑ نے دربان سے کہا: "یہ کتنی مرتبہ دروازے پر بغرض سلام آئے تھے؟"

دربان نے کہا: "مولا! یہ ساٹھ مرتبہ آئے تھے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم میری طرف سے انہیں ساٹھ مرتبہ سلام کرو۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "تم نے توبہ و استغفار کی تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے گناہ معاف کر دیئے اور چونکہ تم لوگ ہم سے محبت کرتے ہو اسی لئے تم احترام

کے قابل ہو۔"

پھر آپؑ نے دربان سے فرمایا کہ ان کی حاجات پوری کرو اور انہیں زاد راہ اور بہت سے تحفہ جات دے کر رخصت کرو۔(۱)

تائید مزید

ایک شخص حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: "مولا! میں آپؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "خدا کا خوف کر اور غلط دعویٰ نہ کر، ہمارے شیعہ تو وہ ہیں جن کے دل ہر طرح کی برائی اور حیلوں سے پاک ہوں۔ البتہ اس کی بجائے تجھے یہ کہنا مناسب ہے کہ میں آپؑ کا محبّ اور دوست ہوں۔"

ایک اور شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! میں آپؑ کا خاص شیعہ ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تو کیا تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جیسا ہے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "وان من شیعته لابراهیم اذ جآء ربه بقلب سلیم" (اور یقیناً اس کے شیعوں میں سے ابراہیمؑ تھے جب وہ اپنے رب کے حضور قلب سلیم لے کر پیش ہوئے۔)

اگر تیرا قلب ابراہیمؑ قلب کی طرح ہے تو پھر تو ہمارا شیعہ ہے۔ اگر تیرا دل ہر طرح کی ملاوٹ سے پاک ہے تو پھر تو ہمارے دوستوں میں سے ہے اور اگر ایسا نہیں ہے اور پھر بھی تو دعویٰ کرتا ہے تو اس جھوٹ کی وجہ سے اللہ

بحار الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۲۴۴۔

تجھے فالج یا جذام کی بیماری میں مبتلا کرے گا جو آخری دم تک تیرے ساتھ رہے گی۔"

امام محمد باقر علیہ السلام کی موجودگی میں ایک شخص نے دوسرے پر فخر کیا تو دوسرے نے کہا: "تو مجھ پر کیسے فخر کر سکتا ہے جبکہ میں شیعان آل محمدؐ میں سے ہوں۔"

یہ سن کر امام عالی مقام نے اسے فرمایا: "رب کعبہ کی قسم! تجھے اس پر کوئی فخر حاصل نہیں ہے اور تو نے اپنی نسبت میں بھی دروغ گوئی سے کام لیا ہے، مجھے یہ بتا کہ تو اپنی دولت کو اپنے لئے خرچ کرنا بہتر سمجھتا ہے یا اپنے مؤمن دوستوں کے لئے؟"

اس نے عرض کی: "میں اپنی دولت کو اپنی ذات پر خرچ کرنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "پھر تو ہمارا شیعہ نہیں ہے، تم ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ نہ کرو البتہ یہ کہو کہ تم ہمارے محبّ ہو اور ہماری محبت کی وجہ سے امید نجات رکھتے ہو۔"(۱)

نعمت حقیقی کیا ہے؟

ابراہیم بن عباس کاتب کہتے ہیں کہ ہم امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک فقیہ نے کہا کہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم. پھر اس دن تم سے نعمت کے متعلق

۱۔ یہ روایات بحار الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۱۴۳، ۱۴۴ سے ماخوذ ہیں۔

ضرور پوچھا جائے گا۔"

اس آیت مجیدہ میں "نعیم" کے متعلق باز پرس کا اعلان کیا گیا ہے کیا اس "نعیم" سے مراد ٹھنڈا پانی ہے؟

امام علی رضا علیہ السلام نے صدا دے کر فرمایا: "ٹھہرو تم کہتے ہو کہ "نعیم" سے مراد ٹھنڈا پانی ہے، بعض لوگ کہتے ہیں اس سے مراد نیند ہے اور بعض لوگ کہتے ہیں اس سے مراد اچھی روٹی ہے۔

میرے والد ماجد علیہ السلام نے یہی مسئلہ اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا تھا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ تفسیر صحیح نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑا کریم و رحیم ہے۔ دنیا میں کوئی اچھا میزبان اپنے مہمان کو روٹی اور ٹھنڈا پانی کھلا پلا کر اس سے اس کا سوال نہیں کرتا تو منعم حقیقی اپنے بندوں سے روٹی پانی کا سوال کیسے کرے گا؟ یہ اس کے حسن تفضّل کے خلاف ہے۔

ولکن النعیم حبنا اهل البیت و موالاتنا یسال اللّٰه عنه بعد التوحید و بنوة رسوله صلی اللّٰه علیه و آله وسلم.

(نعیم ہم اہلبیت کی محبت و ولایت ہے، اللہ تعالیٰ اپنی توحید اور رسولؐ کی نبوت کے بعد لوگوں سے اس کا سوال کرے گا۔)"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "یا علیؑ! ان اول مایسال عنه العبد بعد موته شهادة ان لا اله الا اللّٰه وان محمد رسول اللّٰه وانك ولی المؤمنین بما جعله اللّٰه وجعلته فمن اقربذلك وكان مقعده صار الی النعیم

الذی لازوال له.

(یا علیؑ! مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان سے اللہ کی توحید اور میری نبوت اور تمہاری ولایت کا سوال کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ کیا تم نے علیؑ کی ولایت کو اس طرح سے تسلیم کیا ہے جیسا اللہ نے اس کے متعلق حکم نازل کیا اور جیسا میں نے پہنچایا؟ اور جو اس کا معترف ہوگا اور اس کا اقرار کرنے والا ہوا تو وہ اس نعیم ابدی میں پہنچ جائے گا جسے زوال نہیں آئے گا۔)"(۱)

چند روایات

عن ابی اسامة زید الشحام قال: قلت لابی عبداللہؑ اسمی فی تلك الاسماء یعنی فی کتاب اصحاب الیمین قال نعم و عنه ایضاً قال: قال لی ابو عبداللہؑ کم اتیٰ لك سنة قلت کذا و کذا قال یا اسامة ابشر فانت معنا وانت من شیعتنا، اماترضیٰ ان تکون معنا قلت بلیٰ یاسیدی فکیف لی ان اکون معکم فقال یا زید ان الصراط الینا وان المیزان الینا وحساب شیعتنا الینا واللہ یازید انی ارحم بکم من انفسکم واللہ لکانی انظر الیك والی الحرث بن مغیرة النضری فی الجنة فی درجة واحدة.

"الکنی والالقاب ج ۱ ص ۴"

ابواسامہ زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "مولا! کیا میرا نام "اصحاب یمین" میں ہے؟"

ینابیع المودۃ ج ۱ ص ۱۱۱۔

آپؑ نے فرمایا: "ہاں۔"

زید شحام کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک دن مجھ سے فرمایا: "اس وقت تیری عمر کتنی ہے؟"

میں نے عرض کی: "اتنے سال ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تجھے بشارت ہو تو ہمارے ساتھ ہوگا اور ہمارے شیعوں میں سے ہے اور کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو ہمارے ساتھ ہو؟"

میں نے عرض کی: "مولا! بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں آپؑ حضرات کے ساتھ رہوں؟"

آپؑ نے فرمایا: "زید! بے شک صراط، قیامت اور میزان اعمال ہمارے اختیار میں ہوگا اور ہمارے شیعوں کا حساب بھی ہمارے ہاتھ میں ہوگا۔

زید! خدا کی قسم میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں، میں تجھے اور حرث بن مغیرہ نضری کو جنت کے ایک درجے میں دیکھ رہا ہوں۔"

عن الطیالسی عن العلا عن محمد قال سالت ابا جعفرؑ عن قول اللہ عزوجل: فاولئك یبدل اللہ سیئاتھم حسنات وکان اللہ غفوراً رحیماً. فقال(ع): یوتی بالمؤمن المذنب یوم القیامة حتی یقام بموقف الحساب فیکون اللہ تعالیٰ ھوالذی یتولّٰی حسابه لا یطلع علی حسابه احدا من الناس فیعرفه ذنوبه حتی اذا اقرَّ بسیئاته قال اللہ عزوجل للکتبة بدلوھا حسنات واظھروھا للناس فیقول الناس حینئذ ماکان لھذا العبد سیئة واحدة ثم یامراللہ به الی الجنة فھذا تاویل الایة فھی فی المذنبین من شیعتنا خاصة.

محمد کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے "فاولئك يبدل الله سيئاتهم حسنات. (سورۃ فرقان آیت ۷۰) تو اللہ ان کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دے گا" کی آیت مجیدہ کی تفسیر پوچھی۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "قیامت کے دن مؤمن کو حساب کے موقف میں لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس کا حساب خود لے گا اور لوگوں میں سے کسی کو اس کے حساب کے متعلق مطلع نہیں کرے گا، اللہ اسے اس کے گناہ یاد دلائے گا، وہ اپنے تمام گناہوں کا اقرار کرے گا تو اللہ تعالیٰ لکھنے والوں کو حکم دے گا کہ اس کی برائیوں کو نیکیوں میں بدل دیا جائے اور اس کی نیکیاں لوگوں میں ظاہر کی جائیں۔

لوگ اس کی نیکیاں دیکھ کر کہیں گے: "اس شخص کو دیکھو جس نے ایک بھی برائی نہیں کی۔"

پھر اللہ تعالیٰ اسے جنت جانے کا حکم دے گا تو یہ آیت مجیدہ کی تاویل ہے اور یہ ہمارے گناہگار شیعوں کے لئے مخصوص ہے۔"

عن الرضا(ع) عن ابائہؑ قال: قال رسول اللہؐ حبنا اهل البيت يكفر الذنوب ويضاعف الحسنات وان الله تعالىٰ يتحمل عن محبينا اهل البيت ماعليهم من مظالم العباد الا ماكان منهم على اضرار و ظلم للمؤمنين فيقول للسيئات كونى حسنات.

ايضاً عن الرضا(ع) عن ابائه قال: قال رسول اللهؐ اذا كان يوم القيامة ولينا حساب شيعتنا فمن كانت مظلمته فيما بينه و بين الله عزوجل حكمنا فيها فاجابنا ومن كانت مظلمة فيما بينه و بين الناس استوهبناه فوهبت لنا

ومن كانت مظلمته فيما بينه و بيننا كنا احق من عفا وصفح.

"بحار الانوار ج ۱۵ جزو اول ص ۱۲۸"

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت رسول کریمؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: "ہمارے خاندان کی محبت گناہوں کو محو کردیتی ہے اور نیکیوں کو دوگنا کردیتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہمارے خاندان کے محبوں کی ان غلطیوں کو جو دوسرے لوگوں کے حق میں ان سے صادر ہوئی ہوں گی، کی خود تلافی فرمائے گا۔ مگر ان غلطیوں کی تلافی نہیں کرے گا جو انہوں نے مؤمنوں پر کی ہوں گی اور اللہ قیامت کے دن ان کی برائیوں کو حکم دے گا کہ تم نیکیاں بن جاؤ۔"

اسی اسناد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ہم اپنے شیعوں کا حساب خود لیں گے اور جس نے ایسا گناہ کیا ہوگا جس کا تعلق اس سے اور اس کے خدا کے ساتھ ہوگا تو اللہ ہمیں اس کے متعلق اختیار دے گا۔ ہم جو بھی فیصلہ کریں گے اللہ اسے رد نہیں کرے گا اور جس نے ایسا گناہ کیا ہوگا جس کا تعلق حقوق العباد سے ہوگا تو ہم صاحب حق سے معافی کی درخواست کریں گے وہ معاف کردے گا اور جس نے ایسا گناہ کیا ہو جس کا تعلق اس سے اور ہم سے ہوگا تو ہم عفو و بخشش کے زیادہ حقدار ہیں۔

عن ابی یعفور قال قلت لابی عبداللهؑ انی اخالط الناس فيكثر عجبى من اقوام لايتولونكم ويتولون فلانا و فلانا لهم امانة و صدق و وفاء و اقوام يتولونكم ليس لهم تلك الامانة ولا الوفاء والصدق قال فاستوىٰ جالسا و اقبل عليَّ كالغضبان ثم قال لا دين لمن دان بولاية امام جائر ليس من الله،

ولاعتب على من دان بولاية امام عدل من الله قال قلت لا دين لاولئك ولاعتب على هؤلآء فقال نعم لا دين لاولئك ولاعتب على هؤلآء ثم قال: اما تسمع لقول الله (الله ولى الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور) يخرجهم من ظلمات الذنوب الى نور التوبة والمغفرة لولايتهم كل امام عادل من الله وقال (والذين كفروا اوليائهم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمات) قال قلت اليس الله عنى بها الكفار حين قال والذين كفروا قال فقال واى نور للكافر وهو كافر فاخرج منه الى الظلمات انما عنى لله بهذا انهم كانوا على نور الاسلام فلما ان تولوا كل امام جائرليس من الله خرجوا بولايتهم اياهم من نور الاسلام الى ظلمات الكفر فاوجب لهم النار مع الكفار فقال اولئك اصحاب النارهم فيها خالدون.

"بحار الانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۱۲۹"

ابی یعفور کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! میں بہت سے لوگوں سے راہ و رسم رکھتا ہوں اور میں ان لوگوں کو دیکھ کر حیران رہ جاتا ہوں جو آپ کی ولایت کو تسلیم نہیں کرتے اور فلاں و فلاں سے محبت کرتے ہیں مگر ان میں امانت اور سچائی اور وفا نظر آتی ہے اور اس کے برعکس مجھے ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو آپ سے ولا رکھتے ہیں مگر ان میں وہ امانت اور وفا اور سچائی دکھائی نہیں دیتی۔

میری یہ بات سن کر امام عالی مقام اٹھ کر بیٹھے اور غضبناک شخص کی طرح مجھے دیکھ کر فرمایا: "وہ لوگ جو ظالم پیشواؤں کی پیروی کریں جنہیں اللہ نے پیشوا

نہیں بنایا، ان کا کوئی دین نہیں ہے اور جو اللہ کے مقرر کردہ امام عادل کی پیروی کریں ان کے لئے کوئی عتاب اور سرزنش نہیں ہے۔"

میں نے کہا: "تو مقصد یہ ہے کہ اُن کا دین نہیں ہے اور اِن کے لئے کوئی سرزنش نہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "جی ہاں! اُن کا دین نہیں ہے اور اِن کے لئے سرزنش نہیں ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "تو کیا تو نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں سنی "اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمات الی النور. اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لائے اللہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔

یعنی اللہ انہیں گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر توبہ و مغفرت کے نور میں لے آتا ہے اور انہیں نور توبہ و مغفرت کی ہدایت اس لئے کرتا ہے کہ وہ اللہ کے مقرر کردہ امام عادل سے دوستی رکھتے ہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "والذین کفروا اولیائھم الطاغوت یخرجونھم من النور الی الظلمات. اور جن لوگوں نے انکار کیا ان کے سرپرست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے نکال کر تاریکیوں میں لے جاتے ہیں۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ حالت کفر میں کافر کے پاس نور ہوتا ہی کب ہے کہ طاغوت اسے نور سے نکال کر تاریکیوں میں لے جائے؟

اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان ظالم پیشواؤں کو تسلیم کرتے ہیں جنہیں اللہ نے مقرر نہیں کیا، اسی وجہ سے طاغوت انہیں نور اسلام سے نکال کر کفر و گمراہی کی تاریکیوں میں دھکیل دیتے ہیں اور ان کیلئے دوزخ کی سزا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون. وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔"

عن محمد بن سليمان الديلمى عن ابيه قال: دخل سماعة بن مهران على الصادقؑ فقال يا سماعة من شرالناس قال نحن يابن رسول الله قال فغضب حتى احمرت وجنتاه ثم استوى جالسا و كان متكئا فقال ياسماعة من شرالناس عندالناس فقلت والله ماكذبتك يا بن رسول الله نحن شرالناس عندالناس لانهم سمّونا كفارا و رافضة فنظر الیّ ثم قال كيف بكم اذا سيق بكم الى الجنة وسيق بهم الى النار فينظرون اليكم ويقولون (مالنا لانرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار) ياسماعة بن مهران انه من اسآء منكم اسائة مشينا الى الله تعالى يوم القيامة باقدامنا فنشفع فيه فنشفع والله لا يدخل النار منكم عشره رجال والله لا يدخل النار منكم خمسة رجال والله لا يدخل النار منكم ثلاثة رجال والله لا يدخل منكم رجل واحد فتنافسوا فى الدرجات واكمدوا عدوكم بالورع.

"بحارالانوار ج ۱۵ حصہ اول ص ۳۳

محمد بن سلیمان دیلمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ سماعہ بن مہران امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا: "سماعہ! بدترین لوگ کون ہیں؟"

سماعہ نے کہا: "مولا! ہم ہیں۔"

سماعہ کہتے ہیں کہ امام علیہ السلام اس وقت لیٹے ہوئے تھے فوراً اٹھ بیٹھے اور غصے کی وجہ سے آپؑ کے رخسار سرخ ہوگئے اور دوبارہ فرمایا: "سماعہ! لوگوں کے

نزدیک بدترین لوگ کون ہیں؟"

سماعہ نے کہا: "فرزند رسول! میں نے آپؑ سے جھوٹ نہیں بولا، لوگوں کی نظر میں ہم ہی بدترین لوگ ہیں، لوگ ہمیں رافضی اور کافر کہتے ہیں۔"

امام علیہ السلام نے میری جانب دیکھا اور فرمایا: "اس وقت کیا حالت ہوگی جب تمہیں جنت کی طرف لے جایا جائے گا اور انہیں دوزخ کی جانب لے جایا جائے گا؟ اس وقت وہ تمہاری طرف جانب دیکھ کر کہیں گے "مالنا لانرى رجالا كنا نعدهم من الاشرار. (سورۃ صٓ آیت ۶۲) ہمیں کیا ہوا ہے ہمیں وہ لوگ آج نظر نہیں آتے جنہیں ہم اشرار سمجھتے تھے۔"

سماعہ! یاد رکھو تم میں سے جب بھی کسی سے برائی سرزد ہوگی تو ہم قیامت کے دن اپنے قدموں سے چل کر خدا کے حضور جائیں گے اور اس کی شفاعت کریں گے اور اللہ ہماری شفاعت قبول کرے گا۔

خدا کی قسم! تم میں سے دس افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے پانچ افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے تین افراد بھی دوزخ میں نہیں جائیں گے۔ خدا کی قسم! تم میں سے ایک شخص بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تم جنت کے بلند درجات حاصل کرنے کی جدوجہد کرو اور تقویٰ و پرہیزگاری کے ذریعے سے اپنے دشمنوں کو غم و اندوہ میں مبتلا کرو۔

عن حذيفة بن منصور قال كنت عندابى عبداللهؑ اذ دخل عليه رجل فقال جعلت فداك ان لى اخالا يؤتى من محبتكم و اجلا لكم وتعظيمكم غير انه يشرب الخمر فقال الصادقؑ اما انه لعظيم ان يكون محبنا بهذه الحالة

ولکن الا انبئکم بشر من هذا. الناصب لنا شر منه وان ادنی المؤمنین
ولیس فیهم دنی یشفع فی مائتی انسان ولو ان اهل السموات السبع
والارضین السبع والبحار السبع شفعوا فی ناصب ماشفعوا فیه. الا ان هذا
لایخرج من الدنیا حتی یتوب اویتبلیه الله ببلاء فی جسده فیکون
تحبیطا لخطایاه حتی یلقی الله عزوجل لاذنب له. ان شیعتنا علی السبیل
الا قوم ان شیعتنا لفی خیر ثم قال ان ابی کان کثیرا مایقول احبب
حبیب ال محمد وان کان مرهقا ذیالا و ابغض بغیض ال محمد وان کان
صواما قواما.

"بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۳۵

حذیفہ بن منصور کہتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں
بیٹھا تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے عرض کی: "میں آپ پر
قربان جاؤں، میرا ایک بھائی ہے جسے شیطان آپ کے خاندان کی محبت، احترام
اور تعظیم سے روک نہیں سکا البتہ اس میں ایک عیب ہے وہ شراب پیتا ہے۔"
امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "واقعی یہ بات بہت بڑی ہے کہ ہمارے
محبّ کی یہ حالت ہو، کیا میں تمہیں اس سے بدتر شخص کے متعلق نہ بتاؤں؟
ہمارے خاندان کا دشمن اس سے بدتر ہے۔ یاد رکھو ایک پست ترین مؤمن اور
مؤمنوں میں ویسے بھی کوئی پست نہیں ہوتا وہ بھی دو سو افراد کی شفاعت کر سکے
گا۔ اگر سات آسمان اور سات زمینیں اور سات سمندر مل کر بھی ہمارے دشمن کی
شفاعت کریں تو بھی ان کی شفاعت قبول نہیں ہوگی اور تم نے جس شخص کا
تذکرہ کیا ہے یہ دنیا چھوڑنے سے قبل یا تو توبہ کرلے گا یا اللہ اسے کسی جسمانی

اذیت میں مبتلا کرے گا جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی اور جب وہ خدا
کے حضور حاضر ہوگا تو اس کے ذمہ کوئی گناہ باقی نہیں ہوگا۔ ہمارے شیعہ
صراط مستقیم پر ہیں اور ہمارے شیعوں کا انجام بخیر ہوگا۔"
پھر آپ نے فرمایا: "میرے والد ماجد علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کہ آل
محمد علیہم السلام کے دوست سے دوستی رکھ اگرچہ وہ فتنہ جو اور متکبر کیوں نہ ہو
اور آل محمد علیہم السلام کے دشمن سے دشمنی رکھ اگرچہ وہ روزہ دار اور شب زندہ
دار کیوں نہ ہو۔"

قال ابو عبداللهؑ ابلغ موالینا عنا السلام و اخبرهم انا لانغنی عنهم من الله
شیئا الابعمل وانهم لن ینالوا ولایتنا الا بعمل او ورع وان اشد الناس
حسرة من وصف عدلا ثم خالفه الی غیره.

"بحار الانوار ج ۲ ص ۲۸

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ہمارے دوستوں کو ہمارا سلام پہنچاؤ اور
انہیں یہ بتادو کہ ہم انہیں خدا کی جانب سے ہرگز بے نیاز نہیں کر سکتے مگر عمل
کے ساتھ اور ہماری ولایت کو پرہیزگاری اور عمل صالح کے بغیر وہ ہرگز حاصل
نہ کرسکیں گے اور قیامت کے دن وہ شخص سب سے زیادہ حسرت و ملال کا شکار
ہوگا جو نیک کام کی تعریف کرے اور پھر اس کے خلاف عمل کرے۔"

باب چہارم

دین میں استقامت

ان الذین قالوا ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکة. (سورۃ فصلت آیت ۳۰)

"بے شک جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے،
پھر انہوں نے استقامت اختیار کی، ان پر فرشتے
نازل ہوتے ہیں۔"

استقامت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سبقت اسلام کا شرف حاصل کرنے والے خوش نصیب افراد میں بلال بن رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔ وہ بنی جمح کے غلام زادوں کی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو ابو جہل لعین انہیں گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینے پر وزنی پتھر رکھ دیتا تھا۔ گرم ریت اور دہکتے ہوئے انگاروں پر انہیں لٹایا جاتا تھا۔ ان کی پشت گرمی کی وجہ سے جل جاتی تھی۔

ابو جہل ان سے کہتا تھا کہ محمدؐ کا دین چھوڑ دے۔ مگر وہ جواب میں ہمیشہ کہتے تھے: "احد، احد۔ یعنی اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔"

ایک دن بلالؓ کو اذیت دی جا رہی تھی اور وہ زبان سے احد، احد کا نعرۂ مستانہ بلند کر رہے تھے کہ وہاں سے ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا، وہ بلالؓ کی اس جرأت ایمانی سے بہت متاثر ہوا اور کہا: "بلالؓ! اگر اس حالت میں تو مر گیا تو ہم تیری قبر کو سوز و گداز اور نالوں کا مقام قرار دیں گے۔"

ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات کی اور فرمایا: "اگر میرے پاس کچھ دولت ہوتی تو میں بلالؓ کو اس کے مالک سے خرید لیتا۔"

حضرت ابو بکرؓ نے عباس بن عبد المطلبؓ سے درخواست کی کہ وہ بلالؓ کو ان کے لئے خرید کریں۔

عباسؓ، بلالؓ کی مالک عورت کے پاس گئے اور بلالؓ کی خریداری کے لئے اس سے رابطہ کیا۔

عورت نے کہا: "آپ اسے مت خریدیں یہ خبیث اور بد سیرت غلام ہے۔"

عباسؓ دوسرے دن پھر بلال کی خریداری کے لئے اس عورت کے پاس گئے، آخر کار عورت نے بلالؓ کو فروخت کر دیا۔

عباسؓ، بلالؓ کو خرید کر ابو بکرؓ کے پاس لے گئے۔(۱) حضرت ابو بکرؓ نے بلالؓ کو آزاد کر دیا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلالؓ کو اپنا مؤذن

۱۔ اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۰۶۔

مقرر کردیا۔

ایک مرتبہ چند لوگوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ بلالؓ کا لہجہ درست نہیں ہے وہ شین کو سین کہتے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "سین بلالؓ شین عنداللہ. (بلالؓ کی زبان سے نکلی ہوئی سین اللہ کی نظر میں شین ہے۔)"

حضرت بلالؓ، حضرت ابوبکرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے مگر اس کے باوجود وہ حضرت علیؑ کا زیادہ احترام کرتے تھے۔

کسی نے بلالؓ کو طعنہ دے کر کہا: "تجھے آزاد تو ابوبکرؓ نے کیا لیکن تو علیؑ کا زیادہ احترام کرتا ہے۔"

بلالؓ نے کہا: "میں علیؑ کا اس لئے زیادہ احترام کرتا ہوں کہ علیؑ کا مجھ پر ابوبکرؓ کی بہ نسبت زیادہ حق ہے کیونکہ ابوبکرؓ نے مجھے غلامی اور تکلیف سے نجات دلائی ہے اگر ابوبکرؓ مجھے اس غلامی سے نجات نہ دلاتے تو میں اللہ کی راہ میں صبر کرتا اور اذیت کی وجہ سے مر جاتا اگر ایسا ہوتا تو میں جنت میں چلا جاتا اور علیؑ نے مجھے ابدی عذاب اور دوزخ سے نجات دلائی ہے کیونکہ علیؑ کی دوستی اور محبت بہشت بریں کا سبب ہے اور نعمت جاودانی کی موجب ہے۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی ان میں حضرت بلالؓ پیش پیش تھے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے حضرت بلالؓ کا گریبان پکڑ کر کہا: "بلالؓ!

جس نے تجھے آزاد کیا تو نے اس کی بیعت نہیں کی؟"

بلالؓ نے بے دھڑک ہو کر کہا: "اگر ابوبکرؓ نے مجھے اللہ کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو وہ مجھے اپنے لئے کچھ نہیں کہے گا اور اگر اس نے مجھے کسی اور کی خوشنودی کے لئے آزاد کیا تھا تو میں آج بھی اپنے آپ کو اس کی غلامی میں دے دیتا ہوں وہ جو چاہے مجھ سے سلوک کرے اور جہاں تک بیعت کرنے کا تعلق ہے تو جسے پیغمبر خداؐ نے اپنی حیات طیبہ میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا، میں اس کے علاوہ کسی اور کی بیعت نہیں کر سکتا۔ علیؑ کی بیعت قیامت تک ہماری گردن پر باقی ہے۔"

یہ سن کر حضرت عمرؓ، بلالؓ پر سخت ناراض ہوئے اور انہیں سخت سست کہا اور حکم دیا کہ تم ہمارے ساتھ یہاں نہیں رہ سکتے۔

حضرت بلالؓ یہ حکم سن کر مدینہ کی رہائش ترک کر کے شام چلے گئے۔(۱)

استقامت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت خبابؓ بن الارت سابقین اولین میں سے تھے اور وہ کفار مکہ میں سے ایک عورت کے غلام تھے۔

جب خبابؓ مسلمان ہوئے تو کفار مکہ انہیں اذیتیں دینے لگے۔

پتھروں پر آگ جلائی تھی اور جب پتھر اچھی طرح سے گرم ہو جاتے تو انہیں ان پتھروں پر لٹا دیا جاتا تھا۔ خبابؓ بن الارت کا گوشت پتھروں پر بھن

۱۔ سفینۃ البحار ج۱ ص ۱۰۴۔

جاتا تو انہیں وہاں سے اٹھالیا جاتا تھا۔

خبابؓ کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے میں نے آپ سے کفار کی ایذا رسانیوں کی شکایت کی اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کیوں نہیں کرتے کہ وہ ہمیں ان ظالموں کی ایذا رسانی سے نجات دلائے اور ہمیں سکھ کا سانس لینا نصیب ہو۔"

میری یہ بات سن کر آپؐ فوراً اٹھ بیٹھے اور آپ کا چہرہ غصے سے سرخ تھا اور فرمایا: "تم سے جو لوگ پہلے گزرے ہیں وہ ان تمام اذیت رسانیوں پر صبر کرتے تھے۔ کفار ان کو پکڑ لیتے تھے اور ان کے لئے ان کے سامنے قبریں کھودی جاتی تھیں، ان کے سروں پر آرے چلائے جاتے تھے، لوہے کی بنی ہوئی کنگھیاں ان کے گوشت میں داخل کی جاتی تھیں اس کے باوجود وہ اپنے دین سے منحرف نہیں ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ اسلام کو اتنی قوت دے گا کہ انسان سوار ہو کر تنہا صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اللہ کے علاوہ اسے کسی کا خوف نہ ہوگا، تم جلد بازی کرتے ہو اور صبر سے کام نہیں لیتے۔"

خبابؓ لوہار تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لاتے اور ان سے گفتگو کیا کرتے تھے۔

خبابؓ کی مالکن کو اس کی خبر ہوئی اس نے لوہے کی سلاخ گرم کر کے خبابؓ کے سر کو داغا۔ خبابؓ نے اپنی مالکن کی شکایت حضور اکرمؐ کے پاس کی۔ آپؐ نے اس عورت کو بد دعا دی۔

اس عورت کے سر میں شدید درد ہوا اور درد کی شدت سے وہ کتے کی طرح بھونکنے لگی۔ اس نے جتنا بھی علاج کرایا کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔

عورت کو کسی نے مشورہ دیا کہ اگر درد سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہو تو لوہے کی میخ گرم کر کے سر کو داغ دلاؤ۔

عورت نے خبابؓ کو بلا کر کہا کہ لوہے کی میخ گرم کر کے میرے سر پر داغ لگاؤ۔ خبابؓ نے ایسا کیا تو اسے درد سے سکون محسوس ہوا۔ مگر چند دنوں کے بعد پھر درد کا دورہ پڑا غرضیکہ خبابؓ نے کئی مرتبہ اس کے سر کو میخوں سے داغا۔

ایک دن عمر بن خطابؓ نے خبابؓ سے پوچھا: "مشرکین تجھے کیسی اذیت دیتے تھے؟"

خبابؓ نے یہ سن کر اپنی پشت سے قمیص ہٹائی اور کہا: "تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔"

جب حضرت عمرؓ نے خبابؓ کی جلی ہوئی پشت دیکھی تو بہت متعجب ہوئے اور کہا: "خدا کی قسم میں نے اپنی پوری زندگی میں ایسی جلی ہوئی کسی کی پشت نہیں دیکھی۔"

خبابؓ نے کہا: "مشرک آگ کے دہکتے ہوئے انگاروں پر مجھے لٹا دیتے تھے اور جب تک انگارے ٹھنڈے نہ ہوتے تھے مجھے ان پر لٹائے رکھتے تھے۔"(۱)

انہی خبابؓ کا بیٹا عبداللہ بن خبابؓ امیر المؤمنین علیہ السلام کے مشہور

۱۔ اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۸۔

جاں نثار دوستوں میں سے تھا۔

ایک دن حضرت عبداللہ بن خبابؓ گدھے پر سوار تھے اور ان کے ساتھ ان کی حاملہ بیوی بھی تھیں۔ خبابؓ نے گلے میں قرآن مجید حمائل کیا ہوا تھا اور دریائے دجلہ کے قریب ایک نخلستان سے گزر رہے تھے کہ نہروان کے خوارج کا ایک گروہ ان سے ملا۔ خوارج نے ان سے کہا: "تحکیم قبول کرنے کے بعد تم علیؑ کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟"

عبداللہ بن خبابؓ نے کہا: "ان علیاً اعلم باللہ واشد توقیا علیٰ دینہ وانفذ بصیرۃ. (علیؑ ذات خداوندی کی زیادہ معرفت رکھنے والے اور دین کی نگہبانی میں کوشاں اور امور میں کامل بصیرت رکھنے والے ہیں۔)"

خوارج نے کہا: "جس قرآن کو تو نے گلے میں لٹکایا ہوا ہے وہ ہمیں تیرے قتل کا حکم دیتا ہے۔"

پھر خوارج نے انہیں قتل کردیا اور ان کی حاملہ بیوی کا پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکالا اور قتل کردیا۔ زوجۂ خبابؓ کے ساتھ چند اور عورتوں کو بھی ناحق قتل کردیا۔

خوارج مسلمانوں کے قتل میں اس قدر جری تھے اور دوسری طرف بزعم خود پرہیزگار بھی تھے۔ اسی نخلستان میں ایک کھجور کے نیچے کچھ کھجوریں گری ہوئی تھیں، ایک خارجی نے ایک دانہ اٹھا کر منہ میں ڈالا تو دوسرے خارجی نے ڈانٹ کر کہا: "یہ کیا کررہا ہے؟" اس نے وہ دانہ منہ سے باہر اگل دیا۔ یہ خوارج کا گروہ دریا کے کنارے جارہا تھا کہ راستے میں ایک خارجی نے ایک خنزیر کو مار دیا، دوسرے خارجیوں نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ تمہیں ایسا نہیں

کرنا چاہئے تھا تمہارا یہ عمل فساد فی الارض ہے۔(۱)

ایک معلم قرآن سے کیا سلوک کیا گیا؟

خبیب بن عدی بن مالکؓ ان دس افراد میں سے ایک ہیں جنہیں سریۂ حمراء الاسد کے بعد سریۂ رجیع کے لئے بھیجا گیا تھا۔

چند افراد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ انہیں چند صحابی ساتھ دیئے جائیں جو لوگوں کو قرآن واسلام کی تعلیم دیں۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے دس افراد کو بھیجا، جن لوگوں نے معلمین قرآن کی درخواست کی تھی انہوں نے غداری کی اور ان دس افراد کو پکڑ لیا جن میں سے آٹھ افراد کو موقع پر شہید کردیا گیا اور خبیب بن عدیؓ اور زید بن دثنہؓ کو قید کر کے مکہ لے گئے اور وہاں جاکر ان دونوں کو فروخت کردیا۔

خبیبؓ ایک مدت تک قریش کی قید میں رہے۔ پھر قریش نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حدود حرم سے باہر لے آئے اور جب انہوں نے قیدی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے قاتلوں سے درخواست کی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دی جائے۔

اجازت ملی۔ انہوں نے دو رکعت نماز ادا کی اور پھر کفار سے کہا: "خدا کی قسم میں نے آج تک ایسی مختصر نماز کبھی نہیں پڑھی تھی، آج میں نے اتنی مختصر نماز صرف اس لئے پڑھی ہے کہ مبادا تم یہ نہ کہو کہ میں موت کے خوف سے لمبی نماز پڑھ رہا ہوں۔"

۱۔ تحفۃ الاحباب ص ۱۸۱۔

پھر انہوں نے بددعا دیتے ہوئے کہا: "اللهم احصهم عدداً و اقتلهم بددا ولا تبق منهم احداً۔ (پروردگار! ان کی تعداد کم کر اور انہیں قتل کر اور ان میں سے کسی کو باقی نہ رکھ۔)"

پھر انہیں صلیب پر چڑھایا گیا۔ جب اسلام کا یہ شیدائی صلیب کی طرف بڑھ رہا تھا تو کہا: "خدایا! تو جانتا ہے یہاں کوئی بھی ایسا شخص موجود نہیں ہے جو میرا سلام تیرے حبیبؐ کو پہنچائے۔ اب تو خود ہی میرا سلام اپنے حبیبؐ تک پہنچا۔"

تاریخ ناسخ کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت رسول کریمؐ اپنے صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ نے زور سے فرمایا: "وعليك السلام ورحمة الله وبركاته۔"

صحابہؓ نے آپؐ سے پوچھا: "مولا! آپؐ نے کس کے سلام کا جواب دیا؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "خبیب بن عدیؓ نے مجھے اپنی زندگی کا آخری سلام کیا تھا میں نے اس کے سلام کا جواب دیا۔"

انہیں صلیب پر لٹکایا گیا، ابوعقبہ بن حرث نے ان کے جسم پر وار کیا جس سے ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ ان کا جسم مرنے کے بعد بھی بدستور صلیب پر لٹکا رہا۔

پیغمبر خداؐ کو اللہ نے ان تمام واقعات کی خبر دی۔ آپؐ نے فرمایا: "تم میں سے کون ایسا ہے جو خبیب بن عدیؓ کے جسم کو صلیب سے اتار کر لے آئے؟"

یہ سن کر زبیر بن عوامؓ اور مقداد بن اسودؓ اٹھے اور عرض کی: "یارسول اللہؐ! ہم دونوں جائیں گے۔"

دونوں صحابی رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے تھے۔ اسی طرح سے سفر کرتے ہوئے مقام تنعیم پر پہنچے۔ اس جگہ حضرت خبیبؓ کا جسم صلیب پر لٹکا ہوا تھا اور اس کے قریب تمام پہرہ دار بیٹھے ہوئے تھے، لیکن جب حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ وہاں پہنچے تو چالیس پہرہ دار شراب کے نشے میں دھت پڑے تھے۔ زبیرؓ اور مقدادؓ نے بڑی احتیاط سے خبیبؓ کے جسم کو صلیب سے اتارا۔

خبیبؓ کا جسم تازہ تھا اور انہوں نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ زبیرؓ نے خبیبؓ کی میت کو اپنے گھوڑے پر رکھا اور واپس چل پڑے۔

پہرہ داروں کو ہوش آیا تو خبیبؓ کی لاش غائب تھی۔ انہوں نے مشرکین مکہ کو اطلاع دی، وہاں سے ستر افراد گھوڑوں پر سوار ہو کر زبیرؓ اور مقدادؓ کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔

آخرکار تعاقب کرنے والے ان دونوں صحابیوں کے قریب آگئے۔ انہیں قریب آتا دیکھ کر دونوں صحابی رک گئے۔

زبیرؓ نے خبیبؓ کی لاش کو زمین پر رکھ دیا اور کفار مکہ سے کہا: "مجھے تعجب ہے تمہیں ہمارے تعاقب کی جرأت کیسے ہوئی۔ میں زبیر بن عوامؓ ہوں، میں عبدالمطلب کی بیٹی صفیہ کا بیٹا ہوں اور میرے ساتھ مقداد بن اسودؓ ہے، ہم دونوں شیر ہیں اور اپنی کچھار کی جانب جا رہے ہیں، جس نے لڑنا ہو وہ اپنا شوق پورا کرلے۔"

اسی اثناء میں خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کے جسم کو زمین نے نگل لیا، جب کفار نے دیکھا کہ اب وہ لاش ہی موجود نہیں ہے تو انہوں نے آپس میں کہا کہ اب لڑائی کا کیا فائدہ ہے؟

چنانچہ مشرکین واپس مکہ چلے گئے اور حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ مدینہ واپس آئے اور رسول خداؐ نے خبیبؓ کو "بلیع الارض" کا لقب دیا یعنی جسے زمین نے نگلا ہے۔(۱)

شعب ابی طالب، استقامت کی عظیم مثال

حب کفار قریش نے یہ دیکھا کہ جو مسلمان حبشہ ہجرت کر گئے ہیں وہ نجاشی کے زیر سایہ امن و عافیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور جو مکہ میں ہیں وہ ابو طالبؑ کے زیر سایہ ہیں تو انہوں نے ایک ہنگامی مشاورت بلائی اور اس میں فیصلہ کیا کہ جب تک ابو طالبؑ اور بنی ہاشم محمد مصطفیٰؐ کو ان کے حوالے نہ کریں ان سے ہر طرح کا قطع تعلق کیا جائے اور ان سے کسی قسم کا لین دین نہ کیا جائے اور نہ ہی ان سے رشتہ داری کی جائے۔

حضرت ابو طالبؑ نے حالات کی سنگینی کو دیکھا تو انہوں نے بنی ہاشم کا اجلاس بلایا اور کہا کہ ہم محمد مصطفیٰؐ کو کسی قیمت پر قریش کے حوالے نہیں کریں گے۔ لہذا سلامتی اسی میں ہے کہ شہر مکہ کو چھوڑ کر پہاڑ کے دامن میں یہ ایام بسر کئے جائیں۔

ابولہب کے علاوہ تمام بنی ہاشم نے ابو طالبؑ کی اس تجویز کا خیر مقدم

۱۔ سفینۃ البحار ج۱ ص ۳۷۲۔

کیا۔ چنانچہ ابو طالبؑ، محمد مصطفیٰؐ اور اپنے تمام خاندان کو لے کر پہاڑی کے ایک درہ میں منتقل ہوگئے اور درہ کے دونوں اطراف میں انہوں نے پہرہ دار کھڑے کر دیئے۔ جب رات کا وقت ہوتا اور ستارے جوان ہوتے تو ابو طالبؑ محمد مصطفیٰؐ کو ان کے بستر سے اٹھا کر علیؑ کے بستر پر سلاتے اور علیؑ کو آپؐ کے بستر پر سلا دیتے تھے اور حضرت امیر حمزہؓ رات کے وقت تلوار اٹھا کر پہرہ دیا کرتے تھے۔ بنی ہاشم محصور ہوگئے، کوئی انہیں سودا فروخت نہیں کرتا تھا اور ان سے کسی طرح کا لین دین نہیں کیا جاتا تھا۔

شعب ابی طالب میں بنی ہاشم نے سخت پریشانیاں دیکھیں اور بھوک کی وجہ سے پتے کھائے اور بعض اوقات چمڑے کو رات کے وقت پانی میں بھگو کر رکھ دیا جاتا تھا اور صبح کے وقت وہ کچھ نرم ہو جاتا تو بنی ہاشم کے بچے اسے چباتے، سارا سال مکہ کے بازار سے بنی ہاشم کو کوئی سودا نہیں ملتا تھا، البتہ جب ایام حج آتے اور دور دراز سے لوگ مکہ آتے تو بنی ہاشم کے افراد شعب ابی طالب سے نکل کر ان سے خورد و نوش کی اشیاء خرید کرتے اور ان اشیاء کو گھاٹی میں منتقل کر دیتے۔ اگر کوئی کافر انہیں اشیاء خریدتے ہوئے دیکھتا تو وہ ان اشیاء کی دگنی قیمت ادا کر دیتا تھا اور بنی ہاشم کو اسے محروم ہونا پڑتا تھا اور دگنی رقم کی پیشکش کے باوجود بھی اگر کوئی تاجر بنی ہاشم کو اشیاء فروخت کرتا تو قریش کے اوباش جوان اس کو لوٹ لیا کرتے تھے۔

مسلسل بھوک اور بیماری کی وجہ سے بنی ہاشم کے بچے بلکتے تھے اور ان کے جانسوز نالوں کی آواز درہ سے باہر سنائی دیتی تھی جس سے قریش کے بہت سے لوگوں کے دل پسیج جاتے تھے۔

محافظ نبوت ابو طالبؑ رسول خداؐ کے بستر کے ساتھ اپنا بستر بچھاتے اور دوسری طرف اپنے کسی بیٹے کو لٹاتے تھے۔

ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے بلکتے تھے تو باہر آواز آتی تھی، قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے لیکن بعض رحمدلوں کو ترس بھی آتا تھا۔

ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؑ کا بھتیجا تھا، تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؑ کے پاس بھیجے، راستے میں ابو جہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا۔

اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا، وہ اگرچہ کافر تھا لیکن اس کو رحم آیا اور کہا: "ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کے لئے بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے؟"

مسلسل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں، بالآخر دشمنوں ہی کو رحم آیا اور خود انہی کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک ہوئی۔

ہشام عامری خاندان بنی ہاشم کا قریبی عزیز اور اپنے قبیلے میں ممتاز تھا وہ چوری چھپے بنی ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا۔

ایک دفعہ وہ زہیر کے پاس جو عبدالمطلبؑ کے نواسے تھے، گیا اور کہا: "کیوں زہیر! تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ، پیو، ہر قسم کا لطف اٹھاؤ اور تمہارے ماموں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو؟"

زہیر نے کہا: "کیا کروں تنہا ہوں، ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو

میں اس ظالمانہ معاہدے کو پھاڑ کر پھینک دوں۔"

ہشام نے کہا: "میں موجود ہوں۔" دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ ابوالبختری، ابن ہشام، زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا۔

دوسرے دن یہ لوگ اکٹھے گئے اور کہا: "اے اہل مکہ! یہ کہاں کا انصاف ہے کہ ہم تو آرام سے بسر کریں اور بنی ہاشم کو آب و دانہ نصیب نہ ہو؟"

ابو جہل نے کہا: "ہرگز نہیں! جب تک بنی ہاشم محمدؐ کو ہمارے حوالے نہیں کرتے معاہدہ برقرار رہے گا۔"

اسی اثناء میں آنحضرتؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ سے کہا: "مجھے اللہ نے خبر دی ہے کہ قریش نے جو ظالمانہ معاہدہ لکھا تھا اس پورے معاہدے کی عبارت کو دیمک چاٹ گئی ہے اور اس میں صرف "باسمك اللهم" کے الفاظ باقی ہیں۔"

ابو طالب یہ سن کر حرم کعبہ میں آئے اور فرمایا: "میرے بھتیجے نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ نے دیمک کو تمہارے معاہدے پر مسلط کیا ہے اور اس میں "باسمك اللهم" کے الفاظ کے سوا باقی تمام معاہدے کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ اگر میرے بھتیجے کی خبر صحیح ہے تو تم اس فرسودہ معاہدے کو ختم ہونے کا اعلان کردو اور اگر میرے بھتیجے کی خبر غلط ثابت ہوئی تو میں اپنے بھتیجے سے اپنی حمایت واپس لے لوں گا۔"

جب معاہدے کو اتار کر دیکھا گیا تو تمام عبارت کو دیمک چاٹ چکی تھی، اس میں صرف "باسمك اللهم" کے الفاظ باقی تھے۔

چنانچہ مطعم نے آگے بڑھ کر کرم خوردہ دستاویز چاک کردی۔ مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن الاسود، ابوالبختری اور زہیر سب ہتھیار باندھ کر بنو ہاشم کے پاس گئے اور ان کو درہ سے نکال لائے۔(۱)

جنگ احد میں استقامت دکھانے والے

جنگ احد میں تیراندازوں کی غلطی کی وجہ سے کفار نے دونوں اطراف سے مسلمانوں پر یورش کی تھی، مسلمان فوج کے قدم میدان سے اکھڑ گئے اور وہ فرار کر گئے۔

زید بن اسیدؓ نے عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا: ”میں نے سنا ہے کہ جنگ احد میں علیؑ، ابودجانہؓ اور سہل بن حنیفؓ کے علاوہ باقی تمام افراد بھاگ گئے تھے اور پھر کچھ دیر بعد عاصم بن ثابتؓ اور طلحہ بن ثابتؓ واپس آئے تھے، تو کیا یہ بات صحیح ہے؟“

ابن مسعودؓ نے کہا: ”جی ہاں! درست ہے۔“

سائل نے پھر پوچھا: ”یہ بتاؤ ابوبکرؓ و عمرؓ کہاں چلے گئے تھے؟“

ابن مسعودؓ نے کہا: ”وہ میدان سے بھاگ کر بہت دور چلے گئے تھے اور وہ تیسرے دن حضور اکرمؐ کی خدمت میں واپس آئے تھے۔“(۱)

ناسخ التواریخ کی روایت کے مطابق جب مسلمانوں کو شکست ہوئی تو علیؑ نے دیکھا کہ پیغمبرؐ کے پاس کوئی نہیں ہے۔ تو علیؑ پہلے پہل تو فرار کرنے

۱۔ نقل از طبقات ابن سعد وبحار الانوار و ناسخ التواریخ ص ۴۹۳۔

۲۔ روضتہ الصفا۔

والوں کے پیچھے دوڑے اس گروہ میں دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت عمرؓ بھی شامل تھے، حضرت علیؑ نے انہیں آواز دے کر کہا: ”تم بیعت کو توڑ رہے ہو اور دوزخ کی طرف فرار کر رہے ہو۔“

حضرت عمرؓ خود روایت کرتے ہیں کہ اس دن میں نے حضرت علیؑ کو دیکھا کہ علیؑ کے دائیں ہاتھ میں تلوار تھی جس سے موت ٹپک رہی تھی اور غیظ و غضب کی وجہ سے علیؑ کی آنکھیں خون کی طرح سرخ تھیں، علیؑ کی آنکھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے روغن زیتون میں آگ لگی ہوئی ہو۔ علیؑ کی یہ حالت دیکھ کر میں نے علیؑ سے کہا: ”ابوالحسنؑ! تجھے خدا کی قسم ہمیں کچھ نہ کہو، عرب کی عادت ہے کہ کبھی بھاگتے ہیں اور کبھی حملہ کرتے ہیں اور جب مناسب موقع پر حملہ کرتے ہیں تو فرار کی تلافی کر دیتے ہیں۔“

علیؑ میرے یہ الفاظ سن کر ہم سے دور چلے گئے لیکن میں جب بھی علیؑ کی اس حالت کا تصور کرتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس داروگیر کے مرحلے پر علیؑ کہتے ہیں: ”مسلمانوں کے فرار سے مجھے بے حد دکھ ہوا۔ میں رسول خداؐ کے سامنے جنگ کرنے لگا، اس وقت آنحضرتؐ میری پشت کی جانب موجود تھے، کچھ دیر بعد میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرمؐ مجھے نظر نہ آئے تو میں نے گمان کیا کہ شاید آپؐ حضرت عیسیٰؑ کی طرح آسمان پر چلے گئے، حضور اکرمؐ کی مفارقت میرے لئے ناقابل برداشت صدمہ تھی، میں نے پوری قوت مجتمع کر کے مشرکین پر حملہ کر دیا اور کچھ دیر کے بعد میں نے انہیں مار مار کر بھگا دیا۔ اسی اثناء میں میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ ایک جگہ گرے ہوئے ہیں، میں دوڑ کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔“ آپؐ نے

فرمایا: "لوگ کہاں گئے؟"

میں نے عرض کی: "مولا! لوگ آپؑ کو تنہا چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم کیوں نہ گئے؟"

میں نے عرض کی: "ان لی بك اسوة. میں آپؐ کی پیروی کرنے والا ہوں۔"

اس دوران کفار کے ایک دستے نے پیغمبر اسلامؐ پر حملہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: "علیؑ ان کے شر کو مجھ سے ہٹاؤ۔"

میں نے ان پر دائیں بائیں غرضیکہ ہر طرف سے حملہ کیا کہ وہ دستہ بھاگ کھڑا ہوا۔

پھر کفار کے حملوں میں تیزی پیدا ہوگئی۔ لڑتے لڑتے حضرت علیؑ کی تلوار ٹوٹ گئی۔

علیؑ خدمت پیغمبرؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "مولا! میری تلوار ٹوٹ گئی تو اس وقت جبرئیل امینؑ نے ذوالفقار لا کر علیؑ کو دی اور ندا کر کے کہا: "لافتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار. (علیؑ کے علاوہ کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار کے علاوہ کوئی تلوار نہیں۔)"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "علیؑ! اس آواز کو سنتے ہو؟" خوشی کی وجہ سے میری آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

جس وقت علیؑ تن تنہا حبیب خداؐ کے دفاع میں مصروف تھے اور ان کی تلوار کفار کے جسم میں کبھی ڈوبتی اور کبھی نکلتی اور شمشیر شرربار سے حملہ

آوروں کو پسپا کر رہے تھے تو جبرئیل امینؑ نے آنحضرتؐ سے کہا: "یارسول اللہؐ! ہمدردی اور جوانمردی کا کمال یہ ہے جس کا علیؑ مظاہرہ کر رہا ہے۔"

رسول خداؐ نے فرمایا: "کیوں نہ ہو۔ انه منی وانا منه (وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔)"

یہ سن کر جبرئیلؑ نے فوراً کہا: "وانا منکما (اور میں تم دونوں میں سے ہوں۔)"

جنگ احد کے بعد علیؑ کے زخموں کا علاج کیا گیا۔ جراح نے کئی زخموں پر ٹانکے لگائے مگر زخم اتنے زیادہ تھے کہ ٹانکے باربار کھل جاتے تھے۔

پیغمبر اکرمؐ علیؑ کی عیادت کے لئے آئے تو دیکھا کہ علیؑ سخت زخمی حالت میں بستر پر لیٹے ہوئے ہیں پیغمبر اکرمؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے۔

جراح نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! مجھے علیؑ کی تندرستی کی کچھ زیادہ امید نہیں ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "مت گھبراؤ انشاء اللہ علیؑ تندرست ہو جائیں گے اور آخری امت کے بدبخت ترین شخص کے حملے کو ابھی دیر ہے۔"

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا رورو کر کہتی ہیں؟ "ابوالحسنؑ! تمہاری اس دلیری کی وجہ سے کہیں حسنؑ اور حسینؑ یتیم نہ ہو جائیں۔"(۱)

۱۔ نقل از تاریخ روضۃ الصفا، ناسخ التواریخ اور زخموں کی تعداد اور حضرت سیدہؑ کا گریہ سفینہ ج۱ ص۱۴۹ سے اخذ کیا گیا۔

ابو دجانہؓ۔ استقامت کا کوہِ گراں

جنگ احد میں جب پیغمبر اسلامؐ اور حضرت علیؑ کفار کے نرغے میں محصور ہوئے اور باقی تمام صحابہ میدان سے بھاگ گئے، اس دوران پیغمبر اسلامؐ کی نظر ابو دجانہؓ پر پڑی، آپؐ نے ابو دجانہؓ کو بلا کر فرمایا: "ابو دجانہؓ! میں نے تیری گردن سے اپنی بیعت کا قلادہ اٹھا لیا ہے، تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ، لیکن علیؑ کی گردن سے میں اپنی بیعت کا قلادہ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔"

یہ سن کر ابو دجانہؓ نے زارو قطار رونا شروع کیا اور کہا: "خدا کی قسم میں آپؐ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا اور میں اپنی گردن سے آپؐ کی بیعت کا قلادہ نہیں نکالوں گا، آپؐ بتائیں میں آپؐ کو چھوڑ کر کہاں جاؤں؟

کیا میں اس بیوی کے پاس واپس چلا جاؤں جو عنقریب مر جائے گی یا میں اپنے گھر چلا جاؤں جو عنقریب اجڑ جائے گا اور کیا میں اپنی مال و دولت کی طرف جاؤں جو جلدی ختم ہو جائے گا؟

کیا میں اس وقت اپنی زندگی بچا کر بھاگ جاؤں تو میری زندگی مجھ سے کب تک وفا کرے گی؟"

رسول خداؐ نے جب اپنے عاشق صادق کا یہ جذبہ دیکھا تو آپؐ نے اسے جنگ کی اجازت دے دی۔

ایک طرف سے علیؑ جنگ کرنے لگے اور دوسری طرف سے ابو دجانہؓ لڑنے لگے۔

آخر میں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے ابو دجانہؓ گر پڑے۔ علیؑ انہیں

اٹھا کر رسول خداؐ کے پاس لائے۔

ابو دجانہؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کی: "یا رسول اللہؐ! کیا میں نے اپنا عہد پورا کر دیا؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "بے شک تو نے اپنا عہد پورا کیا۔"

پھر آپؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔(۱)

ایک مسلم خاتون کی جاں نثاری

نسیبہ بنت کعبؓ جس کی کنیت ام عمار تھی، اپنے شوہر غزیہ اور دونوں بیٹوں عمار اور عبداللہ کے ساتھ جنگ احد میں موجود تھی۔

نسیبہؓ نے اپنے کندھوں پر مشک اٹھائی ہوئی تھی اور مجاہدین اسلام کو پانی پلا رہی تھی۔

جب جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست ہوئی اور کافروں نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تابڑ توڑ حملے شروع کئے تو حضرت نسیبہؓ نے کندھے سے مشک اتار پھینکی اور حضور اکرمؐ کے سامنے سپر بن کر کھڑی ہو گئی، جتنے تیر اور نیزے آتے انہیں اپنے سینے پر برداشت کرتی اور اس جنگ میں اس خاتون کو تیرہ زخم آئے۔

ابن قمیہ نے ایک ایسا زخم انہیں لگایا کہ پورا ایک سال تک وہ زخم مندمل نہ ہوا اور یہ خاتون اس کی مرہم پٹی کراتی رہی۔

ابن قمیہ نے اس بہادر خاتون کو زور کی ضرب ماری مگر اسلام کی جانباز

۱۔ ناسخ التواریخ جلد اول ص ۲۵۷۔ چاپ مطبوعات دینی۔

خاتون پھر بھی پیچھے نہ ہٹی، اس نے جوابی طور پر ابن قمیہ پر حملہ کیا مگر وہ زرہ پہنے ہوئے تھا اسی لئے نسیبہؓ کی ضرب سے اسے کوئی گزند نہ پہنچا البتہ وہ اس کے سامنے تاب مقاومت نہ لاتے ہوئے بھاگ گیا۔

مسلمان فوج میں اس وقت ابتری پھیلی ہوئی تھی اور مسلمان بھاگ رہے تھے۔ ایک دوڑتے ہوئے مسلمان سپاہی کو نسیبہؓ نے آواز دے کر کہا: "تم خود تو بھاگ رہے ہو اپنی ڈھال تو پھینک دو، دوڑتے ہوئے سپاہی نے اپنی ڈھال پھینکی، جناب نسیبہؓ نے ڈھال اٹھالی اور سپر لے کر حضور اکرمؐ کے سامنے مردانہ وار کھڑی ہوگئی۔

اسی اثناء میں ایک کافر نے اس مجاہدہ خاتون پر حملہ کیا، انہوں نے سپر سے اپنا بچاؤ کیا اور زور سے حملہ آور کو تلوار ماری جو اس کے گھوڑے کو جالگی، گھوڑا گر گیا اور اس کے ساتھ اس کا سوار بھی گرا۔

آنحضرتؐ نے اس خاتون کے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ اپنی ماں کی مدد کرو۔ عبداللہ دوڑ کر آئے اور ماں کے ساتھ مل کر اس کافر کو تہ تیغ کیا۔

پھر ایک اور کافر نے عبداللہ پر حملہ کیا جس سے عبداللہ زخمی ہوئے، حضرت نسیبہؓ نے کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر اپنے بیٹے کو پٹی باندھی اور فرمایا: "بیٹا جلدی کھڑے ہو جاؤ اور جنگ میں تاخیر نہ کرو۔"

پھر حضرت نسیبہؓ نے اپنے بیٹے پر حملہ کرنے والے کافر پر حملہ کیا، اس کے پاؤں پہ تلوار لگی، کافر نیچے گرا اور جناب نسیبہؓ نے اس کا کام تمام کردیا۔

یہ منظر دیکھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوئے اور اتنے زور سے ہنسے کہ آپ کے دانت موتیوں کی لڑی کی طرح چمکنے لگے اور

فرمایا: "تو نے قصاص لے لیا، خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں دشمن پر فتح عطا کی۔

بارك الله عليكم من اهل بيتي لمقامك خير من فلان وفلان. (اللہ تعالیٰ تمہیں اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی طرف سے خیر و برکت عطا کرے۔ تیرا مقام فلاں اور فلاں سے بہتر ہے۔)"

اس روایت میں راوی نے فلاں فلاں کہہ کر دو افراد کے ناموں کا اظہار نہیں کیا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ فلاں و فلاں سے پہلے دو بزرگوار مراد ہیں۔

نسیبہؓ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ ہمارے لئے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپؐ کی رفاقت عطا کرے۔"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "اللهم اجعلهم رفقائي في الجنة. (خداوندا! انہیں جنت میں میرا رفیق بنانا۔)"

نسیبہؓ کہتی ہیں کہ میں جنگ یمامہ میں شریک تھی اور اس جنگ میں میرا بیٹا عبداللہ بھی میرے ہمراہ تھا، جب مسیلمہ کذاب کے لشکر کو شکست ہوئی تو وہ بھاگ کر حدیقۃ الموت میں پناہ لینے لگے، اس سے قبل حدیقۃ الموت کو حدیقۃ الرحمٰن کہا جاتا تھا، اس باغ میں مسلمانوں اور مرتدین میں شدید جنگ ہوئی اور اسی جنگ میں ابودجانہ انصاریؓ شہید ہوئے۔

خالد بن ولید نے پرچم اٹھایا اور مسلمان باغ کی دیوار پھلانگ کر باغ میں داخل ہونے لگے، میں بھی لوگوں کے ساتھ باغ میں داخل ہوئی اور مسیلمہ کذاب کو تلاش کرنے لگی۔ اسی اثناء میں ایک مرتد نے مجھ پر تلوار سے حملہ کیا

جس سے میرا ایک بازو کٹ کر دور جا گرا، خدا کی قسم اس کے باوجود بھی میں جہاد میں مصروف رہی، کچھ دیر بعد میں نے اپنے اوپر حملہ کرنے والے مرتد کو دیکھا کہ وہ قتل ہو چکا تھا اور میرا بیٹا عبداللہ اس کے سر کے قریب کھڑا ہو کر اپنی تلوار کو اس کے خون سے صاف کر رہا تھا۔ اس وقت میں نے سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر مرہم پٹی کرائی۔

حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں ایک قیمتی اور نفیس پوشاک مال غنیمت میں لائی گئی، حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا: "بہتر یہ ہے کہ آپ یہ پوشاک اپنی بہو صفیہ زوجہ عبداللہ کو دے دیں اس لئے کہ وہ نویاہی دلہن ہے۔"

حضرت عمرؓ نے کہا: "میں یہ پوشاک اسے دوں گا جو تمام عورتوں میں سے اس کی زیادہ حقدار ہو گی۔"

پھر انہوں نے وہ پوشاک حضرت نسیبہؓ کے پاس بھجوا دی اور کہا کہ میں نے پیغمبر اسلامؐ سے سنا ہے کہ انہوں نے فرمایا: "جب جنگ احد میں لڑائی میں شدت پیدا ہوئی اور میرے صحابی مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تو میں اس عالم میں جدھر بھی دیکھتا تھا ام عمارہ (نسیبہؓ) مجھے اپنی سپر بنی نظر آتی تھی۔"(۱)

ایک مسلم خانوادہ کی استقامت

حضرت عمرو بن جموح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک عمر رسیدہ صحابی تھے۔ وہ فتح مکہ کے بعد اسلام لائے تھے۔ ان کی ایک ٹانگ میں

۱۔ روضۃ الصفاج ۲ ص ۱۱۲۔

لنگ تھا۔ ان کے چار جوان بیٹے جنگ احد میں حضور اکرمؐ کے ہم رکاب تھے۔

عمرو بن جموح نے خود بھی جنگ میں شریک ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو لوگوں نے اس سے کہا: "تمہارے چار جوان بیٹے تو جنگ میں شریک ہیں تم ایک معذور شخص ہو تمہیں جنگ میں نہیں جانا چاہیے۔"

عمرو بن جموح نے کہا: "یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے بیٹے تو جنت میں جائیں اور میں گھر میں بیٹھا رہوں۔"

یہ کہہ کر اسلام کا جاں نثار اپنے گھر سے نکلا اور دعا کے لئے ہاتھ بلند کر کے کہا: "پروردگار! اب مجھے واپس گھر جانا نصیب نہ ہو۔"

جب عمرو بن جموح بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو رسول اکرمؐ نے فرمایا: "تم معذور ہو تم پر جہاد واجب نہیں ہے۔"

عمرو بن جموح نے کہا: "یارسول اللہؐ! میں اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہوں۔"

پھر عمرو بن جموح آپؐ سے اجازت لے کر میدان کارزار میں گئے اور شہید ہو گئے۔ ان کے بعد ان کا بیٹا خلّاد شہید ہوا اور پھر ان کے برادر نسبتی عبداللہ بن عمرو بن حزام، سفیان بن عبد شمس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ واضح رہے کہ یہ عبداللہ، مشہور صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کے والد ہیں۔

جنگ احد اپنے اختتام کو پہنچی۔ عمرو بن جموح کی زوجہ ہند میدان میں آئی اور اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حزام اور اپنے شوہر عمرو بن جموح اور اپنے بیٹے خلّاد کی لاشوں کو ایک اونٹ پر لادا اور تینوں لاشیں لئے ہوئے مدینہ کی طرف روانہ ہوئی۔

وہ تلی ملی لاشیں اٹھائے مدینہ کی طرف جا رہی تھیں اور مدینہ سے بہت سی عورتیں روتی پیٹتی احد کی جانب آ رہی تھیں، ان عورتوں میں ام المؤمنین عائشہؓ بھی شامل تھیں، آنے والی عورتوں نے پیغمبر اکرمؐ کی خیریت دریافت کی تو ہند نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ رسول کریمؐ زندہ سلامت ہیں اور جب حضورؐ زندہ ہیں تو ہمارے لئے کوئی مصیبت، مصیبت نہیں ہے۔"

عورتوں نے ہند سے پوچھا کہ اونٹ پر کیا ہے؟ تو ہند نے کہا: "اونٹ پر میرے بھائی اور شوہر اور بیٹے کی لاشیں ہیں، میں یہ لاشیں مدینہ لے جا رہی ہوں۔"

جب اونٹ میدان احد کے ریگستان کی آخری سرحد پر پہنچا تو لیٹ گیا۔ ہند نے اسے لاٹھی اور پتھروں سے اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن اونٹ بالکل نہ اٹھا لیکن جب اونٹ کا رخ تبدیل کر کے احد کی طرف کیا جاتا تھا تو اونٹ میدان احد کی طرف دوڑنے لگتا تھا اور جب مدینہ کی طرف اونٹ کا رخ موڑا جاتا تو وہ احد کی سرحد پر لیٹ جاتا اور آگے حرکت نہ کرتا۔

یہ معاملہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور پیش کیا گیا تو آپؐ نے ہند سے فرمایا کہ اونٹ امر خدا کی تعمیل کر رہا ہے اور ساتھ ہی آپؐ نے ہند کو مخاطب کر کے فرمایا: "تیرے شوہر نے گھر سے روانہ ہوتے وقت کیا کہا تھا؟"

ہند نے عرض کی: "مولا! میرے شوہر نے بارگاہ احدیت میں درخواست کی تھی کہ مجھے دوبارہ مدینہ نہ لانا اور مجھے شہادت عطا فرمانا۔"

یہ الفاظ سن کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اے گروہ انصار! تمہارے اندر ایسے افراد موجود ہیں جو خدا سے جو کچھ مانگیں خدا ان

کی دعا کو رد نہیں کرتا۔ عمرو بن جموح بھی انہی لوگوں میں سے تھا۔"

پھر آپؐ نے فرمایا: "لہذا! فرشتوں نے تیرے بھائی عبداللہ کے سر پر اپنے پر پھیلائے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ وہ کہاں دفن ہوتا ہے۔ تیرا شوہر اور تیرا بھائی اور تیرا بیٹا جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔"

ہند نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! پھر دعا مانگیں کہ میں بھی جنت میں ان کی رفیق بنوں۔"

عبداللہ اور عمرو کی قبر احد کے میدان میں ایک ایسی جگہ بنائی گئی جہاں سے سیلابی پانی گزرتا تھا۔ ایک مرتبہ اس پہاڑی نالے میں سیلاب آیا اور ان کی قبریں منہدم ہوگئیں۔ لوگوں نے یہ عجیب منظر وہاں جاکر دیکھا کہ عبداللہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی ان کے ہاتھ کو وہاں سے ہٹایا گیا تو ان کے زخم سے خون بہنے لگا۔ لوگوں نے مجبور ہو کر ان کے ہاتھ کو پھر اسی جگہ پر رکھ دیا تو خون رسنا بند ہوگیا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ میرے والد کی قبر چھیالیس سال کے بعد منہدم ہوئی، میں قبر کی اصلاح کے لئے گیا تو میرے والد کا جسم اسی طرح سے تروتازہ تھا، یوں معلوم ہوتا تھا جیسا کہ ابھی سوئے ہوں اور حرمل گھاس جو دفن کرتے وقت ان کی پنڈلیوں پر ڈالی گئی تھی وہ بھی جوں کی توں سرسبز و شاداب تھی۔ میں نے چاہا کہ اپنے والد کے جسم پر عطر چھڑکوں تو صحابہ نے مجھے روک دیا اور کہا: "اسے اس کے حال پر رہنے دے اور اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہ کر۔"(۱)

۱۔ ناسخ التواریخ جلد اول ص ۳۱۷، ۳۴۴۔ چاپ مطبوعات دینی۔

مسلمان کو ہمیشہ مضبوط ارادے کا مالک ہونا چاہئے

حضرت عبداللہ بن حذافہ کو سبقت اسلام کا شرف حاصل ہے۔ انہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی تھی۔

خلافت ثانیہ کے دور میں رومیوں کے ہاتھوں دیگر مسلمانوں کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ رومیوں نے اپنے قیدیوں کو عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا۔

مسلمان قیدیوں نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ روغن زیتون کا ایک بڑا کڑھاؤ ان کے لئے گرم کیا گیا۔ جب زیتون کا تیل پوری طرح سے گرم ہوگیا تو رومیوں نے ایک قیدی کو پکڑ کر پھر عیسائیت قبول کرنے کا حکم دیا۔ قیدی نے عیسائیت قبول کرنے سے انکار کردیا۔ رومیوں نے اس قیدی کو پکڑ کر کڑھاؤ میں پھینک دیا۔ چند لمحات میں بے چارا جل گیا اور اس کی ہڈیاں کڑھاؤ کی سطح پر تیرنے لگیں۔ پھر عبداللہ کو پکڑ کر کڑھاؤ کے قریب لایا گیا اور اسے نصرانیت قبول کرنے کا حکم دیا گیا۔ انکار کرنے پر حکم ملا کہ اسے پکڑ کر کڑھاؤ میں پھینک دیا جائے۔

یہ دیکھ کر عبداللہ بن حذافہ زار زار رونے لگے۔ انہیں روتا دیکھ کر رومی افسر نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یہ آگ سے ڈر گیا ہے اسے واپس لاؤ۔"

عبداللہ نے رومی افسر سے کہا: "تم نے غلط سمجھا، میں اس گرم تیل کی وجہ سے نہیں رویا میں تو اس لئے روتا ہوں کہ میرے پاس صرف ایک جان ہے، کاش میرے پاس اتنی جانیں ہوتیں جتنی کہ میرے بدن پر بال ہیں اور میں اتنی ہی مرتبہ راہ خدا میں قتل کیا جاتا۔"

رومی اس کی باتیں سن کر انہیں آزاد کرنے پر مائل ہوئے، رومی سردار

نے کہا: "میں تجھے اس شرط پر رہا کرتا ہوں کہ تو میرے سر کا بوسہ لے گا۔"

عبداللہ بن حذافہ نے اس پیشکش کو مسترد کردیا۔

رومی سردار نے کہا: "تم عیسائیت کرلو تو میں اپنی بیٹی سے تمہاری شادی کردوں گا اور اپنی نصف حکومت بھی تمہیں دوں گا۔"

عبداللہ نے اس پیشکش کو بھی پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔

رومی سردار نے کہا: "اگر تو میرے سر کا بوسہ لے تو میں اس کے بدلے میں اسی (۸۰) مسلمان قیدیوں کو رہا کردوں گا۔"

عبداللہ نے اس کی پیشکش کو قبول کیا۔ رومی افسر نے عبداللہ اور ان کے ساتھ اسی (۸۰) مسلمان قیدیوں کو رہا کردیا۔

جب یہ قیدی رہا ہو کر مدینہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی تو حضرت عمرؓ نے اٹھ کر عبداللہ کے سر کا بوسہ لے لیا۔

بعض اوقات اصحاب پیغمبرؐ مزاحاً عبداللہ سے کہا کرتے تھے کہ تو نے ایک عیسائی کے سر کو چوما تھا تو وہ مسکرا کر کہتے تھے کہ اسی (۸۰) مسلمانوں کو آزاد بھی کرایا تھا۔(۱)

جب انسان استقامت کھو دے؟

شیخ بہاء علیہ الرحمہ کشکول کی جلد اول میں لکھتے ہیں: "ایک زمانے میں ایک عابد کوہ لبنان میں زندگی بسر کیا کرتا تھا۔ اس نے دامنِ کوہ میں اپنے لئے کٹیا سی بنائی ہوئی تھی۔ وہ دن رات پروردگار کی عبادت کیا کرتا تھا۔

۱۔ سفینۃ البحار ج ۲ ص ۱۲۷۔

روزانہ مغرب کے وقت ایک روٹی غیب سے اس کی کٹیا میں آتی۔ وہ اسی سے روزہ افطار کرتا تھا اور آدھی بچا کر اس سے سحری کیا کرتا تھا۔

اسی طرح سے ایک مدت تک اس کے شب و روز بسر ہوتے رہے۔

ایک رات اس کی کٹیا میں روٹی نہ آئی، وہ بے چینی سے غذا کا انتظار کرتا رہا، ساری رات اس نے بھوک میں بسر کی، دوسرے دن روزہ نہ رکھا اور پہاڑ سے اتر کر نیچے آبادی کی طرف آیا، قریب ہی عیسائیوں کی ایک بستی تھی، عابد وہاں آیا اور ایک عیسائی سے روٹی کا سوال کیا۔

عیسائی نے اسے ایک جو کی روٹی لا کر دی۔

عابد جو کی روٹی لے کر اپنی کٹیا کی طرف روانہ ہوا۔ اس عیسائی کا ایک کمزور اور مریل سا کتا اس عابد کے پیچھے دوڑنے لگا اور کاٹنے کو آیا۔

عابد نے آدھی روٹی کتے کو ڈالی، کتے نے وہ روٹی کھائی اور پھر دوبارہ عابد کے کاٹنے کو دوڑا۔

عابد نے اپنی جان بچانے کی خاطر باقی آدھی روٹی بھی کتے کو ڈال دی، کتے نے روٹی کا باقی آدھا ٹکڑا بھی کھالیا۔

پھر وہ تیسری مرتبہ عابد کے کاٹنے کو دوڑا۔

عابد نے کتے سے کہا: "تو بڑا بے حیا ہے تیرے مالک نے مجھے صرف ایک روٹی دی تھی، وہ میں نے تجھے کھلادی، پھر بھی تو میرے کاٹنے کو دوڑ رہا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے کتے کو بولنے کی قوت عطا کی تو کتے نے کہا: "میں بے حیا نہیں ہوں، تو بے حیا ہے۔ میں ایک مدت سے اس شخص کے در پر پڑا ہوں،

میں اس کے گھر اور جانوروں کی نگہبانی کرتا ہوں، اس کے باوجود وہ کبھی مجھے روٹی کا ٹکڑا یا ایک آدھ روٹی پھینکتا ہے، میں اسی پر قناعت کر لیتا ہوں اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ میرے مالک کے کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا اور اس کے ساتھ مجھے بھی بھوکا رہنا پڑا، میں نے اپنی عادت بنالی ہے کہ مالک کی طرف سے کچھ مل گیا تو کھالیتا ہوں اور اگر کچھ نہ ملا تو صبر کرتا ہوں، مگر اپنے مالک کے دروازے کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے دروازے پر نہیں جاتا اور تیری بے حیائی کی حد یہ ہے کہ اگر ایک رات تیرے مالک نے تجھے روٹی نہیں دی تو تو مالک کو چھوڑ کر ایک عیسائی کے دروازے پر چلا آیا۔

اب مجھے بتا کہ بے حیا میں ہوں یا تو ہے؟"

یہ سن کر عابد بہت شرمندگی ہوا اور شرمنگی کی وجہ سے غش کھا کر گر پڑا۔

چند روایات

قال علی(ع) ان رسول اللّٰہ(ص) کان یقول: ان الجنة حفت بالمکارہ، وان النار حفت بالشهوات و اعلموا انه مامن طاعة اللّٰہ شیء الا ویاتی فی کرہ، وما من معصیة اللّٰہ شیء الا یاتی فی شهوة فرحم اللّٰہ رجلا نزع عن شهوته وقمع هویٰ نفسه الی ان قال قال اللّٰہ تعالی: ان الذین قالو ربنا اللّٰہ ثم استقاموا تتنزل علیهم الملائکة ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون. فقد قلتم ربنا اللّٰہ فاستقیموا علیٰ کتابه وعلیٰ منهاج امرہ وعلی الطریقة الصالحة من عبادته ثم لا تمرقوا منها ولا

تبتدعوا فیها ولا تخالفوا عنها، فان اهل المروق منقطع بهم عندالله یوم القیامة الی انه قال ولقد قال رسول اللهؐ: لایستقیم ایمان عبد حتی یستقیم قلبه ولایستقیم قلبه حتی یستقیم لسانه. فمن استطاع منکم ان یلقی الله سبحانه وهو نقی الراحة من دماء المسلمین واموالهم، سلیم اللسان من اعراضهم فلیفعل.

"نہج البلاغہ خطبہ ۱۷۴"

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جنت ناگواریوں میں گھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشوں میں گھری ہوئی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کی ہر اطاعت ناگوار صورت میں اور اس کی ہر معصیت عین خواہش بن کر سامنے آتی ہے۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے خواہشوں سے دوری اختیار کی اور اپنے نفس کے ہوا و ہوس کو جڑ بنیاد سے اکھیڑ دیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے اور پھر وہ اس (عقیدے) پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ تم خوف نہ کھاؤ اور غمگین نہ ہو اور تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔

جب تمہارا قول یہ ہے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے تو اب اس کی کتاب اور اس کی شریعت کی راہ اور اس کی عبادت کے نیک طریقے پر جمے رہو اور پھر اس سے نکل نہ بھاگو اور نہ اس میں بدعتیں پیدا کرو اور نہ اس کے خلاف چلو۔ اس لئے کہ اس راہ سے نکل بھاگنے والے قیامت کے دن اللہ کی رحمت سے جدا ہونے

والے ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "کسی بندے کا ایمان اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک اس کا دل مستحکم نہ ہو اور دل اس وقت تک مستحکم نہیں ہوتا جب تک زبان مستحکم نہ ہو۔"

لہٰذا تم میں سے جس سے یہ بن پڑے کہ وہ اللہ کے حضور میں اس طرح پہنچے کہ اس کا ہاتھ مسلمانوں کے خون اور ان کے مال سے پاک و صاف اور اس کی زبان ان کی آبروریزی سے محفوظ رہے تو اسے ایسا ہی کرنا چاہئے۔

عن عبدالله بن مسعود(رض) قال: دخلت انا وخمسه رهط من اصحابنا یوما علیٰ رسول اللهؐ وقد اصابتنا مجاعة شدیدة لم یکن رزقنا منذاربعة اشهر الا الماء واللبن و ورق الشجر فقلنا یارسول الله الی متیٰ نحن علی هذه المجاعة الشدیدة؟ فقال رسول اللهؐ لاتزالون فیها ماعشتم فاحدثوا لله شکرا فانی قرأت کتاب الله الذی انزل علی و علی من کان قبلی فما وجدت من یدخلون الجنة الا الصابرون.

"مکارم الاخلاق طبرسی ص ۵۲۲"

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ میرے ساتھ میرے دوستوں کے پانچ گروہ تھے ہم مل کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان دنوں ہم سخت بھوک کی لپیٹ میں تھے اور چار ماہ سے ہم پانی، دودھ اور درختوں کے پتے چبا چبا کر زندگی بسر کررہے تھے۔

ہم نے آنحضرتؐ کی خدمت میں بھوک کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی: "یارسول اللہ! ہم کب تک اس شدید بھوک میں رہیں گے؟"

آنحضرتؐ نے فرمایا: "جب تک زندہ ہو اسی طرح سے بسر کرو گے اور بھوک میں رہ کر بھی خدا کا شکر بجالاؤ، میں نے قرآن مجید اور سابقہ کتب میں یہی پڑھا ہے کہ جنت میں صابرین ہی جائیں گے۔"

قال ابن عباس(رض) مانزل علیٰ رسول اللہ ایۃً کانت اشد علیه ولا اشق من قوله تعالی، فاستقم کما مرت ولذلك قال لاصحابه حین قالوا له اسرع الیك الشیب یارسول اللہؐ قال: شیبتنی هود والواقعة.

"سفینۃ البحار ج۲ ص ۴۵۵"

ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فاستقم کما امرت (سورۃ ہود آیت ۱۱۲) کی آیت سے زیادہ گراں اور کوئی آیت نازل نہیں ہوئی اور یہی وجہ تھی کہ جب آپ کے اصحاب نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ جلدی بوڑھے ہوگئے ہیں۔"

تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے سورۃ ہود اور سورۃ الواقعہ نے وقت سے پہلے بوڑھا کردیا ہے۔

عقیدۂ امامت کیلئے استقامت کی ضرورت ہے

عن ابی جعفرؑ فی قوله تعالی: "وان لواستقاموا علی الطریقة لاسقیناهم مآء غدقا." قال یعنی لواستقاموا علیٰ ولایة علی ابن ابی طالب امیرالمؤمنینؑ والاوصیاء من بعده علیهم السلام وقبلوا اطاعتهم فی امرهم و نهیهم لاسقیناهم مآء غدقا لاشربنا قلوبهم الایمان والطریقة هی الایمان بولایة علیؑ والاوصیاء. وعن محمد بن مسلم قال سالت اباعبداللہؑ عن

قول اللہ عزوجل "والذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا" فقال ابو عبداللہؑ استقاموا علی الائمة واحداً بعد واحد تتنزل علیهم الملائکة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التی کنتم توعدون.

"اصول کافی ج۱ ص۲۲۰"

قرآن مجید کی اس آیت مجیدہ: "وان لواستقاموا علی الطریقة لاسقیناهم مآء غدقا" (سورۃ جن آیت ۱۶) اگر وہ راہ پر ثابت قدم رہے تو ہم انہیں خوشگوار پانی پلائیں گے۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے امام محمد تقیؑ نے فرمایا: "اس کی ایک تاویل یہ بھی ہے کہ اگر وہ امیرالمؤمنین علیؑ اور ان کے جانشینوں کی ولایت کے عقیدے پر ثابت قدم رہے اور امر و نہی میں ان کی مکمل اطاعت کی تو ہم ان کے دلوں کو آب ایمان سے سیراب کریں گے اور اس آیت میں جس لفظ طریقہ کا ذکر کیا گیا ہے اس سے مراد علیؑ اور ان کے اوصیاء کی ولایت ہے۔"

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے "ان الذین قالو ربنا اللہ ثم استقاموا" (سورۃ فصلت آیت ۳۰) بے شک جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور وہ اس عقیدے پر جمے رہے، کی آیت مجیدہ کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا: "اس سے مراد وہ افراد ہیں جو ایک امام کے بعد دوسرے امام کے عقیدۂ امامت پر ثابت قدم رہے ہوں۔ انہی لوگوں سے فرشتے ملاقات کریں گے اور انہیں کہیں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کھاؤ تمہیں اس جنت کی بشارت ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

باب پنجم

چغل خوری اور غیبت

ولا یغتب بعضکم بعضا ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیه میتاً. (سورۂ حجرات آیت ۱۲)

"ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔ کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟"

چغل خور کا انجام

ایک ناصبی نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے ایک شیعہ سے سوال کیا: "تو دس صحابیوں کے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟"(۱)

ا۔ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس افراد کو جنت کی بشارت دی تھی، اسی لئے اہل سنت انہیں "عشرۂ مبشرہ" کہتے ہیں اور ان کے نام یہ ہیں:
(۱)حضرت ابوبکرؓ (۲)حضرت عمرؓ (۳) حضرت عثمانؓ (۴) حضرت علیؑ (۵) حضرت طلحہؓ (۶)حضرت زبیرؓ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۹)حضرت ابوعبیدہ بن جراح (۱۰) حضرت سعید بن زیدؓ۔
مگر شیعہ راویان سے یہ روایت ثابت نہیں ہے اور پھر یہ کسی طور پر بھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

شیعہ نے توریہ سے کام لیتے ہوئے کہا: "میں ان کے متعلق اچھا نظریہ رکھتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کے ذریعے سے میرے گناہ کم ہوں گے اور میرے درجات میں اضافہ ہوگا۔"

سوال کرنے والے نے کہا: "الحمدللہ! اللہ نے مجھے تیری دشمنی سے نجات دی، جب کہ اس سے قبل میں یہ سمجھتا تھا کہ تو رافضی اور دشمن صحابہ ہے۔"

شیعہ نے کہا: "میرا نظریہ یہ ہے کہ جو ایک صحابی سے دشمنی رکھے اس پر اللہ کی لعنت ہے۔"

ناصبی نے کہا: "ممکن ہے تو اس قول کی ذہنی طور پر کوئی تاویل کئے بیٹھا ہو تو مجھے ان دس صحابہ کے متعلق اپنے عقیدے اور نظریے کی خبر دے۔"

شیعہ نے کہا: "میں تجھے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب مزید کہنا چاہتا ہوں کہ جو شخص تمام دس افراد سے دشمنی کرے اس پر خدا، ملائکہ اور دنیا جہان کی لعنت ہو۔"

یہ الفاظ سن کر ناصبی اٹھا اور اس کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: "بھائی مجھے معاف کرنا میں تجھے رافضی سمجھتا رہا۔"

گزشتہ سے پیوستہ:
جامع نہیں ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ کی مشہور حدیث ہے کہ حسنؑ اور حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور آپؐ نے اپنی دختر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ وہ تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔
ان دس افراد میں نہ تو حسنین کریمینؑ اور نہ ہی ان کی والدہ فاطمہ زہراؑ شامل ہیں تو اس تعداد کو کسی طرح سے بھی جامع قرار نہیں دیا جاسکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اور ہزاروں احادیث کی طرح یہ حدیث بھی زر نقد کے بدلے بنوائی گئی ہے۔

شیعہ نے کہا: "تجھے آسودہ خاطر ہونا چاہئے تو میرا بھائی ہے۔"

اس کے بعد ناصبی اٹھ کر چلا گیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس شیعہ کی طرف رخ کر کے فرمایا:

"مرحبا! تو نے اچھا جواب دیا اور تیرا جواب سن کر ملائکہ نے تعجب کیا اور تو نے عقل مندی اور حسن توریہ سے کام لیا، جس کی وجہ سے تو نے اپنے آپ کو ظالموں کے شر سے نجات دلائی، اللہ تعالیٰ ہمارے دشمنوں کے غم میں مزید اضافہ کرے گا اور ہمارے دوستوں کی ایذارسانی کے مقصد میں انہیں کامیابی نہیں دے گا۔"

امام عالی مقامؑ کے ایک ساتھی نے عرض کی: "اے فرزند رسول! ہمیں تو اس کے جواب کی کچھ سمجھ نہیں آئی؟"

آپؑ نے فرمایا: "تم اس کے جواب کو نہیں سمجھے اور ہم اس کا مقصود و مفہوم خوب جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس عمل کی اسے ضرور جزا عطا فرمائے گا اور جب بھی کوئی ناصبی ہمارے کسی دوست کو آزماتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے حسن جواب کی توفیق عطا کرتا ہے اور توریہ و تقیہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی جان و مال کی حفاظت کرتا ہے۔

ہمارے اس پیروکار نے ناصبی کے جواب میں کہا تھا "جو ان دس میں سے ایک پر نکتہ چینی کرے وہ غلط کرتا ہے" اس جملے سے اس کی مراد حضرت امیرالمؤمنینؑ کی ذات والا صفات تھی اور دوسری مرتبہ اس نے کہا کہ "جو ان تمام دس افراد کو برا جانے تو اس پر اللہ اور ملائکہ اور انسانوں کی لعنت ہو" اس نے غلط جواب نہیں دیا، ان الفاظ سے بھی اس کا مقصود مولائے کائناتؑ کی ذات

تھی کیونکہ علیؑ بھی ان دس افراد میں شامل ہیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "خربیل مؤمن آل فرعون نے بھی ایک مرتبہ اسی طرح توریہ سے کام لیا تھا۔ ہوا یوں کہ خربیل ہمیشہ لوگوں کو خدا کی وحدانیت اور حضرت موسیٰؑ کی نبوت اور محمدؐ مصطفیٰ کی تمام انبیاء پر فضیلت اور علیؑ کی تمام اوصیاء پر فضیلت کی دعوت دیتے تھے اور لوگوں کو سمجھاتے تھے کہ فرعون کو اپنا خدا تسلیم نہ کریں۔

ایک مرتبہ چند افراد نے فرعون کے ہاں جاکر اس کے خلاف چغلی کھائی کہ خربیل لوگوں کو تیری مخالفت کی دعوت دیتا ہے اور تیرے دشمنوں کی مدد کرتا ہے۔

فرعون نے ازراہ تعجب کہا: "وہ میرا چچازاد اور میرا ولی عہد ہو کر ایسا کرتا ہے؟ اگر تمہاری بات سچ ثابت ہوئی تو میں اسے سخت سزا دوں گا کیونکہ ایسا کر کے اس نے کفران نعمت کا ثبوت دیا ہے اور میری ربوبیت کا انکار کیا ہے اور اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر یاد رکھنا میں تمہیں بدترین سزا دوں گا۔"

الغرض مؤمن آل فرعون حضرت خربیل کو دربار میں بلایا گیا اور چغل خوروں کی موجودگی میں ان سے کہا گیا کہ تو ربوبیت فرعون کا انکار اور کفران نعمت کرتا ہے؟

حضرت خربیل نے فرعون کی طرف رخ کر کے کہا: "فرعون! آج تک تو نے میری زبان سے کبھی جھوٹ سنا ہے؟"

فرعون نے کہا: "ہرگز نہیں۔"

خربیل نے کہا: "پہلے خود ان سے دریافت کرو کہ ان کا پروردگار

کون ہے ؟"

فرعون نے ان سے پوچھا : "تمہارا خالق کون ہے ؟"

انہوں نے کہا : "فرعون ہمارا خالق ہے۔"

فرعون نے پھر پوچھا : "یہ بتاؤ تمہارا رازق اور تمہارے تمام معاملات کا کفیل کون ہے ؟"

انہوں نے کہا : "فرعون ہمارا رازق اور معاملات کا کفیل ہے۔"

جب حضرت خربیل نے ان کے یہ الفاظ سنے تو فرمایا : "فرعون! میں تجھے اور تمام حاضرین مجلس کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ جو ان کا پروردگار ہے وہی میرا پروردگار ہے، جو ان کا خالق و رازق ہے وہی میرا خالق و رازق ہے، ان کے پروردگار اور خالق و رازق کے علاوہ میں کسی دوسرے پروردگار اور خالق و رازق کو تسلیم نہیں کرتا۔"

ان الفاظ سے خربیل کا مقصود یہ تھا کہ جو پوری کائنات کا حقیقی خالق و مالک ہے وہی ان کا خالق و مالک ہے، اسی لئے انہوں نے کہا تھا کہ جو ان کا پروردگار اور خالق و رازق ہے وہی میرا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ جسے یہ اپنا خالق و رازق کہہ رہے ہیں وہی میرا خالق و رازق ہے۔

حضرت خربیل کے یہ الفاظ سن کر فرعون نے کہا : "اب مجھے معلوم ہوگیا ہے کہ تم میرے اور میرے ابن عم کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہو، پھر اس نے حکم دیا کہ انہیں زمین پر لٹادیا جائے اور لوہے کی میخیں ان کے ہاتھ اور پاؤں میں اتاردی جائیں، بعدازاں اس نے اپنے ان جلادوں کو بلایا جن کے پاس فولادی کنگھیاں ہوا کرتی تھیں، انہیں حکم دیا کہ فولادی کنگھیوں سے

ان کے جسم کو پارہ پارہ کردیا جائے۔

چنانچہ اس طرح سے چغل خور اپنے انجام کو پہنچے۔"

پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا : "**فوقاہ اللّٰہ سیئات مامکروا وحاق بال فرعون سوء العذاب**" (سورۃ غافر آیت ۴۵) اللہ نے اسے ان کی ان برائیوں سے بچالیا جو انہوں نے سوچی تھیں اور آل فرعون پر سخت ترین عذاب نے احاطہ کرلیا۔"(۱)

چغل خور کی قیامت خیزی

ایک شخص نے اپنا غلام فروخت کیا اور خریدنے والے کو بتایا کہ اس غلام میں چغل خوری کے علاوہ باقی کوئی عیب نہیں ہے۔

خریدنے والے نے کہا : "کوئی حرج نہیں، یہ اپنی چغل خوری سے بھلا ہمارا کیا بگاڑلے گا ؟"

بہر نوع خریدار غلام کو ساتھ لے کر گھر آیا، غلام ایک مدت دراز تک نئے مالک کے گھر میں قیام پذیر رہا۔

ایک دن اس نے اپنے مالک کی بیوی سے کہا : "تیرا شوہر تجھ سے محبت نہیں کرتا وہ ایک جگہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے، اگر تو سوکن سے بچنا چاہے تو کسی طرح سے اس کی داڑھی کے چند بال مجھے لاکر دے میں ان پر وظیفہ پڑھوں گا اور اس عمل سے تیرا شوہر راہ راست پر آجائے گا۔"

عورت نے کہا : "میں آج رات جب کہ میرا شوہر سویا ہوا ہوگا اس

۱۔ بحار الانوار ج ۱۶ ص ۲۲۶۔

کی داڑھی سے کچھ بال کاٹ لوں گی اور صبح سویرے وہ بال تجھے دوں گی۔"

شام کے وقت اسی غلام نے اپنے آقا سے کہا: "میں نے آپ کا نمک کھایا ہے، میں آپ کو یہ بات کبھی نہ کہتا، مگر اس لئے کہنا چاہتا ہوں کہ اب پانی سر سے گزر چکا ہے، بات یہ ہے کہ تمہاری بیوی بدکردار ہے اس نے ایک شخص سے ناجائز تعلقات قائم کئے ہوئے ہیں اور دونوں تمہاری عدم موجودگی میں ایک دوسرے کو ملتے رہتے ہیں اور آج رات تمہاری بیوی تمہیں قتل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر قتل سے بچنا چاہتے ہو تو پھر بیدار رہنا۔"

رات ہوئی اس شخص نے کھانا کھایا اور چارپائی پر لیٹ گیا۔ لیٹنے سے پہلے اس نے تلوار اپنے بستر کے کنارے چھپا کر رکھی اور جھوٹ موٹ کے خراٹے لینے لگا۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی کوئی اوزار لئے دبے پاؤں اس کے قریب آرہی ہے اسے یقین ہوگیا کہ یہ اسے قتل کرنے کے لئے آرہی ہے وہ فوری طور پر جست لگا کر اٹھا اور بیوی کو قتل کردیا۔

جب عورت کے خاندان والوں نے سنا کہ اس نے ہماری عورت کو قتل کیا ہے تو انہوں نے اسے قتل کردیا اور یوں دو قبیلوں میں کافی عرصے تک جنگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔(۱)

چغل خور اللہ کو کتنا ناپسند ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے

ا۔ سفینہ ج ۲ ص ۶۱۳۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: "تیرے صحابیوں میں سے ایک شخص تیرے متعلق چغل خوری کرتا ہے لہٰذا اس سے ہوشیار رہو۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگار! میں تو نہیں جانتا کہ وہ کون ہے، تو خود ہی مجھے اس کے متعلق مطلع فرما۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "موسیٰؑ! ایک شخص نے چغل خوری کی مجھے اس کی یہ عادت پسند نہیں آئی اور اب تو خود مجھے چغل خور بنانا چاہتا ہے؟"

حضرت موسیٰؑ نے عرض کی: "پھر خدایا کیسے معلوم ہو؟"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "تم اپنے تمام اصحاب کو دس دس کے گروہ میں تقسیم کرو اور قرعہ اندازی کرو، قرعہ اسی گروہ کا نکلے گا جس میں وہ شخص موجود ہوگا، پھر مزید قرعہ ڈالو وہ شخص واضح ہو کر سامنے آجائے گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے تمام اصحاب کو جمع کیا اور انہیں دس دس کے گروہ میں تقسیم فرمایا اور کہا: "اس طرح سے میں چغل خور کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

قرعہ ڈالا گیا، ایک گروہ قرعہ میں نکلا، حضرتؑ مزید قرعہ ڈالنا چاہتے تھے کہ وہ شخص اس گروہ میں سے خود ہی اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہا: "حضرت آپؑ مزید قرعہ نہ ڈالیں، آپؑ کو جس کی تلاش ہے وہ مجرم میں ہوں، میں آج سے خدا کے حضور اس فعل بد سے توبہ کرتا ہوں، آپ بھی میری مغفرت کے لئے دعا فرمائیں۔"(۱)

کتاب جامع السعادات جلد دوم ص ۲۷۲ پر مرقوم ہے۔

ا۔ بحار الانوار ج ۱۳ ص ۳۵۳۔ چاپ آخوندی۔

ایک دفعہ بنی اسرائیل بارش نہ ہونے کے سبب قحط میں مبتلا ہوئے۔ لوگ پریشان ہو کر حضرت موسیٰؑ کی خدمت میں آئے اور بارش کے نزول کے لئے ان سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

آپؑ نے لوگوں کو حکم دیا کہ فلاں دن سب جمع ہو کر فلاں میدان میں آجائیں وہاں ہم نماز استسقاء پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ باران رحمت کا نزول فرمائے گا۔ اس دن سب خوردو کلاں میدان میں جمع ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نماز پڑھائی اور بارش کی دعا مانگی مگر بارش نازل نہ ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ احدیت میں عرض کی: "خدایا! ہم نے دعا مانگی مگر بارش نہیں ہوئی؟"

آواز قدرت آئی: "موسیٰؑ! اس مجمع میں ایک چغل خور موجود تھا جو اپنے اس فعل بد پر اصرار کرتا ہے، اسی لئے میں نے تمہاری دعا کو قبول نہیں کیا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! اس بدبخت کا نام مجھے بتا۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "میں تو چغل خوری سے منع کرتا ہوں، بھلا خود چغل خوری کیسے کرسکتا ہوں؟ تم تمام لوگوں سے کہو کہ میری بارگاہ میں توبہ کریں میں ان کی دعا قبول کروں گا۔"

سب لوگوں نے توبہ کی اللہ نے ان کی دعا مستجاب فرمائی اور باران رحمت کا نزول ہوا۔

غیبت کی سزا

شیخ بہاء علیہ الرحمۃ اپنی کتاب کشکول جلد اول صفحہ ۱۹۷ پر تحریر کرتے ہیں کہ ایک دن کسی بڑے اجتماع میں میرا ذکر چھڑا تو بیٹھے ہوئے حاضرین میں سے ایک شخص، جو ہمیشہ میرے منہ پر دوستی کا دعویٰ کرتا تھا لیکن وہ اس دعویٰ میں جھوٹا تھا، نے میری غیبت شروع کردی اور میری طرف بہت سی ناروا چیزوں کی نسبت دی۔ اس نے قرآن مجید کی اس آیت کو فراموش کردیا "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً" کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ تو جس طرح سے تمہیں مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے نفرت ہے اسی طرح سے غیبت سے بھی پرہیز کرو۔

مجھے اس "کرم فرما" کی "شفقت" کا علم ہوگیا اور اسے بھی پتا چل گیا کہ مجھے اس کی حرکت کا علم ہوچکا ہے۔ اس نے معذرت خواہی کے لئے مجھے لمبا چوڑا خط لکھا جس میں اس نے اپنے فعل پر ندامت کا اظہار کیا اور مجھ سے راضی ہونے کی درخواست کی۔

میں نے اس کے جواب میں لکھا: "خدا تمہیں جزائے خیر دے، تم نے مجھے ایسا تحفہ روانہ کیا ہے جس کی وجہ سے قیامت کے دن میری برائیوں کا پلڑا ہلکا ہوا ہے اور میری نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوا ہے۔

فقد روینا عن سیدالبشر انه قال: یجاء بالعبد یوم القیامة فتوضع حسناته فی کفة وسیئاته فی کفة فترجح السیئآت فتجیء بطاقة فتقع فی کفة الحسنات فترجح بها فیقول یارب ماهذه البطاقة؟ فما من عمل عملته فی لیلی و نهاری الا استقبلت به. فیقول عزوجل هذا ماقیل فیك

وانت منه بریء.

ہم تک سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ روایت پہنچی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ کو پیش کیا جائے گا اس کی نیکیاں ایک پلڑے میں رکھی جائیں گی اور اس کی برائیاں دوسرے پلڑے میں رکھی جائیں گی، اس کی نیکیوں کا پلڑا ہلکا اور برائیوں کا پلڑا بھاری ہوگا۔ اسی اثناء میں ایک بوری لا کر اس کے نیکیوں کے پلڑے میں رکھی جائے گی جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور برائیوں کا پلڑا ہلکا ہو جائے گا، وہ عرض کرے گا کہ خدایا میں نے جو بھی نیکی کے کام کئے تھے وہ تو پلڑے میں پہلے سے موجود تھے اور یہ بوری کہاں سے آگئی؟ خداوند کریم ارشاد فرمائے گا کہ یہ ان باتوں کے عوض میں ہے جو تیرے متعلق کہی گئی تھیں اور تو ان سے بری تھا۔

اس حدیث کی رو سے میں تمہارا شکر گزار ہوں، اگر تم میرے سامنے بھی ایسا کرتے تو بھی میں اس جیسا بدلہ نہ دیتا اور تم مجھ سے معافی و دوستی اور وفا کے علاوہ اور کچھ بھی نہ دیکھتے، اب تھوڑی سی عمر باقی رہ گئی ہے میں اسے مکافات عمل میں برباد کرنا پسند نہیں کرتا۔ میں تو اس وقت اپنی سابقہ زندگی کی کمی بیشی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔"

مردہ بھائیوں کا گوشت نہ کھائیں

ایک مرتبہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ کل تمام مسلمان روزہ رکھیں اور افطار کے وقت پہلے مجھ سے اجازت لیں اور پھر روزہ افطار کریں۔

حکم نبوت کے تحت تمام مسلمانوں نے روزہ رکھا، افطار کے وقت ایک ایک کر کے مسلمان آتے رہے اور افطار کی اجازت لے کر روزہ افطار کرنے لگے۔

ایک مسلمان حاضر خدمت ہوا اور عرض کی: "آقا! میری دو جوان بیٹیاں ہیں، انہوں نے آپؐ کے فرمان کے تحت روزہ رکھا تھا اب انہیں یہاں آپؐ کے پاس آتے شرم محسوس ہوتی ہے ان کی طرف سے میں افطار کی اجازت لینے آیا ہوں۔"

سرور کائناتؐ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ گزارش کی، آپؐ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ عرض کی تو آپؐ نے فرمایا: "افطار کی اجازت لینے آئے ہو؟ تیری بیٹیوں نے روزہ نہیں رکھا انہیں روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو صبح سے لوگوں کا گوشت کھاتی رہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ جاؤ اپنی بیٹیوں سے کہو کہ اگر وہ روزہ دار تھیں تو قے کریں۔"

اس شخص نے لڑکیوں سے کہا کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ تم قے کرو۔ جیسے ہی لڑکیوں نے قے کی ان کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔ اس شخص نے آکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعے کی خبر دی۔

آپؐ نے فرمایا: "مجھے اس ذات کے حق کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر ان کے شکم میں ایک ذرہ باقی رہ جاتا تو وہ دوزخ میں چلی جاتیں۔"(۱)

۱۔ کشف الریبہ شہید علیہ الرحمہ ص ۲۸۷۔

غیبت کرنے والے کو صحابہ ناپسند کرتے تھے

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایک جگہ چند صحابہ کرامؓ جمع تھے۔ ایک صحابی کا وہاں سے گزر ہوا تو حاضرین میں سے کسی صحابی نے کہا: "میں خدا کے لئے اس شخص سے نفرت کرتا ہوں۔"

اس کی یہ بات سن کر صحابہ کرامؓ نے اسے ملامت کی اور کہا: "تو نے انتہائی غلط بات کی ہے ہم اس شخص کو تیرے خیالات کی اطلاع دیں گے۔"

چنانچہ اس صحابی کو اس گفتگو کی اطلاع دی گئی جو اسے سخت ناگوار گزری اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور غیبت کرنے والے صحابی کی شکایت کی۔ آپؐ نے اس صحابی کو طلب کیا اور اس سے پوچھا: "تم نے یہ کیا کہا ہے؟"

اس صحابی نے کہا: "آقا! میں نے جو کچھ کہا ہے درست کہا ہے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "تم اس سے کیوں دشمنی رکھتے ہو؟"

اس صحابی نے کہا: "آقا! میں اس کا قریبی ہمسایہ ہوں اور اس کے حالات سے پوری طرح آگاہ ہوں۔ یہ شخص دن رات میں واجب نمازوں کے علاوہ کوئی اور نماز نہیں پڑھتا۔"

شکایت کنندہ صحابی بولا: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے پوچھیں کیا میں نماز تاخیر سے پڑھتا ہوں یا وضو غلط کرتا ہوں یا رکوع و سجود صحیح طرح سے بجا نہیں لاتا؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں البتہ یہ شخص رمضان کے علاوہ کبھی کوئی روزہ نہیں رکھتا۔ یہ صرف اس مہینے میں

روزہ رکھتا ہے جب ہر نیک وبد قسم کے لوگ روزہ رکھتے ہیں۔"

شکایت کنندہ صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے یہ پوچھیں کہ آیا میں نے کبھی روزہ توڑا ہے یا میں نے روزہ کے شرائط سے انحراف کیا ہے؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں! مگر میں نے واجب زکوٰۃ کے سوا جسے ہر کوئی ادا کرتا ہے، اسے کسی غریب کی مدد کرتے نہیں دیکھا۔"

شکایت کنندہ صحابی نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! آپ اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی میں نے زکوٰۃ کم مقدار میں دی ہے یا زکوٰۃ میں کوئی خراب جنس دی ہے؟"

غیبت کرنے والے صحابی نے کہا: "نہیں۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کرنے والے سے فرمایا: "میرے پاس سے اٹھ کر چلا جا۔ "فلعله خیر منك" شاید یہ شخص جس کی تو بدگوئی کرتا پھرتا ہے خدا کی نظر میں تجھ سے بہتر ہو۔"(۱)

غیبت کنندہ کو سرزنش

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! فلاں شخص آپ کی طرف غلط نسبت دے کر کہتا ہے کہ آپؑ (نعوذ باللہ) گمراہ اور بدعت گزار ہیں۔"

۱۔ جامع السعادات ج ۲ ص ۲۹۶۔

یہ سن کر آنجناب ؑ نے فرمایا: "تو نے اس کی بات مجھے بتا کر اس کی ہم نشینی کے حقوق کا خیال نہیں رکھا اور تو نے یہ بات کر کے میرے حق کو بھی مجروح کیا ہے کیونکہ تو نے مجھے ایمانی بھائی کی طرف سے آگر وہ باتیں بتائیں جن سے میں ناواقف تھا اور قیامت کے دن اس کی اور میری ملاقات تو ہونی ہی تھی اس دن خدا کو ہمارے درمیان فیصلہ کرنا تھا پھر اس کے باوجود تجھے کیا پڑی کہ تو نے اس کی غیبت کی، غیبت سے پرہیز کرو، غیبت دوزخ کے کتوں کی خوراک ہے اور یاد رکھو جو لوگوں کے عیب زیادہ بیان کرتا ہے وہ درحقیقت لوگوں میں اپنے عیبوں کی جستجو کرتا ہے۔"

علقمہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: "کس شخص کی گواہی قبول ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں ہے؟"

آپ ؑ نے فرمایا: "جو شخص فطرت اسلام پر ہو اس کی گواہی قابل قبول ہے۔"

علقمہ نے کہا: "مولا! جس نے گناہ کئے ہوں یا گناہوں کے قریب ہو، اس کا کیا حکم ہے؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "اگر کسی گناہگار کی گواہی قابل قبول نہ ہو تو پھر انبیاء و اوصیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی کی گواہی قابل قبول نہیں ہے کیونکہ معصوم صرف یہی ہستیاں ہیں۔

جس شخص کو تم نے اپنی آنکھوں سے گناہ کرتے نہیں دیکھا اور جس کے متعلق دو عادل گواہوں نے گناہ کی گواہی نہ دی ہو تو وہ شخص عادل ہے اور اس کی گواہی قابل قبول ہے۔ ایسے شخص کے رازوں کی حفاظت کرنی چاہئے

اگرچہ وہ خدا کے سامنے گناہگار ہی کیوں نہ ہو، ایسے شخص کے متعلق جو ایسے امر کی نسبت دے جو اس میں موجود نہ ہو **فهو خارج عن ولاية الله وداخل في ولاية الشيطان** (تو ایسا شخص اللہ کی دوستی خارج ہے اور شیطان کی ولایت میں داخل ہے۔)"

پھر آپ ؑ نے فرمایا: "میرے آبائے طاہرین علیہم السلام کا فرمان ہے جو شخص کسی مؤمن کے اس عیب کی غیبت کرے جو اس میں ہو تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں کبھی اکٹھا نہیں کرے گا اور اگر کسی مومن کے ایسے عیب کی غیبت کرے جو اس میں موجود نہ ہو **انقطعت العصمه بينهما وكان المفتاب في النار خالدا فيها وبئس المصير** (تو ان دونوں کے درمیان وہ عصمت ایمان ختم ہو جاتی ہے جو حقوق مؤمنین کی محافظ ہوتی ہے اور غیبت کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔)"(۱)

ضروری گزارش

ایک معاشرے کے تمام افراد کا ایک دوسرے سے وہی تعلق ہے جو جسم میں اعضاء کا ہے یا جیسے ایک دیوار میں متفرق اینٹوں کا ہے۔ ہر اینٹ دوسری اینٹ کی پائیداری کا ذریعہ ہوتی ہے اور جسم کا ہر عضو دوسرے عضو کا مددگار ہوتا ہے۔ جسم کے کسی حصے میں تکلیف ہو تو پورا جسم بے آرام رہتا ہے اور ہر فرد ملت کے مقدر کا ستارہ ہوتا ہے۔ معاشرے کے تمام افراد کو فعال رکھنے کے لئے جہاں ان کی غذائی ضرورتوں کا پورا کرنا ضروری ہے وہاں ان کی

ا۔ بحار الانوار ج۱۶ ص ۱۸۵، ۱۸۶۔

عزت نفس کو قائم رکھنے کی بھی اشد ضرورت ہے اور صاف ظاہر ہے کہ غیبت اور چغل خوری سے دوسرے فریق کی عزت نفس مجروح ہوتی ہے اور اس کے ساتھ غیبت کنندہ اور چغل خور بھی اہل عقل کی نگاہوں میں گر جاتا ہے۔

اسلام نے مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ کسی کی عزت نفس کے مجروح کرنے کا ذریعہ نہ بنیں اور یہ اپیل کائنات میں صرف مذہب ہی کر سکتا ہے دنیاوی حکومتوں کا کوئی قانون انسان کی عزت نفس کا محافظ نہیں ہے۔

اسی لئے اسلام نے چغل خوری اور غیبت کو حرام قرار دیا ہے تاکہ انسان ہر طرح کے سکون اور دل جمعی کے ساتھ اپنے اپنے کاموں میں مصروف رہیں اور معاشرے کے لئے کار آمد شہری ثابت ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "المؤمن عز کریم و الفاجر خب لئیم و خیر المؤمنین من کان مالفة للمؤمنین ولا خیر فیمن لا یولف ولا یولف. (مؤمن ہر طرح کے مکرو فریب سے پاک وپاکیزہ زندگی بسر کرتا ہے اور فاسق مکار اور حیلہ گر ہوتا ہے۔ بہترین مؤمن وہ ہے جو لوگوں کی الفت کا محور و مرکز ہو اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ تو کسی سے انس والفت رکھتا ہو اور نہ کوئی اس سے انس والفت رکھتا ہو۔)"

کینہ توزی اور فتنہ انگیزی ہمیشہ وہی لوگ کرتے ہیں جو انسانیت کی قدروں سے نابلد ہوتے ہیں۔ یہ زندگی اتنی تھوڑی ہے کہ انسان اس میں پوری طرح سے محبت تک نہیں کرسکتا۔ نجانے لوگ نفرتوں کے لئے کہاں سے وقت نکال لیتے ہیں اور کینہ پرور و فتنہ جو افراد انسانی صورت میں چلتے پھرتے بچھو ہیں جو انسانی معاشرے کو ڈس کر تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے افراد سے ان

کے اہل خانہ تک تنگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "شر الناس المثلث. قیل یارسول اللہ وما المثلث قال الذی یسعٰی باخیه الی السلطان فیھلك. نفسه ویھلك اخاه ویھلك السلطان. (انسانوں میں بدترین شخص تیسرا ہے۔)"

آپؐ سے پوچھا گیا: "یارسول اللہؐ! تیسرا اسے کون مراد ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "(تیسرا وہ شخص ہے) جو اپنے بھائی کی کسی صاحب اقتدار کے پاس چغلی کھائے۔ ایسا شخص اپنے آپ کو ہلاک کرنے والا اور اپنے بھائی کو ہلاک کرنے والا اور صاحب اقتدار کو تباہ کرنے والا ہوتا ہے۔)"

چند روایات

قال سلیمان بن جابر اتیت رسول اللہؐ فقلت علمنی خیرا ینفعنی اللہ به قال لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تصب من دلوك فی اناء المستسقی وان تلقیٰ اخاك ببشر حسن واذا ادبر فلا تغتابه.

وعن انس قال خطبنا رسول اللہؐ فذکرالربا وعظم الشأن فیه فقال ان الدرھم یصیبه الرجل من الربا اعظم عنداللہ فی الخطیئة من ست وثلاثین زنیة یزنیھا الرجل وان اربی الربا عرض الرجل المسلم.

"کشف الریبہ شہید ص ۲۸۴"

سلیمان بن جابر کہتے ہیں کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کی: "آپ مجھے کسی ایسے نیک عمل کی تعلیم دیں جس سے مجھے فائدہ پہنچے۔"

آپؐ نے فرمایا: "نیکی کو کبھی حقیر نہ سمجھنا اگرچہ اپنے ڈول سے کسی کے ظرف میں پانی ڈالنے جیسا آسان عمل کیوں نہ ہو اور جب تم اپنے بھائی سے ملو تو خندہ روئی سے ملو اور اس کی پشت پیچھے غیبت نہ کرو۔"

انسؓ کہتے ہیں کہ ایک دن رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا جس میں آپؐ نے سود کا ذکر کیا اور اس کی شدید مذمت فرمائی اور ارشاد فرمایا: "یاد رکھو سود کا ایک درہم اللہ کی نظر میں چھتیس ۳۶ مرتبہ زنا کرنے سے بدتر ہے اور کسی مسلمان کی عزت و آبرو کا تباہ کرنا بدترین سود ہے۔"

قال النبیؐ من اغتاب مسلما لم یقبل اللّٰه صلاته ولا صیامه اربعین یوما ولیلة الا ان یغفرله صاحبه وقالؐ من اغتاب مسلما فی شهر رمضان لم یوجر علی صیامه وعن سعید بن جبیر عن النبیؐ انه قال انه یؤتی برجل یوم القامة ویوقف بین یدی اللّٰه ویدفع الیه کتابه فلا یریٰ حسناته فیقول الهی لیس هذا کتابی فانی لاریٰ فیها طاعتی فیقال له ان ربك لا یضل ولا ینسی ذهب عملك باغتیاب الناس ثم یؤتی باخرو یدفع الیه کتابه فیری فیها طاعات کثیرة فیقول ماهذا کتابی فانی ماعملت هذه الطاعات فیقال لان فلانا اغتابك فدفعت حسناته الیك وقالؐ کذب من زعم انه ولد من حلال وهو یاکل لحوم الناس بالغیبة ایاك والغیبة فانها ادام کلاب النار.

وقالؐ ماعمر مجلس بالغیبة الاخرب من الدین فنزهوا اسماعکم من استماع الغیبة فان القائل والمستمع لها شریکان فی الاثم.

وقالؐ ایاك و الغیبة فان الغیبة اشد من الزنا قالو و کیف الغیبة اشد من الزنا قال لان الرجل یزنی ثم یتوب فتاب اللّٰه علیه وان صاحب الغیبة لا یغفر له حتی یغفر له صاحبه.

وقالؐ عذاب القبر من النمیمة والغیبة والکذب.

"بحارالانوار ج۱۶ص۱۷۹"

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جو کسی مسلمان کی غیبت کرے تو اللہ اس کی چالیس شب و روز کی نماز اور روزہ قبول نہیں کرے گا سوائے اس کے کہ جس کی غیبت کی ہے وہ معاف کردے۔"

آپؐ نے فرمایا: "جو شخص ماہ رمضان میں کسی کی غیبت کرے تو اسے روزوں کا کوئی اجر نہیں ملے گا۔"

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قیامت کے روز ایک شخص کو مقام حساب میں لایا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا۔ اسے اپنے نامہ اعمال میں کوئی نیکی نظر نہیں آئے گی تو وہ کہے گا کہ پروردگار! یہ تو میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیونکہ اس میں مجھے اپنی کوئی اطاعت نظر نہیں آتی۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ تیرا رب بھولنے اور بھٹکنے والا نہیں ہے، تو لوگوں کی غیبت کیا کرتا تھا اس لئے تیرے عمل ختم ہوگئے۔

پھر ایک اور شخص پیش ہوگا۔ اس کا نامہ اعمال اسے دیا جائے گا تو اسے اس میں کئی نیکیاں نظر آئیں گی۔ وہ عرض کرے گا خدایا! یہ میرا نامہ اعمال نہیں ہے کیونکہ میں نے یہ نیکیاں نہیں کی تھیں۔ جواب ملے گا کہ فلاں شخص نے تیری

غیبت کی تھی اس کی نیکیاں تیرے نامہ اعمال میں منتقل کردی گئی ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "وہ شخص جھوٹا ہے جو خود کو حلال زادہ سمجھتا ہے اور وہ غیبت کر کے انسانوں کا گوشت کھاتا ہے۔ غیبت سے پرہیز کرو یہ دوزخ کے کتوں کی خوراک ہے۔"

آپؐ نے فرمایا: "غیبت سے جو مجلس آباد ہوتی ہے وہ دینی لحاظ سے تباہ ہوتی ہے۔ اپنے کانوں کو غیبت سے پاک رکھو کیونکہ غیبت کرنے والا اور سننے والا گناہ میں دونوں شریک ہیں۔"

آپؐ کا فرمان ہے: "غیبت سے پرہیز کرو۔ غیبت زنا سے بھی بڑا جرم ہے۔"

صحابہ نے پوچھا: "یارسول اللہؐ! غیبت زنا سے بڑا جرم کیسے ہے؟"

آپؐ نے فرمایا: "جب زانی توبہ کرلے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے مگر غیبت کرنے والے کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں جب تک متاثرہ فریق اسے معاف نہ کرے۔"

آپؐ نے فرمایا: "تین عمل عذاب قبر کا سبب ہیں:

۱۔ چغلی کھانا۔

۲۔ غیبت کرنا۔

۳۔ جھوٹ بولنا۔

عن ابی عبداللہؑ قال: قال رسول اللہؐ الا انبئکم بشرارکم قالوابلیٰ یارسول اللہؐ قال المشاؤن بالنمیمة المفرقون بین الاحبة الباغون للبراء المعایب.

"کشف الریبہ شہید ص ۳۰۴"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کیا میں تمہیں تم میں سے بدترین افراد کی خبر نہ دوں؟"

صحابہ نے کہا: "ضرور بتائیں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "تمہارے اندر بدترین لوگ وہ ہیں جو چغل خوری کر کے دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور ہمیشہ بے گناہ افراد کے عیب تلاش کرتے ہیں۔"

اوحی اللہ تعالیٰ الی موسیٰؑ من: مات تائبا من الغیبة فھو اخر من یدخل الجنة ومن مات مصرا علیھا فھو اول من یدخل النار.

"ارشاد القلوب دیلمی ص ۱۵۶"

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی: "جو غیبت سے تائب ہو کر مرے وہ سب لوگوں کے بعد جنت میں داخل ہوگا اور جو غیبت پر اصرار کرتے ہوئے مراوہ سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔"

باب ششم

توکل و تسلیم

ومن یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ ان اللّٰہ بالغ امرہ. (سورۃ طلاق آیت ۳)

"اور جس نے خدا پر بھروسہ کیا تو وہ اس کے لئے کافی ہے،
بے شک خدا اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔"

خدا کے سوا سب سہارے عارضی ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام زندان میں گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خوابوں کی تعبیر کا علم عطا کیا تو اسی دن دو نئے قیدی زندان میں آئے۔ رات کو انہوں نے خواب دیکھا اور کہا: "اے یوسفؑ! ہم نے خواب دیکھے ہیں، آپؑ ان کی تعبیر بتائیں۔"

ایک نے کہا: "میں نے رات خواب میں دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں۔"

دوسرے نے کہا: "میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک ٹوکری ہے جس میں روٹیاں ہیں اور پرندے آکر اس میں سے ٹکڑے اٹھا اٹھا کر کھا

رہے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "زندان کا کھانا آنے سے قبل میں تمہیں اس کی تعبیر بتادوں گا۔"

پھر آپؑ نے قیدیوں کو دین حق کی تبلیغ کی اور تعبیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: "جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی ہیں وہ صلیب پر لٹکایا جائے گا اور پرندے اس کا بھیجا نوچ نوچ کر کھائیں گے اور جس نے اپنے آپ کو انگور نچوڑتے ہوئے دیکھا وہ رہا ہوگا اور بادشاہ کا ساقی بنے گا۔"

آپؑ نے جیسے ہی یہ تعبیر بیان کی تو جس نے روٹیوں کا خواب دیکھا تھا کھل کھلا کر کہنے لگا: "میں نے تو یوں ہی مذاق کیا تھا، دراصل میں نے کوئی خواب دیکھا ہی نہیں تھا۔"

یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "اہمیت اس بات کی نہیں کہ تو نے دیکھا ہے یا نہیں دیکھا اب میری زبان سے یہ الفاظ نکل چکے ہیں۔ اب یہ اللہ کی تقدیر کا فیصلہ ہے اب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں تجھے بتا چکا ہوں۔"

پھر جس قیدی کی رہائی کا یوسف علیہ السلام کو یقین تھا اس سے فرمایا: "جب تو رہا ہو کر بادشاہ کا ساقی بن جائے تو وہاں میرا ذکر کرنا اور مجھے قید سے رہائی دلانا۔"

قیدی نے وعدہ کر لیا۔ جب وہ آزاد ہو گیا اور بادشاہ کا ساقی بھی بن گیا تو شیطان نے اسے یوسف علیہ السلام کا ذکر فراموش کرادیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مزید سات سال تک اس قید خانے میں قید رہے۔

ایک دن اللہ تعالیٰ کی وحی نازل ہوئی اور ارشاد فرمایا: "اے یوسفؑ!

باپ کے گھر میں تجھے خواب کس نے دکھایا تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے ہی خواب دکھایا تھا۔"

پھر ارشاد ہوا: "یعقوبؑ کے دل میں تیری محبت کس نے ڈالی تھی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے ڈالی تھی؟"

پھر آواز آئی: "جب بھائیوں نے تجھے کنوئیں میں ڈالا تو نجات کے لئے دعا تجھے کس نے تعلیم دی تھی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو نے ہی دعا مجھے تلقین کی تھی۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "قافلہ کو اس ویران کنوئیں پر کون لایا تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو ہی قافلے کو وہاں لایا تھا؟"

آواز قدرت آئی: "تجھے شاہِ مصر کے گھر پناہ دینے والا کون تھا؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "پروردگار! تو نے مجھے شاہ مصر کے گھر پناہ دی۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "عزیز مصر کی بیوی کے شر اور زنانِ مصر کے شر سے تجھے کس نے بچایا اور چھوٹے بچے سے تیری پاکدامنی کی گواہی کس نے دلائی؟"

یوسف علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! تو نے ہی سب کچھ کیا۔"

قدرت کی آواز آئی: "اے یوسفؑ! تجھے زندان میں میں نے تو نہیں

بھیجا تھا تو نے خود ہی "رب السجن احب الی" کہہ کر مجھ سے زندان جانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا اور اگر تو زندان سے تنگ آگیا تھا اور رہائی چاہتا تھا تو کیا تو مجھے نہیں کہہ سکتا تھا "**فکیف استغثت بغیری ولم تستغث بی وتسألنی ان اخرجك من السجن**" آخر تجھے کیا ضرورت محسوس ہوئی کہ مجھے چھوڑ کر دوسروں سے کیوں مدد مانگی اور کیا میں تجھے زندان سے رہائی نہ دلا سکتا تھا؟"

اب اس، کی سزا یہ ہے کہ تو مزید سات سال اس زندان میں بسر کرے گا۔

اسی داستان کا ایک اور حصہ

جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی "بن یامین" کو اپنے پاس روک لیا تو حضرت یعقوبؑ نے انہیں خط لکھا تھا جس میں انہوں نے تحریر کیا تھا:

"ہمارا خاندان اس وقت آزمائش کی بھٹی سے گزر رہا ہے۔ اس سے پہلے میرا نور نظر یوسفؑ مجھ سے بچھڑ گیا اور اس کا چھوٹا بھائی بن یامین میرے پاس تھا اور میں اسے دیکھ کر زندگی کے ایام گزار رہا تھا مگر آپ نے میرے اس بیٹے کو بھی اپنے پاس روک لیا، آپ مہربانی کر کے میرے بیٹے کو رہائی دیں اور میرے پاس روانہ کریں۔"

جب فرزندان یعقوبؑ باپ کا خط لے کر روانہ ہوئے تو جبرئیل امین اللہ کی طرف سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا تم سے یہ کہتا ہے: "تم نے جن مصائب و آلام کی شکایت عزیز مصر سے کی ہے ان مصائب میں تمہیں کس نے مبتلا کیا؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "اے پروردگار! تو نے تادیب کی غرض سے مبتلا کیا ہے۔"

آواز قدرت آئی: "کیا کوئی میرے علاوہ تمہاری اس مصیبت کو دور کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "نہیں کوئی قدرت نہیں رکھتا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "تو پھر مجھے چھوڑ کر اوروں سے شکایت کرتے ہوئے تمہیں خجالت محسوس نہیں ہوئی؟"

یعقوب علیہ السلام نے عرض کی: "خدایا! میں توبہ و استغفار کرتا ہوں، اس عمل پر میرا مواخذہ نہ کرنا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "اے یعقوبؑ! اب جب کہ تم میری بارگاہ میں متوجہ ہو چکے ہو اور توبہ و استغفار کر چکے ہو تو میں نے تمہیں معاف کیا اور تمہاری آزمائش میں نے ختم کردی اب تمہیں صرف بن یامین ہی نہیں بلکہ یوسفؑ گم گشتہ بھی ملے گا اور تمہاری کھوئی ہوئی بینائی بھی لوٹاؤں گا۔"(۱)

خدا کے علاوہ کسی سے نہ ڈریں

قرآن مجید میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب. (بے شک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کی کرسی پر ایک جسم کو ڈالا پھر اس نے خدا کی بارگاہ میں رجوع کیا اور توبہ کی۔)"

۱۔ بحار الانوار ج ۱۲ ص ۳۱۴۔

سورۂ صؔ کی اس آیت ۳۴ کے متعلق تفسیر صافی ص ۴۴۷ پر امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ روایت نقل ہوئی ہے:

"جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمانؑ کو بیٹا عطا کیا تو جنات و شیاطین نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر سلیمانؑ کا یہ بیٹا زندہ رہا اور باپ کے بعد سریر آرائے سلطنت ہوا تو یہ بھی ہم سے وہی سلوک کرے گا جو اس کا باپ سلیمانؑ ہم سے کر رہا ہے۔ لہٰذا اس سے کسی نے کسی طرح سے جان چھڑا لینی چاہئے۔

حضرت سلیمانؑ کو ان کی سازش کا علم ہوا تو آپؑ نے اپنے بیٹے کو شر شیاطین سے بچانے کے لئے ایسی جگہ کے متعلق سوچنے لگے جہاں ان کے ہاتھوں کی رسائی نہ ہو۔ آخرکار حضرت سلیمانؑ نے اپنے بیٹے کو بادلوں کے درمیان بھیج دیا تاکہ وہاں رہ کر بچہ شر شیاطین سے محفوظ رہ سکے۔

چند دن گزرے تھے کہ ایک بے جان لاشہ ان کے تخت پر آگرا۔ حضرت سلیمانؑ نے دیکھا تو وہ لاشہ ان کے بیٹے کا تھا۔

سلیمانؑ کے بیٹے کی موت سے اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں سلیمانؑ کو یہ پیغام دیا تھا کہ اس بادشاہ حقیقی کی تقدیر سے کوئی بچ نہیں سکتا اور جن و شیاطین کا خوف بے سود ہے۔"

ابوحمزہ ثمالی امام زین العابدین علیہ السلام کی زبانی نقل کرتے ہیں کہ فتنہ ابن زبیر کے ایام میں ایک دن میں پریشان ہو کر گھر سے نکلا اور بیرونی دیوار کا سہارا لئے میں کھڑا سوچ رہا تھا کہ ناگہاں ایک شخص جس نے دو سفید چادریں پہنی ہوئی تھیں، میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور میری طرف دیکھ کر اس نے کہا: "علی بن الحسینؑ! آخر تم پریشان کیوں ہو اگر تم دنیا کی وجہ سے پریشان ہو تو

تمہیں اس کے لئے پریشانی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ رازق حقیقی نے تمام نیک وبد افراد کا رزق مقرر کر دیا ہے جو انہیں بہر صورت مل کر رہے گا۔"

یہ بات سن کر میں نے کہا: "میں رزق کی وجہ سے قطعاً پریشان نہیں ہوں، رزق کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے وہ بالکل درست ہے۔"

اس نے کہا: "اگر آخرت کی وجہ سے فکر مند ہو تو تمہیں اس کے لئے بھی فکر مندی کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آخرت کا مالک عادل و قادر ہے وہ کسی پر رائی برابر ظلم نہیں کرے گا۔"

میں نے کہا: "تم درست کہتے ہو میں آخرت کی وجہ سے بھی فکر مند نہیں ہوں۔"

اس نے کہا: "تو تم کس وجہ سے پریشان ہو؟"

میں نے کہا: "میں ابن زبیر کے فتنے اور اس کے ظلم و تشدد کی وجہ سے پریشان ہوں۔"

اس نے ہنس کر کہا: "علی بن الحسینؑ! کیا تم نے کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھا جس نے خدا کو پکارا ہو اور خدا نے اسے جواب نہ دیا ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس نے کہا: "بھلا تم نے کسی ایسے شخص کا بھی مشاہدہ کیا جس نے خدا پر توکل کیا ہو اور اللہ نے اس کی حفاظت نہ کی ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس نے کہا: "تو کیا تم نے کبھی کسی ایسے سائل کو بھی دیکھا ہے جس نے خدا سے کسی چیز کا سوال کیا ہو اور اللہ نے اس کا سوال پورا نہ کیا ہو؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

اس کے بعد وہ شخص اچانک میری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔(۱)

مشکلات میں کس کا سہارا لینا چاہئے؟

محمد بن عجلان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ سخت تنگ دستی میں مبتلا ہوا اور میری اس تنگ دستی کی وجہ سے میرے تمام دوست مجھے چھوڑ گئے۔ تنگ دستی کے ساتھ ساتھ میں قرضے کے بوجھ تلے دبا ہوا تھا اور قرض خواہ مجھ سے بڑی شدت سے قرضہ کا تقاضہ کرتے تھے۔

اس وقت مدینے کا حاکم حسن بن زید تھا اور وہ میرا واقف تھا، میں نے دل میں سوچا کہ اس مشکل گھڑی میں اس سے مدد کی درخواست کرنی چاہئے۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۵۲۔

اس روایت کو نقل کرنے کے بعد علامہ مجلسیؒ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد اکثر اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لی تھی۔ یہ شخص اہلبیت طاہرینؑ کا بدترین دشمن تھا۔ اس کی دشمنی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگ سکتا ہے کہ اس نے نماز میں درود پڑھنا چھوڑ دیا تھا اور کہتا تھا کہ درود سے بنی ہاشم مغرور ہو جاتے ہیں۔

اس کا باپ زبیر، حضرت علیؑ کے ہوا خواہوں میں شمار ہوتا تھا لیکن جب یہ جوان ہوا تو باپ کو مولائے کائنات کا مخالف بنادیا۔ حضرت علیؑ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک زبیر کا بیٹا جوان نہیں ہوا زبیر ہمارے ساتھ رہا۔

جس شخص نے امام زین العابدینؑ سے گفتگو کی تھی ممکن ہے کہ وہ کوئی فرشتہ ہو اور انسانی صورت میں آپؑ کے پاس آیا ہو یا حضرت خضرؑ یا الیاسؑ میں سے کوئی بزرگ ہوں اور اس حقیقت کو ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ امام زین العابدینؑ ان سب سے زیادہ عالم تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی فرشتے یا جناب خضرؑ و الیاسؑ میں سے بطور یاددہانی امام عالی مقام کے پاس بھیجا تھا اور یاددہانی کے مقصد کے حصول کے لئے پیغمبر اکرمؐ پر بھی فرشتے نازل ہوتے تھے۔

میں یہ سوچ کر گھر سے باہر نکلا۔ راستے میں امام زین العابدین علیہ السلام کے پوتے محمد بن عبداللہ کی ملاقات ہوئی اور وہ بھی میری تنگ دستی سے بخوبی واقف تھے۔

انہوں نے مجھ سے پوچھا: "کہاں جارہے ہو؟"

میں نے بتایا کہ میں تنگ دستی کی وجہ سے مجبور ہو کر والی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے کہ وہ ان حالات میں میری مدد کردے۔

انہوں نے کہا: "اگر ایسا ہی ہے تو یاد رکھو تمہیں اس سے کچھ بھی وصول نہ ہوگا۔ تم اس کی بجائے اس کی طرف رجوع کرو جو تمہاری حاجت پوری کرسکتا ہے اور وہ اکرم الاکرمین ہے۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نبی کو وحی فرمائی:

وعزتي وجلالي لاقطعن امل كل مؤمل غيري بالبأس ولا كسونه ثوب الذلة فى النار ولا بعدنه من فرجي و فضلي ايؤمل عبدى فى الشدائد غيرى والشدائد بيدى اويرجو سواى وانا الغنى الجواد بيدى مفاتيح الابواب وهى مغلقة و بابى مفتوح لمن دعانى. الم يعلم انه ما ادهته نائبة لم يملك كشفها غيرى فمالى اراه يأمله معرضا عنى قد اعطيته بجودى وكرمى مالم يسالنى وسأل فى نائبته غيرى وانا الله ابتداء بالعطية قبل المسئلة افسئل فلا اجيب كلا. اوليس الجود والكرم لى اوليس الدنيا والاخرة بيدى؟ فلو ان اهل سبع سموات والارضين سألونى جميعا فاعطيت كل واحد منهم مسألته مانقص ذمك

من ملكى مثل جناح بعوضة وكيف ينقص ملك انا قيمه فيا بأس لمن عصانى ولم يراقبنى.

مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! جو مجھے چھوڑ کر کسی اور سے امید وابستہ کرے گا میں اسے ناامید کروں گا اور دوزخ میں اسے ذلت کا لباس پہناؤں گا اور اسے کشائش اور اپنے فضل سے دور رکھوں گا۔ میرا بندہ شدائد و مشکلات میں مجھے چھوڑ کر میرے غیر سے امید وابستہ کرتا ہے جبکہ شدائد میرے ہاتھ میں ہیں۔ یا میرے علاوہ کسی اور سے دل لگاتا ہے جبکہ میں بے نیاز اور سخی ہوں۔ تمام بند دروازوں کی چابیاں میرے ہاتھ میں ہیں اور میرا دروازہ ہر پکارنے والے کیلئے ہر وقت کھلا ہوا ہے۔ تو کیا مصائب میں گرفتار ہونے والوں کو یہ علم نہیں ہے کہ میرے علاوہ انہیں اس گرفتاری سے کوئی نجات نہیں دے سکتا؟

آخر انسانوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھ سے منہ موڑ کر اور طرف جاتے ہیں؟ جبکہ میں سوال سے بھی پہلے جود و کرم کرتا ہوں۔ کیا کبھی کسی نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے قبول نہیں کیا؟ یہ بات ناممکن ہے تو کیا سخاوت و کرم کا مالک میں نہیں ہوں اور کیا دنیا و آخرت میرے ہاتھ میں نہیں ہے؟

اگر سات آسمان اور سات زمینوں پر رہنے والے مجھ سے اپنی حاجات طلب کریں اور میں ہر سائل کی درخواست پر اسے عطا کرتا رہوں تو مچھر کے پر کے برابر بھی میرے خزانے میں کمی واقع نہ ہوگی اور وہ ملکیت کم کیسے ہوسکتی ہے جس کا نگہبان میں ہوں؟

پس وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو میری نافرمانی کرتا ہے اور میری اطاعت کا لحاظ نہیں کرتا۔"

محمد بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: "اے فرزند رسول! یہ حدیث آپ مجھے دوبارہ سنائیں، انہوں نے وہ حدیث مجھے تین مرتبہ سنائی تو میں نے کہا کہ خدا کی قسم میں اب کسی کے دروازے پر نہیں جاؤں گا اور کسی سے دست سوال دراز نہیں کروں گا۔"

چند دنوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے میرے حالات درست کردیئے اور اللہ نے مجھے تنگ دستی سے نجات دلائی اور میرے تمام قرض ادا کردیئے۔(۱)

یقین حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ

جب ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بت توڑے تو نمرود نے اپنے درباریوں سے مشورہ کیا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔

قالوا حرقوہ و انصروا آلھتکم ان کنتم فاعلین. (سورۃ انبیاء آیت ۶۸) انہوں نے کہا: "اگر کچھ کرنا ہے تو اسے آگ میں جلا کر اپنے خداؤں کی مدد کرو۔"

ایک بہت بڑا آتش کدہ ابراہیمؑ کے لئے بنایا گیا جس میں ایک مدت تک لکڑیاں ڈالی گئیں۔ بت پرستوں کے لئے ابراہیمؑ کو آگ میں جلانا اس قدر اہم تھا کہ کئی بوڑھے اور بیمار افراد نے اس زمانے میں مرنے سے قبل وصیت کی کہ ان کی جائیداد کا اتنا حصہ بیچ کر لکڑیاں خرید کی جائیں جن سے ابراہیمؑ کو جلایا جائے۔ بہت سی غریب عورتوں نے اون کاتنے کی اجرت آتش کدے کے متولیوں کے حوالے کی کہ اس کارِ خیر میں ہمارا حصہ بھی شامل کرلو۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۵ ص ۱۹۰۔

آتش کدہ کے قریب ایک اونچا چبوترا بنایا گیا تاکہ نمرود اس پر بیٹھ کر خلیلؑ کے جلنے کا تماشہ دیکھ سکے۔

الغرض آگ بھڑکائی گئی یہ آتش کدہ کوفے کے قریب نہر کوثا کے قریب بنایا گیا تھا۔ چشم زدن میں آگ کے شعلے آسمان سے باتیں کرنے لگے اور ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالنا ناممکن ہوگیا۔

شیطان نے انہیں بتایا کہ تم ایک منجنیق تیار کرو اور ابراہیمؑ کو اس میں بٹھا کر آگ میں پھینکو۔

چنانچہ ابراہیمؑ کو منجنیق میں بٹھا کر آگ کی طرف پھینکا گیا، کائنات کی ہر چیز نے زبان حال سے ابراہیمؑ کی سفارش کی، زمین نے زبان حال سے کہا: "خدایا! میری پشت پر اکیلا ابراہیمؑ ہی تیری عبادت کرتا ہے اور ظالم اسے بھی نذر آتش کرنا چاہتے ہیں۔"

ملائکہ نے عرض کی: "خدایا! آج تیرا دوست اور خلیل آگ میں ڈالا جارہا ہے کیا تو اسے نہیں بچائے گا؟"

آواز قدرت آئی: "اگر ابراہیمؑ نے مجھے پکارا تو میں ضرور اس کی مدد کروں گا۔"

جبرئیلؑ نے عرض کی: "خدایا! روئے زمین پر اکیلا ابراہیمؑ ہی تیری عبادت کرنے والا ہے آج وہ بھی آگ کے شعلوں میں جارہا ہے۔"

ندائے قدرت آئی: "اے جبرئیلؑ! خاموش رہو، میں ہر چیز پر قدرت رکھتا ہوں، میں اسے نجات دوں گا اور اس کی دعا قبول کروں گا۔"

جبرئیلؑ، ابراہیمؑ کے پاس آئے اور کہا: "تمہاری کوئی حاجت ہو تو

بیان کرو میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اما الیك فلا ، حسبی اللہ ونعم الوكيل.

(تیری طرف میری کوئی حاجت نہیں، مجھے میرا اللہ کافی ہے اور وہی میرا بہترین کارساز ہے۔)"

میکائیلؑ آئے اور عرض کی: "اگر آپؑ پسند کریں تو میں بارش اور پانی کے ذریعے سے آگ کو بجھادوں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں۔"

پھر ہوا کا فرشتہ آپؑ کے پاس آیا اور کہا: اگر آپؑ حکم کریں تو میں ہوا کے زور سے اس تمام آگ کو پراگندہ کردوں اور آپؑ کو بچالوں؟"

آپ علیہ السلام نے فرمایا: "نہیں۔"

پھر جبرئیل امینؑ نے عرض کی: "پھر آپؑ اپنے خدا سے دعا مانگیں تاکہ وہ آپؑ کو نجات دلائے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "حسبی من سوالی علمه بحالی.

(مجھے سوال کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ میرے حال سے بخوبی واقف ہے۔)"

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا مانگی تھی "یااللّٰہ و یاواحد یااحد یاصمد یامن لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفواً احد نجنی من النار برحمتك"

(اے اللہ، اے واحد، اے احد، اے صمد، اے وہ ذات جو کسی کا باپ نہیں اور جو کسی کا بیٹا نہیں اور جس کا کوئی ہمسر نہیں، اپنی رحمت سے مجھے آگ سے نجات دے۔)

دعا مانگنے کی دیر تھی کہ آگ کو حکم پروردگار ہوا: "یانار کونی برداً. اے آگ! ٹھنڈک بن جا۔" آگ فوراً ٹھنڈی ہوگئی اور سردی کی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام کے دانت بجنے لگے۔ پھر قدرت کی آواز آئی: "وسلاماً. سلامتی بن جا۔" اتنی ٹھنڈک نہ ہو کہ ابراہیمؑ کو سردی لگے اور اتنی گرمی نہ ہو کہ ابراہیمؑ کو پسینہ آئے معتدل بن جا اور سلامتی بن جا۔

آگ گلزار ہوگئی، نمرود نے دیکھا کہ ابراہیمؑ کے ساتھ جبرئیلؑ بیٹھے ہیں اور ابراہیمؑ ان سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے ہیں۔

"فنظر الیه نمرود فقال من اتخذ الها فلیتخذ مثل اله ابراهیمؑ.

نمرود نے یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ کہا: "جو اپنے لئے خدا بنانا چاہتا ہو تو اسے چاہئے کہ رب ابراہیمؑ کی طرح اپنے لئے خدا بنائے۔"(۱)

پتھر کے اندر حضرت موسیٰؑ نے کیا دیکھا؟

ملک الموت ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "دیدار کے لئے آئے ہو یا قبض روح کے لئے آئے ہو؟"

۱۔ استفادہ از چند روایات بحارالانوار ج ۱۲ ص ۲۲، ۳۲ و آمدن ملائکہ برائے نجات ابراہیمؑ از سفینۃ ج ۲ ص ۶۸۳۔

ملک الموت نے کہا: "میں قبض روح کے لئے آیا ہوں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: "تو اتنی اجازت دو کہ میں اپنی والدہ اور خاندان سے الوداع کہہ سکوں۔"

ملک الموت نے کہا: "میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: "تو اتنی اجازت دو کہ میں پروردگار کا سجدہ کر سکوں۔"

ملک الموت نے کہا: "اجازت ہے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سجدہ کیا اور خدا کے حضور عرض کی: "خدایا! ملک الموت کو حکم دے تاکہ وہ مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اپنی والدہ اور خاندان سے الوداع کر سکوں۔"

اللہ تعالیٰ نے عزرائیلؑ کو حکم دیا کہ موسیٰؑ کو اتنی مہلت دے دو کہ وہ اپنی والدہ اور خاندان کو الوداع کہہ سکیں۔

اجازت ملی، حضرت موسیٰ علیہ السلام والدہ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: "امی جان! مجھے اجازت دیں مجھے سفر پر جانا ہے۔"

والدہ نے فرمایا: "کون سے سفر پر جا رہے ہو؟"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: "سفر آخرت در پیش ہے۔"

یہ سن کو والدہ بہت روئیں اور بیٹے کو الوداع کہا۔

پھر آپ اپنے بیوی بچوں کے پاس گئے اور انہیں الوداع کہا۔ آپؑ کا ایک بچہ چھوٹا تھا وہ آپؑ سے لپٹ گیا، کسی طریقے سے آپؑ کو چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بچے کی محبت سے بہت متاثر ہوئے اور عرض

کی: "خدایا! میں مزید مہلت چاہتا ہوں کیونکہ میں اپنے اس بچے سے بہت مانوس ہوں اور نجانے میرے بعد اس کے نان و نفقہ کا کیا بنے۔"

اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: "موسیٰؑ! دریا پر جاؤ اور اپنا عصا پانی پر مارو، دریا شگافتہ ہوگا اور دریا کے درمیان سفید رنگ کا پتھر نمودار ہوگا، پتھر پر عصا مارنا اور میری قدرت کا کرشمہ ملاحظہ کرنا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام دریا پر گئے، عصا مارا، دریا شگافتہ ہوا اور سفید رنگ کا پتھر وہاں دیکھا، پھر آپؑ نے پتھر پر عصا مارا تو وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ آپؑ نے دیکھا کہ پتھر کے عین درمیان میں ایک کیڑا بیٹھا تھا جس کے منہ میں سبز پتہ تھا جسے وہ چبا رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی پانی کا ایک چھوٹا سا گڑھا تھا۔

جب حضرت موسیٰ نے یہ منظر دیکھا تو اس وقت آواز قدرت آئی:

"اے موسیٰؑ! تم نے میری رزاقیت کا یہ منظر دیکھا، جب دریا کے درمیان اور سخت پتھر کے اندر میں نے ایک کیڑا پیدا کیا ہے تو میں نے اسے بھی رزق روزی سے محروم نہیں رکھا۔ جب میں نے اسے پتھر کے اندر بھی رزق فراہم کیا ہے تو کیا میں تمہارے بچے کو فراموش کردوں گا؟ اولاد کے لئے تمہیں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، میں ان کا نگہبان ہوں۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا: "تم اپنے رب کے فرمان کی تعمیل کرو۔"

ملک الموت نے فوراً ان کی روح قبض کرلی۔(۱)

۱۔ شجرۂ طوبیٰ ص ۲۷۹۔

توکل کرنے والا کبھی نہیں بھٹکتا

حماد بن حبیب کوفی کا بیان ہے کہ ایک سال میں ایک قافلہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا۔ جب ہم نے منزل زبالہ سے کوچ کیا تو سخت سیاہ آندھی چلی اور آندھی اتنی سخت تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا اس دوران میں قافلے سے بچھڑ گیا۔

جب تاریکی کا زور کچھ کم ہوا تو میں نے اپنے آپ کو ایک بے آب و گیاہ میدان میں تنہا پایا، دور سے مجھے ایک درخت نظر آیا، میں اس درخت کے پاس گیا، میں نے دیکھا کہ ایک جوان جس نے سفید لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے جسم سے مشک و عنبر کی خوشبو آرہی تھی، وہ بھی اسی درخت کی طرف آرہا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ یہ اللہ کا ولی ہوگا، میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کرلیا تاکہ وہ جوان مجھے یہاں دیکھ کر کسی اور طرف نہ چلا جائے۔

کچھ دیر بعد وہ جوان آیا اور نماز کی تیاری کرنے لگا اور اس نے یہ دعا پڑھی: "یامن حاذ کل شیء ملکوتا و قهر کل شیء جبروتا صل علیٰ محمد وآل محمد و اولج قلبی فرح الاقبال علیك فالحقنی بمیدان المطیعین لك.

(اے وہ ذات جس کی قدرت و جبروت ہر چیز پر حاوی ہے، محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج اور میرے دل میں اپنے حضور حاضر ہونے کی خوشی داخل فرما اور اپنے اطاعت گزاروں کے میدان میں مجھے ملحق فرما۔)"۔

پھر جوان نے نماز شروع کی۔ میں نے دیکھا کہ جوان کی آنکھوں سے

آنسوؤں کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

میں نے بھی نماز شروع کی اور جوان کی اقتداء میں کھڑا ہوگیا اور اس وقت مجھے یوں محسوس ہوا کہ میرے لئے ایک محراب سائن گیا ہے، جوان جب کسی ایسی آیت کی تلاوت کرتا جس میں وعدو وعید ہوتی تو اس کی آہ و نالہ کی صدائیں بلند ہوتیں۔

نماز کی تکمیل کے بعد جوان نے رو رو کر یہ دعا مانگی: "یامن قصده الضالون فاصابوه مرشدا وامه الخائفون فوجدوه معقلا ولجأ الیه العابدون فوجدوه موئلامتی راحة من نصب لغیرك بدنه ومتی فرح من قصد سواك بهمته، الهی قد تقشع الظلام ولم اقض من خدمتك وطرا ولا من حیاض مناجاتك صدرا صل علی محمد و آل محمد وافعل بی اولی الامرین بك یا ارحم الراحمین.

(اے وہ ذات جس کا قصد راہ گم کرنے والوں نے کیا تو انہوں نے اسے راہ نما پایا اور خوف زدہ لوگوں نے اس کی بارگاہ کا ارادہ کیا تو اسے پناہگاہ پایا اور جس کی طرف عابدوں نے رجوع کیا تو انہوں نے اسے اپنا ملجاو ماویٰ پایا، اسے راحت نصیب نہ ہوگی جو تیرے غیر کی خدمت میں اپنے بدن کو پیش کرے گا اور اسے کبھی خوشی نصیب نہ ہوگی جو تیرے علاوہ کسی اور کا قصد کرے گا۔

پروردگار! اب جبکہ تاریکی چھٹ چکی ہے لیکن ابھی تک میں تیری کماحقہ خدمت نہ کرسکا اور تیری مناجات کے سرچشمے سے ابھی تک میرا سینہ نہیں بھرا۔ محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیج اور مجھ سے وہ سلوک کر جو تیری شان کریمی کے مطابق ہو، اے سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے۔)"

حماد کہتا ہے کہ مجھے خوف ہوا کہ یہ جوان کہیں اب میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جائے اور پھر مجھے نہ مل سکے تو جلدی سے میں اٹھا اور اس کے دامن کو پکڑا اور کہا: "تجھے اس ذات کا واسطہ جس نے تجھ سے ملال و رنج کو دور رکھا ہے اور جس نے تجھے لذت عبادت عطا کی ہے مجھ پر رحم کر میں راستے سے بھٹکا ہوا مسافر ہوں مجھے منزل مقصود پر پہنچا۔"

جوان نے میری درخواست سنی تو کہا: "اگر تو سچائی اور دل کی پاکیزگی سے اللہ پر بھروسہ کرے گا تو کبھی بھی نہیں بھٹکے گا، اب میرے پیچھے چلا آ اور میری قمیص کے دامن کو پکڑ لے۔"

میں نے ایسا ہی کیا، مجھے اس وقت یوں محسوس ہوا گویا میرے پاؤں سے زمین نکل رہی ہے، تھوڑی دیر کے بعد جوان نے کہا: "لو تمہیں مبارک ہو یہ مکہ معظمہ ہے اور امید ہے کہ تمہارے کانوں میں حاجیوں کی آوازیں آرہی ہوں گی۔"

حماد کہتے ہیں کہ میں نے جوان کو قسم دے کر کہا: "تجھے اس ذات کی قسم جس سے روز قیامت تمہاری امید وابستہ ہے، اپنا تعارف کراؤ۔"

جوان نے کہا: "تو نے قسم دی ہے تو پھر سن لے میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔"(۱)

بر توکل زانوئے اشتر ببند

توکل کے لئے اسباب کی ضرورت ہے۔ اسباب فراہم کئے بغیر توکل

۱۔ بحارالانوار ج۱۱ص۲۴۔

کا کوئی معنی و مفہوم نہیں ہے۔ جیساکہ ذیل کی روایات اس کی مؤید ہیں:

ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے تو بنی اسرائیل ان کی عیادت کے لئے آئے اور ان سے کہا: "آپؑ فلاں جڑی بوٹی کو بطور دوا استعمال کریں تو آپؑ تندرست ہو جائیں گے۔"

حضرت موسیٰؑ نے کہا: "**لا اتداوی حتی یعافینی اللّٰہ من غیر دواء.** (میں دوا نہیں کروں گا اللہ تعالیٰ مجھے بغیر دوا کے تندرستی عطا کرے گا۔)"

آپؑ کافی مدت بیمار رہے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی: "مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم جب تک تم اس جڑی بوٹی سے اپنا علاج نہیں کروگے جس کے متعلق بنی اسرائیل نے تمہیں کہا ہے، اس وقت تک میں تمہیں تندرستی نہیں دوں گا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں بلا کر کہا کہ جو دوائی تم نے تجویز کی تھی وہ میرے پاس لاؤ۔ دوائی لائی گئی۔ انہوں نے استعمال فرمائی اور چند دنوں میں صحتیاب ہوگئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں یہ بات کئی دنوں تک چبھتی رہی کہ اللہ اگر بغیر وسیلے کے شفا عطا کر دیتا تو اس میں کیا عیب تھا؟

جب آپؑ طور سینا پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "**اردت ان تبطل حکمتی بتوکلک علیّ فمن اودع العقاقیر منافع الاشیاء.**

(اے موسیٰ! تم مجھ پر توکل کر کے میری حکمت کو باطل کرنا چاہتے ہو ان بوٹیوں میں یہ فوائد کس نے رکھے ہیں؟)"

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک عابد و زاہد شخص عبادت کی غرض

سے آبادی کو چھوڑ کر پہاڑوں میں جا بیٹھا اور دل میں عہد کیا کہ میں رزق و روزی کے لئے کسی قسم کے اسباب فراہم نہیں کروں گا، میرا اللہ غیب سے مجھے رزق عطا کرے گا۔

ایک دن گزرا کہیں سے عابد کے پاس رزق نہ آیا، دو دن گزرے کہیں سے رزق نہ آیا، علی ہذا القیاس عابد کو پورے سات دن گزر گئے کہیں سے رزق نہ آیا، عابد بھوک کی وجہ سے نڈھال ہوگیا اور عرض کی: "خدایا! جو تو نے میرا رزق مقرر کیا ہے یہیں عطا فرما ورنہ مجھے موت دے دے۔"

ہاتف کی اسے یہ ندا سنائی دی: "**وعزتی و جلالی لا ارزقك حتی تدخل الامصار وتقعد بین الناس.**

(مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم اس طرح سے میں تجھے رزق نہیں دوں گا جب تک تو کسی آبادی میں جاکر کوئی کام نہ کرے) تو میری حکمت خلقت کو ضائع نہ کر میں بندوں کے ہاتھوں بندوں کو رزق پہنچانا بہتر سمجھتا ہوں اور براہ راست رزق دینا میری حکمت کے خلاف ہے۔"(۱)

تسلیم و رضا کا مفہوم

حضرت جابرؓ بن عبداللہ انصاری امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس آئے۔ اس وقت وہ ضعیف و لاغر ہو چکے تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جابرؓ کیسا مزاج ہے؟"

انہوں نے کہا: "مولا! اب تو میرا حال یہ ہے کہ ضعیفی کو جوانی اور

۱۔ درج بالا دونوں روایات جامع السعادات ج ۳ ص ۲۲۷ سے ماخوذ ہیں۔

مرض کو صحت اور موت کو زندگی سے بہتر جانتا ہوں۔"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "لیکن میرا حال ایسا نہیں ہے، اگر اللہ مجھے پیری دے تو میں پیری کو اور اگر جوانی دے تو جوانی کو اگر مرض دے تو بیماری کو اور اگر شفا دے تو صحت کو اور اگر موت دے تو موت کو اور زندگی دے تو زندگی کو اچھا سمجھتا ہوں۔"

یہ سن کر جابرؓ اپنے مقام سے اٹھے اور امام محمد باقرؑ کی پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا: "آپؑ کے نانا جان رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ جابرؓ! تم لمبی عمر پاؤ گے اور حسینؑ کے پوتے سے ملو گے جو دفن شدہ علم کو زمین سے ایسے ہی شگافتہ کر کے نکالے گا جیسا کہ بیل زمین کو شگافتہ کرتا ہے اور اس کا لقب باقر ہوگا۔

اہل تسلیم و رضا کا مقام

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ روز قیامت میری امت کے ایک گروہ کو پَر عطا کئے جائیں گے اور وہ پرواز کر کے سیدھے جنت میں پہنچ جائیں گے اور نعمات جنت سے استفادہ کریں گے۔

فرشتے ان سے پوچھیں گے: "کیا تم نے حساب کی سختی دیکھی ہے؟"

وہ کہیں گے: "ہم سے کوئی حساب نہیں لیا گیا۔"

فرشتے پوچھیں گے: "کیا تم صراط سے گزر کر آئے ہو؟"

وہ کہیں گے: "ہم نے کوئی صراط نہیں دیکھی۔"

فرشتے ان سے پوچھیں گے: "کیا تم نے دوزخ دیکھی ہے؟"

وہ کہیں گے : "ہمارے راہ میں دوزخ نہیں آئی۔"

پھر فرشتے ان سے پوچھیں گے : "تم کس نبی کی امت ہو؟"

وہ کہیں گے : "ہم محمد مصطفیؐ کی امت ہیں۔"

فرشتے ان سے کہیں گے : "تمہیں خدا کی قسم! یہ بتاؤ تم دنیا میں کونسا عمل کرتے تھے جس کی بدولت تمہیں یہ مقام نصیب ہوا؟"

وہ جواب دیں گے : "ہمارے اندر دو خصلتیں تھیں جن کی وجہ سے اللہ نے ہم پر اپنا خصوصی فضل و کرم کیا ہے، ہماری پہلی خصلت یہ تھی "اذخلونا نستحی ان نعصیه" ہم خلوت کے لمحات میں اللہ کی نافرمانی کرنے سے حیا کرتے تھے اور ہماری دوسری خصلت یہ تھی "ونرضی بالیسیر مما قسم لنا" اور ہم اپنے مقدر کے تھوڑے حصے کو پا کر بھی راضی رہتے تھے۔"

یہ سن کر فرشتے کہیں گے کہ واقعی تم اسی مقام کے حقدار تھے۔(۱)

تسلیم نہ کرنے والے نقصان اٹھاتے ہیں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کی : "آپ اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں کہ بارشوں کا نظام ہماری مرضی کے مطابق ہونا چاہئے، جب ہم ضرورت محسوس کریں تو بارش ہو جائے اور جب ضرورت نہ ہو تو بارش نہ برسے۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ احدیت میں ان کی درخواست پیش کی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔

۱۔ جامع السعادات ج ۳ ص ۲۰۲۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو بتایا کہ اب بارش تمہاری مرضی سے برسا کرے گی۔

چنانچہ اس سال بنی اسرائیل نے بہت بڑے رقبے پر فصل کاشت کی، جب انہیں ضرورت ہوتی بارش برستی اور جب ضرورت نہ ہوتی تو بارش نہ برستی۔

اس سال ان کی کھیتیاں لہلہانے لگیں اور کھیتوں میں خوب ہریالی پیدا ہوئی جب ان کی فصل پک کر تیار ہوگئی اور انہوں نے فصل کاٹی اور گہائی کا وقت آیا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ خوشوں میں دانے نہیں تھے۔

بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے اور کہا : "ہم نے بارش کا نظام الاوقات اپنی مرضی سے مقرر کرایا، ہم چاہتے تھے کہ ہمیں فائدہ ہو لیکن اس کا نتیجہ صحیح نہیں نکلا ہمیں فائدہ کی بجائے نقصان ہوا۔"

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے مناجات کے دوران عرض کی کہ خدایا میری قوم کو شکوہ ہے کہ اس مرتبہ فصلوں میں انہیں سخت نقصان اٹھانا پڑا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "یا موسیٰ انا کفت المقدر لبنی اسرائیل فلم یرضوا بتقدیری فاجبتهم الی ارادتهم فکان مارایت.

(موسیٰ میں جیسا چاہتا تھا بنی اسرائیل کے لئے فیصلہ کیا کرتا تھا لیکن وہ میری تقسیم اور تقدیر پر راضی نہیں ہوئے، میں نے ان کی خواہش پوری کردی تو اس کا نتیجہ وہی نکلا جو تم نے دیکھا۔)"(۱)

۱۔ بحار الانوار ج ۱۴ ص ۳۴ نقل از کافی۔

سر بھی تسلیم محبت سے ہلایا نہ گیا

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن اپنے چچا حضرت صعصعہ بن صوحان کے پاس اپنے حالات کی شکایت کی تو انہوں نے مجھے سرزنش کی اور کہا: "بھتیجے! جب تم کسی تکلیف کی کسی کے پاس شکایت کروگے تو وہ دو حال سے خالی نہ ہوگی:

(۱) جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دوست ہوگا تو وہ تمہاری تکلیف سن کر افسردہ اور پریشان ہو جائے گا۔

(۲) یا جس سے شکایت کروگے وہ تمہارا دشمن ہوگا اور وہ تمہاری تکلیف سن کر الٹا خوش ہوگا۔

مخلوق کے سامنے اپنی تکلیف کی شکایت مت کرو کیونکہ وہ تمہاری تکلیف دور کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، اپنی مصیبت اور درد کی شکایت کرنی ہے تو اس کے سامنے کرو جس نے تمہیں اس میں مبتلا کیا ہے اور جو تمہاری تکلیف دور کرنے کی قدرت بھی رکھتا ہے۔

پیارے بھتیجے! میری ایک آنکھ چالیس سال سے ناکارہ ہے مجھے اس سے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن میں نے اس کے متعلق آج تک کسی کو خبر نہیں دی حتی کہ میری بیوی کو بھی اس کا علم نہیں ہے۔"(۱)

۲۔ الکنی والالقاب ج ۲ ص ۱۳۔

حقیقت توکل

توکل کا یہ مقصد ہے کہ خنجر تیز رکھ اپنا
نتیجہ اس کی تیزی کا مقدر کے حوالے کر

اسلام نے روحانی ارتقاء کے لئے اخلاقیات پر بہت زیادہ زور دیا ہے تاکہ انسان اعلیٰ اخلاق کے مراحل طے کر کے معاشرے میں اہم مقام حاصل کرے۔ لیکن آج کا مادیت پرست مغرب زدہ شخص اخلاقیات کی قدر و قیمت سے واقف نہیں ہے۔ اسی لئے وہ کبھی اخلاقی اقدار کو اساطیر الاولین سے تعبیر کرتا ہے اور کبھی اسے کمزوروں کا ہتھیار قرار دیتا ہے اور جہاں اور بہت سی اخلاقی اقدار کا آج کل مذاق اڑایا جاتا ہے ان میں توکل سرفہرست ہے۔

مغرب زدہ طبقہ اس کی غلط تعبیر و تشریح کر کے لوگوں کی نظر میں سے بدنما قرار دیتا ہے اور کہتا ہے کہ توکل کا یہ مقصد ہے کہ انسان دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اور رزق کا انتظار کرنے لگ جائے۔ یا زراعت کے بغیر گندم کے کھلیان کی امید کی جائے اور ہتھیاروں کے بغیر جنگ جیتنے کی توقع کی جائے۔

ہم علی وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعبیر و تشریح بالکل غلط ہے، اسلام اس طرح کی تعلیم ہرگز نہیں دیتا، اسلام ہمیشہ حقائق کی تعلیم دیتا ہے، توکل قطع اسباب کا نام نہیں ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ اسباب مہیا کئے جائیں اور نتیجے کے لئے اللہ پر بھروسہ کیا جائے۔

ہم ایک مثال کے ذریعے سے حقیقت توکل کو واضح کرنا چاہتے ہیں:

جنگ کے میدان میں ایک سپاہی ایسا موجود ہے جو ضعیف الاعتقاد ہے، اگرچہ اس کے پاس اسلحہ موجود ہے لیکن پھر بھی وہ ہر وقت خوف زدہ ہے

اور جب اس کا مقابلہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور حریف سے ہو تو وہ فوراً شکست کھا جائے گا لیکن اس کے برعکس وہ سپاہی جو خدا پر توکل رکھتا ہو اور اس کی عنایات پر اس کی نظر ہو تو وہ اپنے سے کئی گنا زیادہ طاقتور دشمن سے ہرگز مغلوب نہیں ہوگا کیونکہ اسے یقین حاصل ہوگا کہ بذات خود وہ کمزور ہے لیکن ایک عظیم قوت اس کی مدد کے لئے موجود ہے اور اس کا مددگار وہ ہے جو علیٰ کل شیء قدیر ہے۔ تو ایسا شخص کبھی خوف زدہ نہیں ہوگا اور اسی جذبہ توکل کی بدولت تین سو تیرہ افراد اپنے سے تین گنا بڑی قوت سے ٹکرا گئے تھے اور مٹھی بھر مجاہدین نے ایران و روم کی حکومتوں کو تہ وبالا کر کے رکھ دیا تھا۔

ان مجاہدین کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ دل کی گہرائیوں سے یقین رکھتے تھے کہ ان کی پشت پر حی و قیوم خدا کی قدرت موجود ہے۔

اسلام نے ترک اسباب کی تعلیم نہیں دی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ فوج کو ہتھیاروں سے لیس کیا اور انہیں فوجی تربیت دلائی۔

ایک دفعہ جب ایک عرب آپؐ کی خدمت میں آیا تو آپؐ نے فرمایا:

"تم نے اونٹ کو کہاں چھوڑا؟"

عرب نے جواب دیا: "میں نے مسجد کے باہر اسے اللہ پر توکل کرتے ہوئے چھوڑ دیا۔"

آپؐ نے فرمایا: "نہیں یہ طریقہ غلط ہے "اعقلها وتوكل" (جاؤ اس کا زانو باندھو اور توکل کرو۔)"

قرآن مجید نے ہمیشہ اسباب مہیا کرنے پر زور دیا ہے، مثلاً قرآن مجید نے مجاہدین کو یہ درس دیا کہ جب عین جنگ میں وقت نماز آجائے تو "فلیا

خذوا حذرهم و اسلحتهم" (سورۃ نساء آیت ۱۰۲)

(وہ اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان لے کر نماز پڑھیں۔)"

علاوہ ازیں قرآن نے یہ حکم دیا ہے "و اعدوا لهم ما استطعتم...."

(دشمنوں کے مقابلے میں اپنی قوت آمادہ کرو اور گھوڑے تیار رکھو۔)"

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے حکم دیا "فاسر بعبادی لیلا" (سورۃ دخان آیت ۲۳)

(میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت سفر کرو تاکہ دشمن تمہیں دیکھنے نہ پائے۔)"

اگر توکل کا مفہوم ترک اسباب ہوتا تو حالت نماز میں اسلام ہتھیار پکڑنے کا حکم کیوں دیتا اور موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت ہجرت کا حکم کیوں ملتا؟

ہاں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ دشمن کے مقابلے کے لئے قوت آمادہ رکھو لیکن نتیجہ خدا کے سپرد کردیا جائے۔

یہی وجہ ہے کہ مفسر اسلام امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

"اوجب الله لعباده ان يطلبو منه مقاصد هم بالاسباب التي سببها لذلك و امرهم بذلك.

(اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کیا ہے کہ وہ اپنی ضرورتوں کو ان اسباب کے ذریعے سے حاصل کریں جو اللہ نے مقرر کئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ وہ ان وسائل سے استفادہ کریں۔)"

قال رسول اللهؐ قال الله عزوجل ان من عبادی المؤمنین عبادا لا یصلح لهم امر دینهم الا بالغنیٰ والسعة والصحة فی البدن فابلوهم بالغنیٰ والسعة وصحة البدن فیصلح لهم امر دینهم وان من عبادی المؤمنین لعبادالا یصلح لهم امر دینهم الا بالفاقه والمسکنة والسقم فی ابدانهم فابلوهم بالفاقة والمسکنة والسقم لیصلح علیهم امر دینهم وانا اعلم بما یصلح علیه امر دین عبادی المؤمنین.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۰"

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میرے مؤمن بندوں میں ایسے بندے ہیں جن کا دین ثروت اور وسعت رزق اور جسمانی صحت سے قائم رہتا ہے تو میں انہیں ثروت و وسعت رزق اور جسمانی صحت دے کر آزماتا ہوں اور میرے کچھ ایسے بندے بھی ہیں جن کا دین فقر و فاقہ اور جسمانی بیماری سے قائم رہ سکتا ہے تو میں انہیں غربت و افلاس اور بیماری سے آزماتا ہوں تاکہ ان کا دین قائم رہے اور میں بخوبی جانتا ہوں کہ مؤمن بندوں کا دین کس چیز سے قائم رہ سکتا ہے۔"

عن ابی عبداللهؑ قال اوحی الله عزوجل الی داؤدؑ ما اعتصم بی عبد من عبادی دون احد من خلقی عرفت ذلك من نیته ثم تکیده السماوات والارض ومن فیهن الاجعلت له المخرج من بینهن وما اعتصم عبد من عبادی باحد من خلقی عرفت ذلك من نیته الاقطعت اسباب السماوات

والارض من یدیه واسخت الارض من تحته ولم ابال بای واد هلك.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۳"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کو وحی فرمائی کہ جب بھی کوئی بندہ مجھ سے تمسک کرتا ہے اور میرے علاوہ باقی لوگوں سے قطع تعلق کرتا ہے اور میں جب اس کی نیت کے اخلاص کا مشاہدہ کرلیتا ہوں تو پھر چاہے ساتوں آسمان اور زمینیں اس کو جال میں پھنسانا چاہیں تو بھی میں اس کے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہوں اور جب کوئی بندہ مجھے چھوڑ کر مخلوق سے اپنی امیدیں وابستہ کرتا ہے اور میں اس کی نیت کا مشاہدہ کرلیتا ہوں تو میں اس کے سامنے سے زمین و آسمان کے تمام اسباب قطع کر دیتا ہوں اور اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھینچ لیتا ہوں اور اس کے متعلق کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہو۔"

عن ابی عبدالله قال ایما عبدا قبل قبل مایحب الله عزوجل اقبل الله قبل ما مایحب ومن اعتصم بالله عصمه الله ومن اقبل الله قبله وعصمه لم یبال لوسقطت السماء علی الارض اوکانت نازلة نزلت علی اهل الارض فتملئهم بلیة کان فی حزب الله بالتقویٰ من کل بلیة الیس الله یقول ان المتقین فی مقام امین.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۵"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو بندہ اس امر کی طرف توجہ کرے جسے خدا پسند کرتا ہے تو خدا بھی اس کے لئے اس امر کی طرف متوجہ ہوگا جسے وہ پسند کرتا ہوگا۔ جس نے خدا سے تمسک کیا اور توکل سے کام لیا، اللہ تعالیٰ اس کی نگہبانی کرے گا اور اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی چاہے آسمان زمین پر گرے یا

اہل زمین پر مصیبت نازل ہو جو تمام لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے۔ تو اس عالم میں بھی وہ خدا کے گروہ میں ہر بلا سے محفوظ رہے گا۔ کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا کہ پرہیزگار امن کے مقام میں ہوں گے۔"

عن ابی عبداللہؑ قال من اعطی ثلاثا لم یمنع ثلاثا. من اعطی الدعاء اعطی الاجابة ومن اعطی الشکر اعطی الزیادة ومن اعطی التوکل اعطی الکفایة ثم قال اتلوت کتاب اللّٰہ عزوجل ادعونی استجب لکم وقال لئن شکرتم لازیدنکم وقال من یتوکل علی اللّٰہ فھو حسبہ.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جسے تین چیزیں نصیب ہوئیں وہ تین چیزوں سے محروم نہیں رہے گا:

۱۔ جسے دعا نصیب ہوئی وہ قبولیت سے محروم نہ رہے گا۔

۲۔ جسے شکر ملا وہ اضافہ سے محروم نہ رہے گا۔

۳۔ جسے توکل ملا وہ کفایت سے محروم نہ رہے گا۔"

کیا تو نے قرآن مجید نہیں پڑھا؟ اللہ فرماتا ہے: "تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔"

اس کے علاوہ اللہ فرماتا ہے: "اگر تم نے شکر کیا تو میں تمہاری نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔"

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے: "جو اللہ پر بھروسہ کرے گا تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔"

عن علی ابن الحسینؑ قال الصبر والرضا عن اللّٰہ راس طاعة اللّٰہ ومن صبرو رضی عن اللّٰہ فیما قضیٰ علیہ فیما احب او کرہ لم یقض اللّٰہ

عزوجل لہ فیما احب او کرہ الا ما ھو خیر لہ.

عن ابی عبداللہؑ ان فیما اوحی اللّٰہ تعالیٰ الی موسی بن عمرانؑ یا موسی بن عمران ماخلقت خلقا احب الی من عبدی المؤمن فانی انما ابتلیہ لما ھو خیرلہ واعافیہ لم ھو خیر لہ و ازدی عنہ لما ھو خیر لہ انا اعلم بما یصلح علیہ عبدی فلیصبر علی بلائی ویشکر نعمائی ویرض بقضائی اکتبہ فی الصدیقین عندی اذا عمل برضائی واطاع امری.

"اصول کافی ج ۲ ص ۶۱، ۶۲"

امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی تقدیر پر صبر و رضا اللہ کی بہت بڑی اطاعت ہے۔ جو اللہ کی قضا پر خواہ اسے پسند ہو یا ناپسند صابر و راضی رہا تو اللہ بھی اس کے پسند و ناپسند کے لئے وہی فیصلہ کرے گا جو اس کے لئے بہتر ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی فرمائی تھی اس میں یہ وحی بھی شامل تھی: "اے موسیٰؑ بن عمرانؑ! مجھے اپنی مخلوق میں سے مؤمن بندہ سب سے زیادہ محبوب ہے، میں اگر اس کی آزمائش کرتا ہوں تو اس میں اس کی بھلائی ہوتی ہے اور اگر اسے سلامتی دیتا ہوں تو بھی اس کی اس میں بھلائی ہی ہوتی ہے، اگر میں اس سے کسی چیز کو دور رکھتا ہوں تو بھی اس کی بھلائی اسی میں ہوتی ہے، میں خود بہتر جانتا ہوں کہ میرے بندے کی بھلائی کس چیز میں ہے، مؤمن کو چاہئے کہ وہ میری آزمائش پر صبر کرے اور میری نعمتوں کا شکر ادا کرے اور میری قضا پر راضی رہے، میں اس کا نام اپنے پاس صدیقین میں لکھوں گا جب وہ میری رضا پر عمل کرے گا

اور میرے امر کی اطاعت کرے گا۔"

عن ابی جعفرؑ قال: احق خلق الله ان یسلم لما قضی الله عزوجل من عرف الله عزوجل ومن رضی بالقضاء اتی علیه القضاء وعظم الله اجره ومن سخط القضاء مضٰی علیه القضاء واحبط الله اجره.

قال علی بن الحسینؑ الزهد عشرة اجزاء اعلٰی درجة الزهد ادنٰی درجة الورع و اعلٰی درجة الورع ادنٰی درجة الیقین و اعلٰی درجة الیقین ادنٰی درجة الرضا.

"اصول کافی ج ۱ ص ۶۲"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اللہ کی قضا کو تسلیم کرنے کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو اللہ کی معرفت رکھتا ہو اور جو قضائے خداوندی پر راضی رہے گا تو قضا اس پر وارد ہوگی اور رضا کی وجہ سے اللہ اس کے اجر میں اضافہ کردے گا اور جو قضائے الٰہی پر ناراض ہوگا تو قضا تو جاری ہو کر رہے گی مگر اللہ اس کا اجر ضائع کردے گا۔

امام علی زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا: "زہد کے دس اجزاء ہیں: زہد کا اعلیٰ ترین درجہ "ورع" کا پست ترین درجہ ہے اور "ورع" کا اعلیٰ ترین درجہ یقین کا پست ترین درجہ ہے اور یقین کا اعلیٰ ترین درجہ رضا کا پست ترین درجہ ہے۔"

باب ہفتم

اخلاص عمل

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبدالله مخلصا له الدین.

الالله الدین الخالص. (سورۃ زمر آیت ۲)

"اے رسول! بے شک ہم نے کتاب کو حق کے ساتھ آپ پر نازل کیا،
تم عبادت کو اس کے لئے کھرا کر کے خدا کی بندگی کیا کرو،
آگاہ رہو کہ عبادت تو خالص اللہ کے لئے ہے۔"

اخلاصِ تالیف کی قدر و قیمت

محقق خاتون آبادی اپنی کتاب "حدائق المقربین" میں لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ چند بزرگ علمائے شیعہ جن میں حمدانی قزوینی، عبدالجبار بن عبداللہ مقری اور حسن بن بابویہ مشہور بہ حسکا بغداد میں جمع ہوئے اور شیخ طوسی کی کتاب نہایہ کی ترتیب ابواب و فصول کے متعلق بحث کی اور سب نے اتفاق رائے سے کہا کہ اس کتاب کی ترتیب غلط ہے۔

پھر تمام بزرگ علماء امیرالمؤمنین علیہ السلام کی زیارت سے مشرف

ہونے کے لئے نجف اشرف روانہ ہوئے، یہ اس دور کی بات ہے جب شیخ طوسی زندہ تھے۔

ان تمام بزرگوں نے تین دن روزے رکھے اور تیسری رات غسل کر کے حرم امیر المؤمنین علیہ السلام میں داخل ہوئے اور امیر المؤمنین علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ کتاب نہایہ کے متعلق ان کی راہ نمائی فرمائیں۔

اس رات تینوں بزرگوں کو علیحدہ علیحدہ خواب میں امیر المؤمنین علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی اور آپؑ نے فرمایا: "فقہ اہلبیت علیہم السلام کی ایسی کتاب جو بااعتماد ہو اور جو رجوع کے لائق ہو، وہ وہی کتاب نہایہ ہے جس سے تمہیں اختلاف ہے اور اس سے بہتر کتاب ابھی تک تالیف نہیں ہوئی اور اس کتاب کی قدر و قیمت کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ کتاب کے مصنف نے رضائے الٰہی کے جذبے سے اسے اخلاص کے ساتھ تصنیف کیا ہے، کتاب کے موضوعات کے متعلق کسی قسم کا شک نہ کرو اور اس کے مطابق فتویٰ دو، یہ کتاب جس ترتیب و تفصیل سے لکھی گئی ہے وہ تمہیں دوسری کتابوں سے بے نیاز کرنے والی ہے۔"

جیسے ہی علماء نے یہ خواب دیکھا تو ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے شیخ کی کتاب نہایہ کے متعلق خواب دیکھا ہے، پھر علماء نے کہا کہ ہمیں علیحدہ بیٹھ کر اپنا خواب لکھنا چاہیے، پھر ہم تینوں تحریریں دیکھ کر کوئی فیصلہ کر سکیں گے۔

تینوں بزرگوں نے علیحدہ علیحدہ بیٹھ کر اپنا خواب تحریر کیا، جب تینوں تحریروں کو جمع کیا گیا تو سب تحریریں ایک جیسی تھیں، ان میں رائی برابر

اختلاف نہیں تھا۔

اس کے بعد تینوں مذکورہ علماء شیخ طوسی کو مبارک باد دینے کے لئے گئے تو جیسے ہی شیخ کی نظر ان پر پڑی تو ان کے کہنے سے پہلے ہی انہوں نے کہا: "میں نے جو کچھ نہایہ کے متعلق کہا تھا تم نے اس پر اعتماد نہیں کیا یہاں تک کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے تمہیں اس کے متعلق بتایا۔"

یہی وجہ ہے کہ شیخ طوسی کی وفات کے بعد علمائے شیعہ مدت مدید تک نہایہ کے مطابق فتویٰ دیتے رہے۔

بعض علماء کا قول ہے کہ شیخ طوسی کے بعد اسّی سال تک ملت شیعہ میں کوئی مجتہد پیدا نہیں ہوا۔ اس عرصے میں علمائے شیعہ نہایہ پر ہی عمل کرتے رہے۔(۱)

علیؑ سے اخلاصِ عمل سیکھو

عمرو بن عبدود عرب کا جری اور مشہور پہلوان تھا۔ وہ اکیلا ایک ہزار افراد سے جنگ کرتا تھا۔ جنگ خندق میں یہ پہلوان بھی مشرکین کے لشکر میں شامل تھا۔ جب ابوسفیان ہزاروں کا لشکر لے کر مدینہ کو تاراج کرنے آیا تو یہ دیکھ کر متحیر ہوگیا کہ پورے مدینے کے اردگرد خندق کھدی ہوئی تھی۔ اس نے کہا: "عرب اس طرح کی لڑائی کبھی نہیں لڑتے تھے، یہ انداز ایران کا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کسی ایرانی نے محمدؐ کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا ہے۔"

لشکر کفار نے خندق کے گرد خیمے نصب کر دیئے، عمرو بن عبدود

۱۔ روضات الجنات ص ۶۰۹۔

خندق کا جائزہ لینے لگا۔

ایک مقام سے اسے خندق کچھ تنگ نظر آئی تو اس نے گھوڑے کو جولان دی اور خندق کے پار آگیا اور اس خیمے کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

اس نے آتے ہی مبارز طلبی کی لیکن اس کے رعب کی وجہ سے کوئی بھی اس کے سامنے جانے کے لئے آمادہ نہ ہوا۔

آخرکار حضرت علیؑ نے کھڑے ہو کر کہا: "یارسول اللہؐ! اس کے مقابلے میں میں جاؤں گا۔"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ عمرو بن عبدود ہے۔"

حضرت علیؑ نے کہا: "مولا! یہ عمر بن عبدود ہے تو میں بھی علیؑ بن ابی طالب ہوں۔"

بہر نوع حضرت علیؑ رسول خداؐ کی دعائیں لے کر عمرو بن عبدود کے مقابلے میں چلے تو رسول خداؐ نے فرمایا: "برز الاسلام کله الی الکفر کله. (سارے کا سارا اسلام سارے کے سارے کفر کی طرف جارہا ہے۔)"

حضرت علیؑ نے جاتے ہی اس سے کہا: "میں نے سنا ہے کہ تو کہتا ہے کہ جو شخص میرے سامنے تین چیزیں رکھے گا تو میں ایک بات ضرور قبول کروں گا۔"

عمرو بن عبدود نے کہا: "ہاں! یہ درست ہے۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "میری پہلی بات یہ ہے کہ اسلام قبول کرلے

اور ابدی نجات حاصل کرلے۔"

عمرو نے کہا: "یہ ناممکن ہے۔"

تو حضرت علیؑ نے فرمایا: "پھر میدان چھوڑ کر واپس چلا جا۔"

عمرو نے کہا: "یہ بھی ناممکن ہے اگر آج میں میدان چھوڑ کر واپس چلا گیا تو عرب کی عورتیں مجھے طعنے دیں گی۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا: "تو سوار ہے اور میں پیادہ ہوں، گھوڑے سے اتر آ اور مجھ سے جنگ کر۔"

عمرو نے کہا: "یہ بات مبنی بر انصاف ہے" گھوڑے سے اترا اور حضرت علی علیہ السلام پر وار کیا، حضرت علیؑ نے اس کے تمام وار رد کئے۔

پھر حضرت علیؑ نے اس پر حملہ کیا، عمرو بن عبدود پشت کے بل گرا۔

حضرت علیؑ اس کے سینے پر سوار ہوئے، تمام صحابہ یہ منظر دیکھ رہے تھے، پھر اچانک لوگوں نے یہ منظر بھی دیکھا کہ علیؑ اس کے سینے سے اتر گئے اور ٹہلنے لگے۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کی: "یارسول اللہؐ! علیؑ سے کہیں اسے جلدی قتل کرے۔"

حضور اکرمؐ نے فرمایا: "اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے، علی اپنے کام کو بخوبی جانتا ہے۔" کچھ دیر بعد حضرت علیؑ نے اسے دوبارہ پچھاڑا اور قتل کردیا۔

رسول خداؐ نے ارشاد فرمایا: "ضربة علی یوم الخندق افضل من عبادة الثقلین (خندق کے روز علی کا وار جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔)

جب حضرت علیؑ عمرو بن عبدود کا سر لے کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپؐ نے علیؑ سے پوچھا: "یا علیؑ! تم نے دشمن کو زیر کر کے کیوں چھوڑ دیا تھا؟"

حضرت علیؑ نے عرض کی: "مولا! جب میں نے اسے زیر کیا تو اس نے میرے ساتھ بے ادبی کی، اس نے میرے چہرے پر تھوکا تھا جس کی وجہ سے مجھے غصہ آگیا میں نے دل میں سوچا اگر اس حالت میں اسے میں نے قتل کیا تو رضائے الٰہی میں میرا غصہ بھی شامل ہوگا اور مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کے دن اگر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ تو نے فلاں کافر کو جب قتل کیا تھا تو اس میں تمہارا اپنا غصہ بھی شامل تھا۔ اسی لئے میں نے اسے چھوڑ دیا، جب میرا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو میں نے اسے پھر زیر کیا اور قتل کیا۔"

عارف رومی نے اس واقعے کو یوں قلم بند کیا ہے:

از علیؑ آموز اخلاص عمل
شیر حق را دان منزه از دغل
در غزایر پهلوانی دست یافت
زود شمشیری برآورد و شتافت
اوخیو انداخت برروی علیؑ
افتخار هر نبی و هر ولی
در زمان انداخت شمشیرآن علیؑ
کرد او اندر غزایش کاهلی
گفت برمن تیغ تیز افراشتی
از چه افکندی مرا بگزاشتی

گفت امیرالمؤمنین باآن جوان
که بهنگام نبرد ای پهلوان
چون خیو انداختی بر روی من
نفس جنبید و تبه شد خوی من
نیم بهر حق شد و نیمی هوا
شرك اندر کار حق نبود روا

(۱)

عمل خالص کی تاثیر

ایک عابد نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کے چند افراد ایک درخت کی پوجا کرتے ہیں۔ اسے یہ دیکھ کر بے حد دکھ ہوا۔ اس نے گھر سے کلہاڑا اٹھایا اور درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔

ابھی وہ راستے ہی میں تھا کہ شیطان انسانی صورت میں اس کے سامنے نمودار ہوا اور اس سے کہا: "بندۂ خدا تو یہ فضول کام کیوں کرنا چاہتا ہے اس کام سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟ خواہ مخواہ تو نے اپنی عبادت کو چھوڑا اور بے فائدہ کام کے لئے چل پڑا، تو نے اپنا وقت ضائع کیا ہے اس وقت میں تو اچھا خاصا ذکر الٰہی کر سکتا تھا۔"

عابد کو اس کی باتوں پر غصہ آیا آخرکار دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ چند ثانیوں میں شیطان مغلوب ہو گیا اور عابد اس کے سینے پر بیٹھ گیا۔

۱۔ انوار نعمانیہ، عین الحیاۃ، مثنوی مولوی۔

شیطان نے جب اپنے آپ کو مغلوب پایا تو اس نے عابد سے کہا: "ہم تم آپس میں مصالحت کرسکتے ہیں، تم اس درخت کو ہاتھ نہ لگاؤ میں وعدہ کرتا ہوں کہ روزانہ دو دینار تمہیں دوں گا اور وہ دینار روزانہ تمہارے سرہانے کے نیچے موجود ہوں گے، ان دیناروں سے تم اپنی حاجات پوری کرنا اور غریب لوگوں کی مدد بھی کرنا۔"

عابد راضی ہوگیا اور درخت کاٹے بغیر واپس آگیا۔ دو دن تک عابد کے سرہانے تلے دینار پائے گئے لیکن تیسرے دن اسے سرہانے کی نیچے کچھ بھی نظر نہ آیا، اب کی بار عابد کو پھر غصہ آیا اور کلہاڑا اٹھا کر درخت کاٹنے کے لئے چل پڑا۔ راستے میں پھر شیطان انسانی صورت میں اسے کھڑا نظر آیا۔

شیطان نے ڈانٹ کر کہا: "کہاں جارہا ہے؟"

عابد نے کہا: "درخت کاٹنے جارہا ہوں۔"

شیطان نے کہا: "میں تجھے ایسا ہرگز نہیں کرنے دوں گا۔"

بالآخر وہ دونوں ایک بار پھر گتھم گتھا ہوگئے اور دونوں میں لپاڈگی ہونے لگی۔ چند ثانیوں میں شیطان نے عابد کو مغلوب کرلیا اور اس کے سینے پر چڑھ گیا اور کہا: "اگر تو نے درخت کاٹنے کا دوبارہ نام لیا تو میں تجھے قتل کردوں گا۔"

عابد نے کہا: "میں وعدہ کرتا ہوں کہ درخت کو ہاتھ تک نہیں لگاؤں گا، بس تم مجھے چھوڑ دو اور یہ بھی بتاؤ کہ پہلی مرتبہ تو مغلوب ہوگیا تھا اور اس مرتبہ تو مجھ پر کیسے غالب آیا؟"

شیطان نے کہا: "پچھلی مرتبہ تو رضائے الٰہی کی غرض سے درخت کاٹنے جارہا تھا، اسی لئے میں ہار گیا کیونکہ ہم ان پر کبھی غلبہ نہیں پاسکتے جو اللہ

کے لئے خالص عمل کرتے ہیں۔ اور اس مرتبہ تو محبتِ توحید کے جذبے سے نہیں آیا تھا، تجھے رقم کے نہ ملنے کا افسوس تھا، اسی وجہ سے تو نے کلہاڑا اٹھایا تھا اسی لئے اس مرتبہ تو مغلوب ہوگیا اور میں غالب ہوگیا۔"(۱)

عمل خالص کا نتیجہ

جابر جعفی نے یہ داستان حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت عرصہ قبل تین دوستوں نے ایک ساتھ سفر کیا اور راستہ چلتے ہوئے بارش آگئی، بارش سے بچنے کے لئے وہ ایک غار میں جاگھسے۔

آندھی چلتی رہی، بارش اور اولے برستے رہے اور تینوں سہمے ہوئے اس منظر کو دیکھتے رہے وہ دعائیں مانگ رہے تھے کہ الٰہی! اس طوفان سے نجات دلا۔ اتنے میں پہاڑ کی چوٹی سے ایک بڑا سا پتھر گرا اور غار کا منہ بند ہوگیا، اب تو وہ سخت گھبرائے، پتھر ہٹانے کے لئے تینوں نے مل کر زور لگایا مگر وہ پتھر اتنا بھاری تھا کہ اپنی جگہ سے ذرا نہ سرکا۔

غار سے باہر نکلنے کا اور کوئی راستہ نہ تھا، تینوں مسافر مایوس ہو کر بیٹھ گئے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔

ان میں سے ایک نے کہا: "دوستو! آؤ اپنے اپنے اچھے کاموں کو یاد کر کے خدا سے دعا مانگیں، شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے بچالے۔"

ایک مسافر نے کہا: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں اپنے بچوں کو حلال

۱۔ منظرف ج ۲ ص ۱۵۴۔

روزی کھلانے کے لئے دن رات محنت کرتا ہوں، میں نے حرام کا لقمہ نہ کبھی خود کھایا اور نہ کبھی بچوں کو کھلایا ہے۔ خدایا! اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو اس پتھر کو ہٹا کر ہمیں موت کے منہ سے نکال۔"

پتھر ذرا سا سرکا اور باہر سے روشنی کی ایک ہلکی سی لکیر آنے لگی۔

دوسرا مسافر بولا: "اے خدا! تو جانتا ہے کہ میں نے ہمیشہ غریبوں اور محتاجوں کی مدد کی ہے اور کسی سائل کو اپنے دروازے سے کبھی خالی ہاتھ نہیں پھیرا، اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو ہمیں ہلاکت سے نجات بخش۔"

پتھر اور ذرا سرک گیا مگر ابھی اتنی جگہ خالی نہ ہوئی تھی کہ اس میں سے آدمی باہر نکل سکے۔

تیسرے مسافر نے کہا: "الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں سارا دن اپنی بکریاں چراتا ہوں، شام کو گھر آتا ہوں اور بکریوں کا دودھ دوہتا ہوں اور وہ دودھ سب سے پہلے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پلاتا ہوں، اس کے بعد اپنی بیوی بچوں کو دیتا ہوں، میرے ماں باپ مجھ سے خوش ہیں۔ اگر میرا یہ کام تجھے پسند ہے تو ہمیں اس مصیبت سے بچالے۔

جوں ہی دعا ختم ہوئی پتھر لڑھکا اور نیچے جاگرا اور غار کا منہ کھل گیا، اس وقت تک آندھی اور بارش کا طوفان ختم ہو چکا تھا۔ تینوں مسافروں نے خدا کا شکر ادا کیا اور غار سے باہر نکل کر اپنے راستے پر چل دیئے۔

پھر رسول خداؐ نے فرمایا: "من صدق اللہ نجی. جو صدق و راستی کے در سے خدا کے پاس آیا اس نے نجات پائی۔(۱)

۱۔ محاسن برقی ص ۲۵۳۔

اجر بقدر خلوص

ایک شخص کا بیان ہے کہ میں جہاد کی غرض سے گھر سے روانہ ہوا اور راستہ میں ایک شخص کو میں نے توبرے فروخت کرتے ہوئے دیکھا۔ دل میں سوچا کہ ایک توبرہ خرید کر لینا چاہیئے، اس سے چند دن استفادہ بھی کروں گا اور جب فلاں مقام پر پہنچوں گا تو یہ توبرہ فروخت کردوں گا جس سے مجھے کچھ منافع بھی حاصل ہوگا۔

یہ سوچ کر میں نے توبرہ خریدلیا۔ رات ہوئی، میں سو گیا تو خواب میں دو فرشتوں کو آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا۔ ان میں سے ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا: "مجاہدین کے نام لکھو۔"

اس نے نام لکھنے شروع کیئے، ایک فرشتے نے دوسرے فرشتے سے کہا: "اس کے متعلق لکھو کہ یہ تجارت کے لئے آیا تھا اور میرے علاوہ ایک اور شخص کے لئے کہا کہ اس کے متعلق لکھو کہ وہ خود نمائی اور ریا کے تحت شریک ہوا تھا۔"

میں نے رو رو کر فرشتوں سے کہا: "میرے پاس سرمایہ نہیں ہے میں تجارت کے لئے نہیں خالص جہاد کے لئے گھر سے نکلا ہوں۔"

فرشتے نے کہا: "تو کیا تو نے حصول منفعت کی غرض سے توبرہ نہیں خریدا؟"

میں نے کہا: " خدا گواہ ہے میں تاجر نہیں ہوں میں جہاد کے لئے گھر سے چلا تھا، تجارت کے لئے نہیں چلا تھا۔" اور اس کے ساتھ میں نے زارو قطار رونا شروع کیا۔

یہ سن کر اس فرشتے نے دوسرے سے کہا: "اچھا تم یہ لکھو کہ یہ گھر سے جہاد کی نیت سے نکلا تھا، البتہ راستے میں اس نے توبرہ کو تجارت کی غرض سے خریدا اس کے متعلق جو اللہ مناسب سمجھے خود ہی فیصلہ کرے گا۔"(۱)

اخلاص کی تاثیر ہمیشہ قائم رہتی ہے

محدث قمی نے سفینہ کی جلد اول میں شیخ شرف الدین بن مونس کی کتاب مختصر الاحیاء سے نقل کیا ہے کہ:

جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو زمین پر رہنے والے مختلف حیوانات ان کی زیارت اور سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؑ نے آنے والے جانوروں کو ان کی حیثیت کے مطابق دعا فرمائی۔

ہرنوں کا ایک دستہ آدم علیہ السلام کے سلام کے لئے ان کے پاس آیا، حضرت آدمؑ نے ان کی پشت پر شفقت سے ہاتھ پھیرا اور ان کے حق میں دعا فرمائی، جس کے نتیجے میں اللہ نے انہیں نافہ مشک عطا فرمایا۔

جب یہ ہرن مشک کے امین بن کر اپنی قوم میں گئے تو دوسرے ہرنوں نے کہا: "آج ہمیں تم سے عجیب سی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور آج سے قبل یہ خوشبو تم میں نہیں ہوتی تھی، یہ خوشبو کہاں سے لائے ہو؟"

ہرنوں نے کہا: "ہم صفی اللہ کی زیارت اور سلام کے لئے گئے تھے انہوں نے ہماری پشت پر دست شفقت پھیرا اور ہمارے حق میں دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ہمیں نافہ مشک کا حامل بنا دیا۔"

۱۔ نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۴۔

جب دوسرے ہرنوں نے سنا تو انہوں نے کہا: "تو ہم بھی آدمؑ کے پاس نافہ مشک حاصل کرنے جاتے ہیں۔"

یہ کہہ کر وہ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئے اور ان کو سلام کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کی پشت پر شفقت کا ہاتھ پھیرا اور ان کے لئے دعا فرمائی۔ مگر ان میں وہ خوشبو پیدا نہ ہوئی۔

انہوں نے واپس آکر ہرنوں کی پہلی ٹولی سے کہا: "ہم نے بھی آدم علیہ السلام کو سلام کیا، انہوں نے ہماری پشت پر دست شفقت پھیرا اور دعا بھی فرمائی، مگر ہمارے اندر وہ خوشبو پیدا نہیں ہوئی جو تمہارے اندر پیدا ہوئی ہے۔"

تو دوسرے ہرنوں نے جواب دیا: "ہماری اور تمہاری نیت میں فرق تھا، ہماری نیت سلام کی تھی لہذا اللہ نے ہمیں خوشبو سے نوازا اور تمہاری نیت خوشبو کی تھی اسی لئے تم محروم رہے۔"

حضرت بہلولؒ اور زبیدہ خاتون

ایک دن حضرت بہلول بچوں کی طرح تنکوں کے مکان بنا رہے تھے کہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ کا وہاں سے گزر ہوا تو پوچھا: "بھائی! آپ کیا کر رہے ہیں؟"

بہلول نے کہا: "جنت کے مکان بنا کر فروخت کر رہا ہوں۔"

زبیدہ نے کہا: "پھر ایک مکان مجھے بھی عنایت کریں۔"

بہلول نے تنکوں کا بنا ہوا ایک مکان زبیدہ کو دے دیا۔

زبیدہ نے اس کے بدلے میں اپنے گلے کا ہار اتار کر بہلول کے حوالے کیا اور تنکوں کا ننھا سا گھروندا اٹھا کر اپنے گھر میں لے آئی۔

ہارون الرشید گھر میں آیا تو تنکوں کا گھروندا دیکھ کر بیوی سے کہا: "یہ کیا ہے؟"

زبیدہ نے کہا: "یہ جنت کا گھر ہے جسے میں نے ہار کے بدلے میں بہلول سے خریدا ہے۔"

ہارون ہنسنے لگا اور کہا: "آج دیوانے نے تجھے بے وقوف بنایا ہے۔"

رات ہوئی، ہارون سویا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہے اور اسے بہت سخت پیاس لگی ہوئی ہے، پانی کی تلاش میں وہ ادھر ادھر مارا مارا پھرنے لگا۔

اسی اثناء میں اسے ایک عظیم الشان محل نظر آیا وہ اس محل کی طرف چل پڑا، جب وہ محل کے قریب آیا تو اس پر "قصر زبیدہ" کے الفاظ تحریر تھے۔ خوش ہو کر اندر جانے لگا تو دربانوں نے اسے روک لیا، اسی اثناء میں اس کی آنکھ کھل گئی۔

دوسرے دن ہارون بہلول کے پاس گیا وہ تنکوں کے گھروندے بنا کر کھیل رہے تھے۔

ہارون نے کہا: "بہلول یہ کیا ہے؟"

بہلول نے کہا: "یہ جنت کے گھر بنا کر بیچ رہا ہوں۔"

ہارون نے کہا: "پھر ایک گھر مجھے بھی عطا کرو۔"

بہلول نے کہا: "اس کی قیمت پوری حکومت ہے۔"

ہارون نے کہا: "تم نے میری بیوی کو ایک ہار کے بدلے میں جنت کا محل دیا تھا اور مجھ سے اتنی بڑی قیمت مانگ رہے ہو؟"

بہلول نے کہا: "اس نے مجھ سے ان دیکھا سودا کیا تھا اور تم دیکھنے کے بعد سودا کر رہے ہو۔"(۱)

بہلولؒ اور ہارون الرشید

ہارون الرشید نے بغداد میں ایک نہایت ہی خوبصورت مسجد تعمیر کرائی، کئی سال تک مسجد تعمیر ہوتی رہی، برسہا برس کی محنت کے بعد مسجد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔

ایک دن ہارون اس مسجد میں نماز پڑھ کر نکل رہا تھا کہ دروازے پر بہلول نظر آئے۔

ہارون نے بہلول سے کہا: "بہلول! تم نے مسجد دیکھی، کیسی خوبصورت اور لاجواب مسجد ہے۔"

بہلول نے کہا: "مسجد بہت خوبصورت ہے، آپ مہربانی کر کے اس کے صدر دروازے پر میرا نام کندہ کرادیں۔"

ہارون نے ناراض ہو کر کہا: "بھلا یہ بھی کوئی تک ہے کہ کروڑوں دینار میں خرچ کروں اور دروازے پر تیرا نام لکھا ہو؟"

بہلول نے ہنس کر کہا: "اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ تو نے یہ مسجد خدا کے لئے نہیں بلکہ نمود و نمائش کے لئے تعمیر کرائی ہے، اگر تو نے یہ مسجد

۱۔ آل محمد کا دیوانہ بہلول دانا۔

اللہ کے لئے بنائی ہوتی تو تیرے ذہن میں یہ بات کبھی نہ آتی۔"

بہلول کی یہ بات سن کر ہارون سخت شرمندہ ہوا۔(۱)

علامہ مجلسیؒ کو نجات کیسے ملی؟

کتاب دارالسلام میں خزائن نراقی سے یہ روایت نقل کی گئی کہ ایک عالم غالباً امیر محمد صالح خاتون آبادی علامہ مجلسیؒ کے داماد بیان کرتے ہیں کہ علامہ مجلسی کی وفات کو ایک سال گزرا تو ایک رات عالم خواب میں علامہ مرحوم کی زیارت نصیب ہوئی۔

میں نے ان سے شکوہ کیا کہ آپ کو جلد زیارت کرانی چاہئے تھی آپ نے اس قدر دیر کیوں کردی؟

انہوں نے فرمایا: "اب تک حساب میں مصروف تھا۔ اب حساب سے نجات ملی تو میں تمہارے پاس آگیا۔"

میں نے پوچھا: "اللہ نے آپ کا حساب کس طرح سے کیا؟"

علامہ مرحوم نے فرمایا: "جب میری روح وہاں پہنچی تو ندائے قدرت آئی کہ مجلسی! ہمارے پاس کیا لے کر آئے ہو؟"

میں نے عرض کی: "پروردگار! میں نے پوری زندگی تالیف و تصنیف قرآن و حدیث کی شرح لکھتے گزاری ہے۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "سچ ہے تو نے بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں لیکن تم کتابوں کا انتساب سلاطین کے نام سے کرتے تھے اور جب لوگ تمہاری

۱۔ آل محمد کا دیوانہ بہلول دانا۔

کتابوں کی تعریف کرتے تو تم خوش ہوتے تھے، تمہاری کتابوں کی اجرت تمہیں زندگی میں ہی مل گئی تھی۔"

میں نے پھر عرض کی: "پروردگار! میں نے زندگی کا طویل حصہ امامت جمعہ میں صرف کیا ہے۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "سچ ہے تو جمعے کی امامت کیا کرتا تھا لیکن جب مقتدی زیادہ ہوتے تو تو خوش ہوتا تھا اور جب مقتدی کم ہوتے تھے تو تو اداس ہوتا تھا، ایسے عمل ہماری بارگاہ کے شایان شان نہیں ہیں۔"

پھر میں نے ایک ایک کر کے اپنی نیکیاں گنوائیں، مگر اللہ تعالیٰ نے میری کسی نیکی کو بھی قبول نہ کیا۔

آخرکار میں مایوس ہوگیا تو اس اثناء میں یہ آواز مجھے سنائی دی: "مجلسی! ہماری بارگاہ میں تمہارا ایک عمل اخلاص پر مبنی ہے اور تمہارا وہ عمل ہماری بارگاہ میں مقبول ہے اور تمہارا وہ عمل یہ ہے کہ ایک دن تم بازار سے گزر رہے تھے اور تمہارے ہاتھ میں ناشپاتی تھی، ایک چھوٹا بچہ اپنی ماں کے ساتھ گزر رہا تھا، اس نے تمہارے ہاتھ میں ناشپاتی دیکھ کر ماں سے ناشپاتی کی ضد کی۔

بچے کی ماں نے کہا کہ بیٹا صبر کرو میرے پاس رقم نہیں ہے۔

یہ سن کر تمہارا دل پسیجا تھا اور تم نے بچے کو ناشپاتی دے دی تھی۔

ہم نے تمہارا وہ عمل قبول کیا اور اسی وجہ سے ہم نے تمہاری مغفرت فرمائی ہے۔"(۱)

۱۔ منتخب التواریخ ص ۱۷۷۔

چند روایات

عن ابی الحسن الرضاؑ ان امیرالمؤمنین صلوات اللہ علیہ کان یقول طوبی لمن اخلص للّٰہ العبادۃ و الدعاء ولم یشغل قلبہ بما تری عیناہ ولم ینس ذکر اللّٰہ بما تسمع اذناہ ولم یحزن صدرہ بما اعطیٰ غیرہ.

"اصول کافی ج ۱ ص ۱۵"

امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام فرمایا کرتے تھے: "خوشا حال اس کا جو اللہ کے لئے عبادت اور دعا اخلاص کے ساتھ بجالائے اور جو کچھ اس کی آنکھیں دیکھیں اس کی وجہ سے اس کا دل حق سے منحرف نہ ہو اور جو کچھ اس کے کان سنیں اس کی وجہ سے اللہ کی یاد کو نہ بھلائے اور اپنے غیر کو ملنے والی نعمات دیکھ کر اس کے سینے میں کسی قسم کا دکھ پیدا نہ ہو۔"

عن ابی عبداللہؑ فی قول اللہ عزوجل: "لیبلوکم ایکم احسن عملا." قال لیس یعنی اکثر عملا ولکن اصوبکم عملا و انما الاصابۃ خشیۃ اللّٰہ والنیۃ الصادقۃ والحسنۃ ثم قال الا بقاء علی العمل حتی یخلص اشد من العمل والعمل الخالص: الذی لا ترید ان یحمدک علیہ احد الا اللّٰہ عزوجل والنیۃ افضل من العمل والا وان النیۃ ھی العمل ثم تلا قولہ عزوجل: "قل کل یعمل علی شاکلتہ." یعنی علی نیتہ.

"اصول کافی ج ۲ ص ۱۶"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآنی آیت "ھوالذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملا" (سورۃ ملک آیت ۲) (وہی خدا تو ہے جس نے

موت و حیات کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے بہتر عمل کس کا ہے۔) کے متعلق ارشاد فرمایا کہ اللہ نے کثرت عمل کا مطالبہ نہیں کیا اس کی بجائے حسن عمل کا مطالبہ کیا ہے اور حسن عمل خوف خدا اور سچی نیت اور نیکی سے عبارت ہے۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "کسی عمل پر مداومت کرنا یہاں تک کہ وہ خالص ہو جائے، عمل سے زیادہ مشکل ہے اور عمل خالص کی تعریف یہ ہے کہ جس پر اللہ کے علاوہ کسی کے تعریف و ثناء کی امید نہ رکھی جائے اور نیت، عمل سے افضل ہے بلکہ نیت ہی عین عمل ہے۔"

پھر آپؑ نے بطور استشہاد یہ آیت پڑھی "قل کل یعمل علی شاکلتہ" (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۴) (کہہ دو کہ ہر شخص اپنی نیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔) اس آیت میں لفظ "شاکلتہ" سے مراد نیت ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال ما اخلص العبد الایمان باللّٰہ عزوجل اربعین یوما اوقال ما اجمل عبد ذکر اللّٰہ اربعین یوما الا زھدہ اللّٰہ عزوجل فی الدنیا و بصرہ دائھا و دوائھا فاثبت الحکمۃ فی قلبہ و انطق بھا لسانہ ثم قال ان الذین اتخذوا العجل سینا لھم غضب من ربھم و ذلۃ فی الحیاۃ الدنیا وکذلک نجزی المفترین فلا تریٰ صاحب بدعۃ الاذلیلا و مفتریاً علی اللّٰہ وعلی رسولہ وعلی اھل بیتہ صلوات اللّٰہ علیھم الاذلیلا.

"اصول کافی ج ۲ ص ۱۶"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص پورے چالیس روز اللہ پر ایمان خالص رکھے، یا آپ کے الفاظ یہ تھے: جو شخص چالیس روز تک اچھے طریقے

سے خدا کا ذکر کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا سے بے اعتنائی کا جذبہ عطا کر دیتا ہے اور اسے دنیا کے درد اور اس کے دوا کے متعلق آگاہی عطا کرتا ہے اور اس کے دل میں حکمت کو جگہ دیتا ہے اور اس کی زبان پر حکمت جاری کرتا ہے۔"

پھر آپ نے یہ آیت پڑھی: "ان الذین اتخذوا العجل ..... الخ (سورۃ اعراف آیت ۱۵۲) بے شک جن لوگوں نے گوسالہ کو معبود بنایا تو ان کے رب کی طرف سے ان پر غضب نازل ہوگا اور دنیاوی زندگی میں انہیں ذلت نصیب ہوگی اور ہم افتراء کرنے والوں کو اسی طرح سے بدلہ دیتے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: "یہی وجہ ہے کہ تم بدعتی کو ہمیشہ ذلیل اور افترا پرداز دیکھو گے اور اللہ، رسول اور اہلبیت پر جو افترا پردازی کرے وہ ذلیل ہوتا ہے۔"

عن سفیان بن عینیه قال سألت ابا عبدالله عن قول الله عزوجل "الا من اتی الله بقلب سلیم" قال القلب السلیم الذی یلقی ربه ولیس فیه احد سوره قال وکل قلب فیه شرك اوشك فهو ساقط وانما اراد بالزهد فی الدنیا لتفرغ قلوبهم للآخرة.

"اصول کافی ج ۲ ص ۱۶"

سفیان بن عینیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "الا من اتی اللہ بقلب سلیم" (سورۃ شعراء آیت ۸۹) وائے اس کے جو اللہ کے حضور "قلب سلیم" لے کر پیش ہو۔ کے متعلق دریافت کیا تو آپؑ نے فرمایا: "قلب سلیم وہ صاف ستھرا دل ہے جو اللہ کے سامنے پیش ہو تو اس میں اللہ کے علاوہ اور کچھ نہ ہو اور ہر وہ دل جس میں شرک یا شک ہو وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں زہد کا اسی لئے حکم دیا تاکہ انسان کا

دل دنیاوی آلائشوں سے پاک صاف ہو اور آخرت کے لائق ہو جائے۔"

عن اسماعیل بن یسار قال سمعت ابا عبداللهؑ یقول ان ربکم لرحیم یشکر القلیل، ان العبد لیصلی رکعتین یرید بهما وجه الله فیدخله الله بهما الجنة وانه لیتصدق بالدرهم یرید به وجه الله فیدخله الله به الجنة. عن ابی عبداللهؑ قال من ارادالله بالقلیل من عمله اظهر الله له اکثر مما اراده به ومن ارادالناس بالکثیر من عمله فی تعب من بدنه وسهر من لیله ابی الله الا ان یقلله فی عین من سمعه.

"محاسن برقی ج ۱ ص ۲۵۳، ۲۵۵"

اسماعیل بن یسار کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے: "تمہارا رب بڑا ہی قدردان ہے۔ ایک شخص دو رکعت نماز خالص خدا کی رضا کے لئے پڑھتا ہے تو اللہ ان دو رکعات کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیتا ہے اور ایک شخص رضائے خداوندی کے لئے ایک درہم بطور صدقہ دیتا ہے تو اللہ اسے اس کے بدلے میں جنت عطا کرتا ہے۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "جو شخص تھوڑے عمل کے ذریعے سے خدا کی رضا کو طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس تھوڑے سے عمل کو بھی بڑا عمل کر کے دکھائے گا اور جو لوگوں کے دکھانے کے لئے اپنے جسم کو عبادت میں تھکائے اور شب زندہ داری بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے یہ بدلہ دے گا کہ جو بھی اس کے عمل کو سنے گا وہ اس کے عمل کو قلیل ترین خیال کرے گا۔"

فیا من یقبل الیسیر ویعفو عن الکثیر تقبل منا الیسیر واعف عنا الکثیر برحمتك یا ارحم الراحمین.

باب ہشتم

دینی فرائض کی اہمیت

قد افلح المؤمنون الذین ہم فی صلاتہم خاشعون والذین ہم عن اللغو معرضون والذین ہم للزکوۃ فاعلون. (سورۃ مؤمنون آیات ۱ تا ۴)

"بے شک ان مؤمنین نے نجات حاصل کی جو اپنی نماز خشوع سے ادا کرتے ہیں اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں اور جو زکوۃ ادا کرتے ہیں۔"

جب بھی نماز کا وقت ہوتا امیر المؤمنین علیہ السلام کی حالت متغیر ہو جاتی اور ان کے بدن پر رعشہ طاری ہو جاتا تھا۔

آپؑ سے پوچھا گیا کہ آپؑ کا چہرہ کیوں مضطرب ہو جاتا ہے اور آپؑ کے روئیں کیوں کانپنے لگتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: "اس امانت کی ادائیگی کا وقت آگیا جس کا بوجھ زمین و آسمان اور پہاڑ برداشت نہ کر سکے تھے۔"

جنگ صفین میں آپؑ کی ران پر تیر لگا۔ جراح نے نکالنے کی کوشش کی تو آپؑ کو سخت تکلیف ہوئی، جراح نے امام حسنؑ مجتبیٰ سے شکایت کی کہ آپؑ کے والد تیر نہیں نکالنے دیتے اور مجھے خطرہ ہے کہ اگر تیر یونہی ان کی ران میں پیوست رہا تو زخم زیادہ خراب ہو جائے گا۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: "کچھ دیر صبر کرو جب میرے والد نماز میں مصروف ہوں تو تم تیر نکال لینا۔

امیر المؤمنینؑ جیسے ہی نماز میں مصروف ہوئے جراح نے چیرا دے کر تیر نکال لیا اور آپؑ نے اف تک نہ کی۔

نماز کے بعد آپؑ نے دیکھا کہ مصلیٰ خون سے رنگین ہے تو آپؑ نے پوچھا: "یہ خون کیسا ہے؟"

آپؑ کو بتایا گیا کہ جراح نے آپؑ کی ران سے تیر نکالا ہے۔(۱)

آپؑ کی شہادت کے بعد آپؑ کے غلام حضرت قنبرؓ سے آپؑ کے زہد و تقویٰ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: "تفصیل سے بتاؤں یا اختصار سے کام لوں؟"

کہا گیا کہ اختصار سے کام لو۔

یہ سن کر حضرت قنبرؓ نے کہا: "میرے مولا کے زہد و تقویٰ کے لئے یہی بات کافی ہے کہ میں نے رات کو ان کے لئے کبھی بستر نہیں بچھایا اور دن کو ان کے سامنے کھانا کبھی پیش نہیں کیا۔"(۲)

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۲۔

۲۔ انوار نعمانیہ ص ۳۴۲۔

امام عابدؑ کی عبادت کی ایک جھلک

ابوحمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے امام زین العابدین علیہ السلام کو حالت نماز میں دیکھا کہ ان کے کندھے سے ردا گر گئی مگر انہوں نے اس کی پروا تک نہ کی۔ نماز مکمل ہوئی تو میں نے عرض کی: "مولا! آپؑ اگر نماز میں ردا کو اٹھا لیتے تو کیا تھا؟"

آپؑ نے فرمایا: "بڑے افسوس کی بات ہے، کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا تھا؟ بندہ کی نماز کا صرف وہی حصہ قابل قبول ہے جو اس نے حضور قلب سے ادا کیا ہو۔"

میں نے عرض کی: "پھر تو ہم ہلاک ہوگئے ہماری نماز کی جو کیفیت ہے ہم اسے بخوبی جانتے ہیں۔"

آپؑ نے فرمایا: "ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ فریضہ کی کمی کی تلافی نوافل سے کرے گا۔"(۱)

اس مجاہد کی عبادت کو دیکھیں

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگ سے ظفریاب ہو کر واپس مدینہ منورہ آرہے تھے۔ رات ہوگئی، آپؐ نے عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشیرؓ کو ذمہ داری سونپی کہ وہ پوری رات جاگ کر پہرہ دیں۔

سارا اسلامی لشکر سوگیا اور دونوں صحابیوں نے رات کو آپس میں تقسیم کرلیا۔ شب کا پہلا حصہ آدھی رات تک عباد بن بشیرؓ نے اپنے ذمہ لیا اور آخری

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۲۳۸۔

حصہ عمار یاسرؓ کے ذمہ لگایا۔ عمارؓ سوگئے، عباد بن بشیرؓ نے موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے نوافل پڑھنی شروع کیں۔

ایک یہودی اتفاق سے تعاقب کرتا ہوا پڑاؤ کے قریب آیا، اس نے دیکھا کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہیں، البتہ اس نے ایک شخص کو کھڑا ہوا دیکھا تو تاریکی کی وجہ سے وہ فیصلہ نہ کرسکا کہ یہ انسان کا ہیولا ہے یا کوئی درخت کھڑا ہوا ہے۔

چنانچہ اس بات کا پتہ کرنے کے لئے اس نے ایک تیر عبادؓ کو مارا۔ عبادؓ تیر کھا کر بھی اسی طرح سے کھڑے رہے۔ یہودی نے دوسرا تیر مارا، وہ پھر بھی کمال صبر سے اسی طرح سے کھڑے رہے۔ یہودی نے تیسرا تیر ان کے مارا تو انہوں نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور عمار یاسرؓ کو جگایا۔

عمارؓ نے ان کی جب یہ حالت دیکھی تو تعجب سے کہا: "بندۂ خدا! تو نے پہلے تیر پر مجھے کیوں نہ جگایا؟"

عباد بن بشیرؓ نے کہا: "دراصل بات یہ ہے کہ میں نماز میں مصروف تھا اور میں نے سورۂ کہف شروع کر رکھی تھی، مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ میں سورہ کو ادھورا چھوڑدوں اسی لئے میں کھڑا رہا۔ اس نے دوسرا تیر مارا تو بھی میں کھڑا رہا۔ جب اس نے تیسرا تیر مارا تو میں نے سوچا کہ اگر میں نے نماز مختصر نہ کی تو ممکن ہے دشمن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گزند پہنچائے، اسی لئے میں نے نماز مختصر کر کے تمہیں جگایا۔

جب دشمن نے ان کے بولنے کی آواز سنی تو وہ بھاگ گیا۔(۱)

۱۔ انوار نعمانیہ ص ۳۲۵۔

ائمہ کے اصحاب عبادت کو کتنی اہمیت دیتے تھے؟

محمد بن ابی عمیرؒ ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے باوثوق اصحاب میں سے تھے۔ سنی و شیعہ محدثین ان کی وثاقت اور جلالت کے معترف ہیں۔

ہارون الرشید کے دور اقتدار میں انہیں بہت سے کوڑے مارے گئے تھے اور چار برس وہ قید میں بھی رہے۔ ان کی بہن نے ان کی کتابوں کو جمع کر کے ایک کمرے میں رکھ دیا تھا۔ ایک مرتبہ تیز بارش آئی چھت ٹپکنے لگی اور ان کی کتابیں بارش میں بھیگ گئیں۔ اسی وجہ سے ابن ابی عمیرؒ اپنے حافظہ کی مدد سے احادیث بیان کرتے تھے۔ ان کی بیان کردہ "مرسل" احادیث بھی "مسند" کے حکم میں شمار کی جاتی ہیں۔

ہارون الرشید کے حکم سے سندی بن شاہک نے انہیں ایک سو بیس کوڑے جرم تشیع میں مارے تھے اور وہ کافی عرصے تک اس کے زندان میں قید رہے۔ آخرکار ایک لاکھ اکیس ہزار درہم جرمانہ ادا کر کے انہوں نے رہائی پائی۔

فضل بن شاذان رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں ایک دن ابن ابی عمیرؒ کے پاس گیا تو انہیں حالت سجدہ میں پایا۔ انہوں نے طویل ترین سجدہ کیا۔ سجدے سے فارغ ہوئے تو میں نے ان سے کہا: "آپ بہت طویل سجدہ کرتے ہیں۔"

ابن ابی عمیرؒ نے کہا: "میرے سجدے کی تو کوئی حقیقت نہیں، اگر تم جمیل بن دراجؒ کے سجدے کو دیکھتے تو نجانے تم کیا کہتے؟ میں ایک مرتبہ جمیل بن دراجؒ سے ملنے ان کے گھر گیا تو میں نے انہیں سجدے میں پایا اور انہوں نے ایک طویل سجدہ کیا، جب وہ سجدے سے فارغ ہوئے تو میں نے بھی ان

سے یہی بات کی تھی جو تم نے مجھ سے کہی ہے۔ انہوں نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے سجدے کی تو کوئی حقیقت نہیں، اگر تم معروف بن خربوذؒ کے سجدے کو دیکھتے تو نجانے تم کیا کہتے؟"

فضل بن شاذانؒ کا بیان ہے کہ میں عراق گیا تو میں نے وہاں دیکھا کہ ایک شخص اپنے ایک ساتھی کو طولِ سجدہ کی وجہ سے ملامت کر رہا تھا اور اسے کہہ رہا تھا کہ بندۂ خدا! تو اتنے طویل سجدے آخر کیوں بجالاتا ہے؟ تو عیالدار شخص ہے، مجھے اندیشہ ہے اگر تیرے سجدے اسی طرح سے جاری رہے تو پھر تو نابینا ہو جائے گا۔

دوسرے ساتھی نے کہا: "تم نے کافی ملامت کرلی۔ بات یہ ہے کہ اگر سجدوں کی وجہ سے کسی کی بینائی ختم ہوتی تو ابن ابی عمیرؒ مدت سے نابینا ہو چکا ہوتا کیونکہ وہ صبح کے بعد سر سجدے میں رکھتا ہے اور ظہر کے وقت سر اٹھاتا ہے۔"

قیس بن سعدؓ کا ذوقِ سخاوت و عبادت

قیس بن سعد بن عبادہؓ امیرالمؤمنینؑ کے طرفداروں میں سے تھے وہ انتہائی سخی اور کریم الطبع انسان تھے۔ ان کی سخاوت ضرب المثل تھی۔

ایک مرتبہ بیمار ہوئے تو ان کی عیادت کے لئے بہت کم افراد آئے، انہوں نے تعجب سے کہا: "حیرت ہے دوست میری عیادت کے لئے کیوں نہیں آئے؟"

ان کے ایک دوست نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ آپ کے اکثر

دوست آپ کے مقروض ہیں اور اسی شرمندگی کی وجہ سے وہ آپ کی عیادت کو نہیں آئے۔"

حضرت قیسؓ نے کہا: "اخزی اللہ مالا یمنع الاخوان من العیادة.
(خدا ایسی دولت کو رسوا کرے جو بھائیوں کو عیادت سے روک دے۔)"

پھر انہوں نے کہا کہ جاکر مسجد میں اعلان کردو کہ قیسؓ نے اپنا تمام قرض معاف کردیا ہے۔ جب یہ اعلان ہوا تو ان کی عیادت کرنے والوں کا اتنا تانتا بندھا کہ ان کے گھر کی ڈیوڑھی کثرت اژدہام کی وجہ سے ٹوٹ گئی۔

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں قیسؓ ایک سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے اور اس سفر میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ شامل تھے۔ قیسؓ سارے راستے دوستوں میں سخاوت کرتے رہے اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ پر بھی سخاوت کرتے رہے۔ دونوں بزرگوں نے قیسؓ سے کہا: "بھتیجے! اتنی سخاوت کروگے تو اپنے والد کی تمام دولت جلد ختم کر بیٹھو گے۔"

جب سفر سے واپس مدینہ آئے تو ایک دن حضرت سعدؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا: "آپ میرے بیٹے کو بخیل بنانا چاہتے ہیں، ہمارے خاندان میں بخل و پستی کو سخت ناپسند کیا جاتا ہے۔"(۱)

مؤرخ مسعودی مروج الذہب کی جلد دوم صفحہ ۴۳ پر رقم طراز ہے:

قیس بن سعدؓ اپنے دور کے مشہور زاہد اور متدین انسان تھے، حضرت علی علیہ السلام کے دوستوں میں نمایاں مقام رکھتے تھے، ان کی عبادت و زہد ضرب المثل کی حیثیت اختیار کرگئی تھی۔

۱۔ تتمۃ المنتہی ص ۱۲۳، ۱۲۴۔

ایک مرتبہ قیسؓ نماز پڑھ رہے تھے جیسے ہی سجدے کے لئے جھکے تو انہوں نے دیکھا ان کے مقام سجدہ پر بہت بڑا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ انہوں نے اس کے قریب ہی سجدہ کیا، سانپ ان کے گلے میں لپٹ گیا "فلم یقصر من صلاته ولا نقص منها شيئا حتى فرغ ثم اخذ الثعبان فرمى به" قیسؓ نے نہ تو نماز مختصر کی اور نہ ہی اس میں کسی طرح کی کمی کی۔ پوری دلجمعی سے نماز پڑھتے رہے، جب نماز سے فارغ ہوئے تو سانپ کو پکڑ کر پھینک دیا۔

حضور قلب سے دو رکعت نماز

سید نعمت اللہ جزائری انوار نعمانیہ کے صفحہ ۲۳۸ پر لکھتے ہیں:

میرے ایک قابل اعتماد دوست کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں نے دل میں سوچا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جس کی دو رکعت نماز قبول ہوگئی اسے عذاب نہیں ہوگا۔"

اس حدیث کے تحت میں نے دل میں تہیہ کیا کہ مجھے مسجد کوفہ میں جاکر دو رکعت نماز ہر خیال و فکر سے آزاد ہو کر پڑھنی چاہئے۔ چنانچہ میں یہ سوچ کر مسجد کوفہ میں گیا اور دو رکعت نماز نوافل کی نیت کر کے تکبیرۃ الاحرام کہی، اس وقت میں نے اپنے خانہ دل کو تمام ابلیسی وساوس سے پاک کیا ہوا تھا، نماز پڑھتے وقت اچانک میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ مسجد کوفہ اتنی بڑی مسجد ہے مگر اس کا مینار نہیں ہے، پھر یہ فکر آہستہ آہستہ لمبی ہوتی گئی، میں نے سوچا کہ اگر اس مسجد کا مینار بنایا جائے تو کتنا چونا درکار ہوگا اور کتنی اینٹیں کام آئیں گی اور ریت کہاں سے لی جائے گی۔ الغرض میری دو رکعت نماز بھی مکمل ہوئی اور

ذہن میں جس مینار کے متعلق سوچ رہا تھا وہ فرضی مینار بھی مکمل ہوا۔ جب نماز ختم ہوئی تو میں نے اپنے دل میں فیصلہ کیا کہ میں اس مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آیا تھا میں تو مینار بنانے آیا تھا۔

جب گمشدہ چیزیں بھی نماز میں یاد آئیں تو.....

ایک شخص نے اپنی فاضل دولت کو کسی مقام پر دفن کیا لیکن چند دنوں بعد اسے وہ مقام بھول گیا۔ اسے جہاں جہاں شبہ ہو سکتا تھا تمام جگہیں اس نے کھود کر دیکھ لیں مگر کہیں بھی دفینہ کا نام و نشان نہ ملا۔

وہ شخص امام ابو حنیفہؒ کے پاس گیا اور اپنی مشکل ان کے سامنے بیان کی اور کہا: "آپ مجھے کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ فراموش شدہ مقام یاد آجائے۔"

ابو حنیفہؒ نے کہا: "بھائی فقہی لحاظ سے تو کوئی چیز میرے پیش نظر نہیں البتہ میں تجھے اس کا طریقۂ تلاش بتا دیتا ہوں، تو ایسا کر آج کی پوری رات عبادت خدا میں بسر کر، امید ہے تجھے دفینہ کا مقام معلوم ہو جائے گا۔"

وہ شخص گھر آیا اور رات کے وقت اس نے نماز شروع کی، ابھی رات کا چوتھائی حصہ ہی بیتا تھا کہ اس کے ذہن میں فراموش شدہ مقام آگیا، اس نے نماز ختم کی اور جاکر اس مقام سے اپنا دفینہ نکال لیا۔

دوسری صبح وہ امام بوحنیفہ کے پاس گیا اور کہا: "واقعی آپ نے صحیح طریقہ بتایا تھا، مجھے ساری رات عبادت کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی، جیسے ہی

رات عبادت نہیں کرنے دے گا لیکن بندۂ خدا تیرا حق بنتا تھا کہ مقام دفینہ دریافت ہونے کے شکرانے میں ساری رات عبادت کرتا۔"(۱)

ایسے افراد کو اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہئے جو نماز کو گمشدہ اشیاء کی یاددہانی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں نمازیوں کی نجات کا تذکرہ ہے تو وہاں خشوع اور اخلاص کی شرط کے ساتھ اسے مشروط کیا گیا ہے۔ احادیث میں ہے کہ بے دلی سے پڑھی جانے والی نماز انسان کے منہ پر ماردی جاتی ہے۔

بے نمازی کس کے پیرو ہیں؟

یمامہ کے مسیلمہ کذاب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری ایام میں نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ جیسے ہی رسالت مآبؐ کی وفات ہوئی اس کے پیروکاروں میں اضافہ ہوگیا۔

وہ بدبخت اہل یمامہ کے علاقائی اور نسلی تعصب کو بھڑکا کر کہتا تھا کہ نبوت و امامت آخر خاندان قریش میں ہی کیوں ہو آخر ہمارا اس پر حق کیوں نہیں مانا جاتا جبکہ ہم قریش کی بہ نسبت زیادہ شان و شوکت کے مالک ہیں اور ہمارے شہر ان کے شہروں سے زیادہ آباد اور زرخیز ہیں، جس طرح سے محمدؐ بن عبداللہ پر جبرئیلؑ آتے تھے اسی طرح مجھ پر بھی جبرئیلؑ نازل ہوتے ہیں اور رخال بن نہشل اور محکم بن طفیل اس بات کے گواہ ہیں کہ محمد بن عبداللہؐ نے اپنی زندگی میں ہی میری نبوت کی شراکت کا اعتراف کیا تھا۔

میں مصروف تھا، بنی تمیم میں سجاح دختر منذر نے بھی اعلان نبوت کردیا اور بہت سے لوگ اس عورت کو بھی نبی ماننے لگے۔

جب وقت نماز ہوتا تو سجاح کے پیروکار اذان میں یہ الفاظ کہتے تھے:

"اشهد ان سجاحا نبية الله. (میں گواہی دیتا ہوں کہ سجاح اللہ کی نبیہ ہے۔)"

سجاح اپنے پیروکاروں کی ایک جماعت کو لے کر مسیلمہ سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئی اور یمامہ میں چشم فلک نے یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ ایک ہی وقت میں نبوت کے دو جھوٹے دعویدار آپس میں مل کر بیٹھے اور باہمی مذاکرات کیے۔

سجاح نے مسیلمہ سے کہا: "میں چاہتی ہوں کہ اللہ نے جو کلام تم پر نازل کیا ہے اس میں سے کچھ کلام مجھے بھی سناؤ۔"

مسیلمہ نے کہا: "ضرور سناتا ہوں، لو کلام الٰہی سنو! لا اقسم بهذا البلد لا تبرح من هذا البلد حتى تكون ذا مال فى ولد وفرد وسفر وعدد على رغم من حسد. میں اس شہر کی قسم نہیں اٹھاتا، تو اس شہر سے اس وقت تک نہ جائے گا جب تک تو مال و اولاد کا مالک نہ بن جائے، اگرچہ حسد کرنے والے حسد کرتے رہیں۔"

سجاح نے یہ کلام سن کر کہا: "بے شک میں تصدیق کرتی ہوں کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔"

پھر مسیلمہ نے سجاح سے کہا: "میرا مشورہ یہ ہے کہ تم میرے عقد میں آجاؤ تاکہ دونوں نبوتیں اکٹھی ہو جائیں۔"

سجاح نے مسیلمہ کا مشورہ قبول کرتے ہوئے کہا: "ٹھیک ہے مجھے اس

پر کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن میں چاہتی ہوں کہ میرا مہر اتنا عظیم الشان ہو کہ ہماری امت بھی اس مہر پر خوش ہو جائے۔"

مسیلمہ نے کہا: "اللہ نے میری اس شادی کی خوشی کی وجہ سے صبح اور مغرب اور عشاء کی نمازیں ہمارے پیروکاروں پر معاف فرمادی ہیں۔"

سجاح نے فوراً کہا: "اللہ نے تمہیں تین نمازیں معاف کی ہیں اور اس عقد سعید کی خوشی میں اللہ نے ہمارے ماننے والوں پر ظہر اور عصر کی نمازیں بھی معاف کردی ہیں۔"

جب مسیلمہ اور سجاح کے پیروکاروں نے اس عقد کی یہ برکت دیکھی تو بے حد خوش ہوئے کہ کسی طرح سے نماز سے تو جان چھوٹ گئی۔(۱)

تارک الصلاۃ افراد کو غور کرنا چاہئے کہ آیا وہ مسیلمہ اور سجاح کے پیروکار تو نہیں ہیں جس کی وجہ سے انہوں نے نماز چھوڑ دی ہے؟

اور اگر وہ مسیلمہ اور سجاح کے پیروکار نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں تو امت محمدیہ پر اللہ نے نماز معاف نہیں کی ہے انہیں ہر صورت میں نماز ادا کرنی چاہئے۔

نماز کی اہمیت

ابوبصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد میں سوگوار خاندان سے تعزیت کرنے کے لئے مدینہ گیا۔

مجھے امام عالی مقام کے لواحقین کی طرف سے امام علیہ السلام کے

۱۔ تاریخ اعثم کوفی ص ۱۰۔

آخری لمحات کے متعلق یہ بتایا گیا کہ جب آپؑ کا وقت آخر قریب آیا تو آپؑ نے حکم دیا میرے تمام رشتہ داروں کو بلایا جائے۔

حکم کے تحت تمام رشتہ دار آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے سب کو گواہ کر کے کہا: "ان شفاعتنا لا تنال مستخفاً بالصلوۃ. (جو شخص نماز کو حقیر جانے اسے ہماری شفاعت نصیب نہ ہوگی۔)"

ان الفاظ کے ساتھ ہی آپؑ رحمت الٰہی سے ملحق ہوگئے۔(۱)

سب سے بڑا چور

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جو کوے کی طرح زمین پر ٹھونگے مار رہا تھا۔

جب اس نے نماز ختم کی تو آپؑ نے اسے اپنے پاس بلا کر فرمایا: تم کتنے عرصے سے نماز پڑھ رہے ہو؟"

اس نے کہا: "ایک طویل عرصے سے نماز پڑھ رہا ہوں۔"

آپؑ نے فرمایا: "تیرا عمل خدا کے سامنے کوے کے ٹھونگے مارنے سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

لو مت مت علی غیر ملة ابی القاسم صلوات الله علیه واله وسلم. (اگر اسی حالت میں تو مر گیا تو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

۱۔ محاسن برقی ج۱ ص۸۰۔

ملت پر نہیں مرے گا۔)

پھر آپؑ نے فرمایا: "ان اسرق الناس من سرق صلاته. (لوگوں میں سب سے بڑا چور وہ ہے جو نماز کی چوری کرے۔)"(۱)

خواجہ ربیع کی عبادت

شاہ عباس اول نے شیخ بہاء رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا جس میں اس نے خواجہ ربیع کی شخصیت کے متعلق ان سے استفسار کیا۔(۲)

شیخ بہاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں لکھا: "آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خواجہ ربیع کا تعلق امیر المؤمنین علیہ السلام کے باوفا اصحاب سے ہے اور خلیفہ ثالث کے قتل میں بھی ان کا دخل تھا۔ جب اسلامی لشکر جہاد کے لئے یہاں آیا تو خواجہ ربیع بھی ان کے ساتھ یہاں آئے اور یہیں ان کی وفات ہوگئی۔"

امام علی رضا علیہ السلام کا فرمان ہے کہ خراسان آنے کا ہمیں بس یہی فائدہ ہوا کہ ہم نے خواجہ ربیع کی زیارت کرلی۔

ابن اثیر اپنی کتاب الکامل فی التاریخ میں لکھتے ہیں کہ خواجہ ربیع کے پاس اعلیٰ نسل کا ایک اصیل گھوڑا تھا اس وقت اس گھوڑے کی قیمت بیس ہزار درہم تھی۔ خواجہ ربیع نماز پڑھنے لگے اور گھوڑا ان کے سامنے بندھا ہوا تھا، چور آیا اور اس نے گھوڑے کو کھولا اور اس پر سوار ہو کر چلا گیا۔ خواجہ ربیع یہ سب کچھ دیکھتے رہے اور انہوں نے نہ تو نماز توڑی اور نہ ہی نماز کو مختصر کیا۔

۱۔ محاسن برقی ج۱ ص۸۲۔

۲۔ خواجہ ربیع کا مزار مشہد مقدس میں ہے اور مرجع خلائق ہے۔

لوگ خواجہ ربیع کے پاس تسلی دینے کے لئے آئے تو انہوں نے کہا:
"میں نے خود اپنی آنکھوں سے چور کو چوری کرتے ہوئے دیکھا۔"

لوگوں نے کہا: "پھر آپ نے چور کو کیوں نہ پکڑا؟"

خواجہ ربیع نے کہا: "کنت فیما احب الی من ذلک یعنی الصلوٰۃ. (میں اس سے کہیں زیادہ محبوب کام یعنی نماز میں مصروف تھا۔)"

خواجہ ربیع کے پاس بیٹھے ہوئے افراد نے چور پر لعنت وبددعا شروع کی تو خواجہ نے فرمایا: "نہیں اسے بددعا مت دو، میں نے اسے معاف کردیا ہے۔"

جب خواجہ ربیع کی وفات ہوگئی تو ان کے ہمسایہ کی بیٹی نے اپنے باپ سے پوچھا: "ابا جان! ہمارے گھر کے قریب پہلے ایک ستون ہوتا تھا اب نظر نہیں آتا وہ ستون کہاں گیا؟"

باپ نے بیٹی کے جواب میں کہا: "جان پدر! تمہیں مغالطہ ہوا ہے دراصل رات کے وقت تم کوٹھے کی چھت پر جاکر دیکھتی تھیں تو تمہیں ایک ستون سا نظر آتا تھا وہ کوئی ستون نہیں تھا وہ اللہ کا صالح ترین بندہ خواجہ ربیع ہوتا تھا جو ساری رات قیام و قرأت میں بسر کیا کرتا تھا۔

خواجہ ربیع نے گھر میں اپنے ہاتھوں سے اپنے لئے قبر کھودی ہوئی تھی جب کبھی انہیں اپنے اندر قساوت قلبی کا احساس ہوتا تو قبر میں جاکر بیٹھ جاتے اور یہ آیت پڑھتے: "رب ارجعون O لعلی اعمل صالحا فیما ترکت. (سورۃ مؤمنون آیت ۹۹۔ ۱۰۰) خدایا! مجھے واپس بھیج تاکہ جو عمل میں نہیں بجالایا تھا وہ اب بجالاؤں۔"

کئی مرتبہ وہ اسی آیت کی تکرار کرتے اور جب انہیں محسوس ہوتا کہ

قلب کی سختی دور ہوچکی ہے تو اپنے آپ سے کہتے: "یاربیع قد رجعناک فاعمل. (ربیع! ہم نے تجھے واپس بھیج دیا ہے اب جاکر نیک عمل کر۔)"(۱)

سیدہ نفیسہؒ کی عبادت

حضرت سیدہ نفیسہؒ اپنے زمانے کی عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔ ان کا نسب اس طرح سے ہے: سیدہ نفیسہؒ بنت حضرت حسن بن حضرت زید بن امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام۔

سید مؤمن شبلنجی نورالابصار میں اور شیخ محمد صبان اسعاف الراغبین میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت سیدہ نفیسہؒ کی ولادت ۱۴۵ھ میں مکہ معظمہ میں ہوئی اور مدینہ میں انہوں نے پرورش پائی۔

آپ کے دن روزہ اور راتیں عبادت الٰہی میں بسر ہوتی تھیں۔ آپ دولت مند خاتون تھیں اس لئے ہمیشہ فقراء و مساکین اور معذوروں کی مدد فرماتی تھیں۔ آپ نے تیس بار حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور اکثر مرتبہ پاپیادہ حج کئے۔

حضرت زینب جو کہ حضرت نفیسہؒ کی بھتیجی تھیں، وہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے چالیس سال تک اپنی پھوپھی کی خدمت کی اور اس پوری مدت میں میں نے انہیں رات کو سویا ہوا نہیں دیکھا اور دن کے انہیں وقت کھانا کھاتے نہیں دیکھا۔

میں نے پھوپھی جان سے کہا: "آپ اپنی جان پر رحم کریں۔"

---

(۱) تحفۃ الاحباب محدث قمی ص ۹۷، ۹۸۔

میری پھوپھی نے جواب دیا: "بیٹی! میں اپنی جان پر کس طرح سے شفقت کروں جبکہ میرے راستے میں بہت سی گھاٹیاں ہیں جن سے عباد صالحین کے علاوہ کوئی گزر نہیں سکتا۔"

سیدہ نفیسہؒ کا نکاح حضرت اسحاق مؤتمن فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہوا اور ان سے دو اولادیں بنام قاسم و ام کلثوم پیدا ہوئیں۔

حضرت سیدہ نفیسہؒ اپنے شوہر کے ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت کے لئے فلسطین گئیں، وہاں سے واپسی پر مصر تشریف لائیں، ایک مکان لے کر رہائش اختیار کی۔ ان کے پڑوس میں ایک نابینا یہودی عورت رہائش پذیر تھی، وہ سیدہ کی عبادت کی شہرت سے متاثر ہو کر سیدہ کی زیارت کے لئے آئی اور اس نے سیدہ کے وضو کا پانی لے کر آنکھوں پر لگایا تو اس کی بینائی بحال ہو گئی۔ سیدہ نفیسہؒ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت سے یہودی گھرانے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

اہل مصر سیدہ نفیسہؒ سے والہانہ عقیدت رکھنے لگے۔ دور دراز مقامات سے مستورات ان کی زیارت کے لئے آتیں اور سیدہ کے روحانی فیوض سے استفادہ کرتیں۔ قیام مصر کے دوران ہی آپ نے وفات پائی۔

سیدہ نے اپنی صحن میں ایک قبر کھودی ہوئی تھی اور ہمیشہ اپنی قبر میں بیٹھ کر نماز اور تلاوت قرآن کیا کرتی تھیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سیدہ نے اس قبر میں بیٹھ کر چھ ہزار مرتبہ قرآن مجید کا ختم کیا تھا۔

ماہ رمضان ۲۰۸ھ حالت روزہ میں تھیں کہ ان پر نزع کا عالم طاری ہوا ان سے کہا گیا کہ روزہ افطار کریں۔

انہوں نے فرمایا: "میری مدت سے حسرت تھی کہ موت آئے تو روزہ کی حالت میں آئے اب جب کہ مجھ پر موت وارد ہو رہی ہے تو میں روزہ افطار کر لوں؟"

پھر سیدہ نے سورۂ انعام کی تلاوت شروع کی جب وہ "لهم دار السلام عند ربهم" کی آیت مجیدہ پر پہنچیں تو ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

سیدہ کی موت سے مصر کے ہر گھر میں صف ماتم بچھ گئی۔ شہر کے تمام چھوٹے بڑے بی بی کے جنازے میں شامل ہوئے۔ سیدہ کو اس قبر میں دفن کیا گیا جو انہوں نے اپنی صحن میں بنائی ہوئی تھی۔

سیدہ کے خاوند حضرت اسحاق مؤتمن بن امام جعفر صادق علیہ السلام نے بی بی کے جنازے کو مدینہ لے جانے کا ارادہ کیا۔

تمام اہل مصر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ایسا نہ کریں، اہلبیت رسولؐ میں سے ایک سیدہ کا مزار ہمارے پاس بطور برکت ضرور ہونی چاہئے۔

مگر حضرت اسحاق مدینہ میت لے جانے پر اصرار کرتے رہے۔

اس رات سوئے تو عالم خواب میں حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔

آپؐ نے فرمایا: "میری بیٹی کو مصر ہی میں رہنے دو اس کی برکت سے مصر والوں پر اللہ کی رحمت نازل ہو گی۔"(۱)

ا۔ تحفۃ الاحباب ص ۳۹۳۔

مالک اشترؒ کب روزہ رکھتے تھے؟

نہج البلاغہ کے شارح ابن ابی الحدید معتزلی رقم طراز ہیں:

مالک اشترؒ شجاع و بزرگوار، حلیم و بردبار اور شاعر شیریں گفتار تھے اور امیرالمؤمنین علیہ السلام کے شیعوں میں انہیں ممتاز مقام حاصل تھا۔ نصرت امیرالمؤمنینؑ کے لئے آپ ہمیشہ کوشاں رہتے تھے۔

لله ام قامت عن الاشتر لو ان انسانا يقسم ان الله تعالى ماخلق في العرب ولا في العجم اشجع منه الا استاذه علي بن ابي طالب عليه السلام لما خشيت عليه الاثم.

اس ماں پر آفرین ہے جس نے مالک کی تربیت کی، اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ عرب و عجم میں خداوند عالم نے مالک سے بڑا بہادر سوائے اس کے استاد علی بن ابی طالب علیہ السلام کے پیدا نہیں کیا تو قسم کھانے والا گناہگار نہیں ہوگا۔

ابن الحدید مزید لکھتے ہیں کہ آفرین ہے مالک پر جب مالک کی شہادت کے بعد کسی نے اس کے متعلق دریافت کیا کہ مالک کیا تھے؟ تو کسی نے کیا خوب جواب دیتے ہوئے کہا تھا: "میں مالک کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں جس کی زندگی شامیوں کے لئے شکست و ناکامی کا باعث تھی اور جس کی موت اہل عراق کی شکست کا ذریعہ بنی۔"

حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے مالک کی شخصیت کے متعلق ایک جامع تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا: "**کان الاشتر لی کما کنت لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.** (مالک میرے لئے ایسے ہی تھے جیسے میں رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھا۔)"

جنگ جمل میں مالک اشتر اور عبداللہ بن زبیر آپس میں نبرد آزما ہوئے، مالک اور عبداللہ پہلے تو ایک دوسرے پر نیزوں سے حملہ کرتے رہے آخرکار مالک نے پے در پے حملے کر کے ابن زبیر کو گھوڑے سے گرایا اور خود اس کے سینے پر سوار ہوئے، عبداللہ بن زبیر نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو مالک کے شکنجے سے آزاد کرایا اور پھر مالک کے سامنے سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس دن حضرت مالک روزے سے تھے اور اس سے دو دن قبل مسلسل بیمار رہے تھے اور بیماری کی وجہ سے انہوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔

اس طرح سے مالک مسلسل تین روز سے بھوکے تھے ورنہ عبداللہ بن زبیر کا ان کے شکنجے سے نکلنا محال تھا۔

جنگ جمل کے بعد ایک دن حضرت عائشہؓ نے مالک سے کہا: "میرے بھانجے کو جنگ جمل میں تو قتل کرنا چاہتا تھا؟"

اس کے جواب میں حضرت مالک اشتر نے یہ دو شعر پڑھے:

اعايش لولا انني كنت طاويا
ثلاثا لالقيت ابن اختك هالكا
فنجاه مني اكله وشبابه
وخلوة جوف لم يكن متماسكا

عائشہؓ! اگر میں تین دن سے مسلسل بھوکا نہ ہوتا تو تو اپنے بھانجے کو مقتول پاتی۔ اس کو اس کی جوانی اور سیر شکمی نے نجات دلائی اور میں خالی پیٹ ہونے کی وجہ سے اس پر اپنی گرفت برقرار نہ رکھ سکا تھا۔

زہیر بن قیس کہتا ہے کہ ایک دن میں ایک حمام میں عبداللہ بن زبیر کے ساتھ تھا میں نے اس کے سر پر ایک ضربت کا نشان دیکھا اور وہ نشان اتنا گہرا تھا کہ تیل کی پوری شیشی اس میں ڈالی جاتی تو ایک قطرہ بھی باہر نہ نکلتا۔

ابن زبیر نے ضربت کا نشان دکھاتے ہوئے مجھ سے کہا: "جانتے ہو یہ کس کا لگایا ہوا زخم ہے؟"

میں نے کہا: "مجھے معلوم نہیں ہے۔"

ابن زبیر نے کہا: "یہ زخم تیرے ابن عم مالک اشتر کا لگایا ہوا ہے۔"(۱)

عبادت کے لئے وقت کو غنیمت جانیں

فتح موصلی، ابراہیم بن ادہم سے نقل کرتے ہیں کہ میں حجاج کے قافلے کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور ہمارا قافلہ ایک بیابان سے گزر رہا تھا۔

میں انسانی حاجت کے لئے قافلے سے جدا ہوا تو میں نے اس بیابان میں ایک بچے کو دیکھا جو کہ تن تنہا اکیلا محو سفر تھا۔ اسے دیکھ کر میں نے دل میں کہا: "سبحان اللہ! ایک بچہ بغیر قافلے کے نجانے کہاں جا رہا ہے؟"

میں اس بچے کے قریب گیا اور اسے سلام کیا اور پوچھا: "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

بچے نے جواب دیا: "میں خانہ خدا کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔"

۱۔ الکنی والالقاب ج۲ ص۲۶،۲۷۔ مالک اور ابن زبیر کے جنگ کا واقعہ مجالس المؤمنین ص۲۸۶ سے ماخوذ ہے۔

میں نے کہا: "ابھی تو آپ کا سن چھوٹا ہے اور آپ پر اس وقت حج فرض نہیں ہوا تو آپ نے یہ زحمت کیوں کی؟"

بچے نے کہا: "شیخ! کیا تو نے مجھ سے بھی چھوٹے بچوں کو کبھی مرتے نہیں دیکھا؟"

میں نے کہا: "آپ کی سواری کہاں ہے اور زاد راہ کہاں ہے؟"

بچے نے کہا: "زادی تقوی و راحلتی رجلای و قصدی مولای. (میرا تقویٰ میرا زاد راہ ہے، میرے پاؤں میری سواری ہیں اور میرا مقصود میرا مولا ہے۔)"

میں نے کہا: "آپ کے پاس کھانے کے لئے خوراک تک نہیں ہے تو بھلا آپ اتنا لمبا سفر خوراک کے بغیر کیسے طے کریں گے؟"

بچے نے جواب دیا: "اگر کوئی شخص تمہیں اپنے گھر آنے کی دعوت دے تو کیا تم کھانا اپنے گھر سے لے کر جاؤ گے؟"

میں نے کہا: "نہیں۔"

تو بچے نے کہا: "جس نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی ہے تو مجھے خوراک بھی وہی فراہم کرے گا۔"

میں نے کہا: "تو تیزی سے چلیں تاکہ آپ قافلے سے مل جائیں۔"

بچے نے کہا: "میرے ذمہ سعی و کوشش ہے اور رہنمائی کرنا اس کا کام ہے۔ کیا تو نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین" (سورۃ عنکبوت آیت ۶۹) (جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم ضرور انہیں

اپنے راستوں کی ہدایت کریں گے اور بیشک اللہ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔)"

جب میں اس بچے سے محو گفتگو تھا تو میں نے دیکھا ایک خوش اندام سفید لباس پہنے ہوئے جوان آیا اور اس نے بچے کو سلام کیا اور اس سے معانقہ بھی کیا۔

میں نے اس جوان سے کہا: "تمہیں اس ذات کی قسم جس نے تجھے اخلاق حمیدہ کی تعلیم دی ہے اور جس نے تیرے ظاہر کو آراستہ کیا ہے، مجھے بتاؤ یہ بچہ کون ہے؟"

جوان نے کہا: "تم نہیں جانتے یہ علی بن حسین بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ہے۔"

پھر میں نے بچے کو قسم دے کر کہا: "تجھے تیرے آبائے طاہرین کی قسم! یہ جوان کون ہے؟"

بچے نے کہا: "یہ میرے بھائی خضر علیہ السلام ہیں، یہ روزانہ ہمیں سلام کرنے آتے ہیں۔"

پھر میں نے زین العابدین علیہ السلام سے کہا: "آپ کو آپ کے آبائے طاہرین کی قسم آپ اس بیابان کو بغیر کسی زاد راہ کے کیسے طے کرتے ہیں؟"

امام زین العابدینؑ نے فرمایا: "میں ان بیابانوں کو چار چیزوں سے طے کرتا ہوں:

۱۔ تمام دنیا کو اللہ کے زیر اختیار اور اس کی ملکیت میں سمجھتا ہوں۔

۲۔ تمام لوگوں کو خدا کا غلام اور اسکے دستر خوان پر پلنے والا سمجھتا ہوں۔

۳۔ میں یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اسباب اور وسائل زندگی خداوند عالم کے ہاتھ میں ہیں۔

۴۔ اس کی قضاو قدر کو تمام چیزوں میں جاری اور نافذ جانتا ہوں۔"

یہ سن کر میں نے کہا: "واہ واہ آپ اس زاد راہ سے دنیاوی بیابان تو کیا آخرت کی تمام گھاٹیاں بھی طے کر سکتے ہیں۔"(۱)

تارک حج و زکوٰۃ یہودی کہ نصرانی؟

آقائے شیخ اسماعیل جابلقی مقیم تہران نے شیخ حسن وکیل عراقی کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ فلاں شخص بیمار ہے اور اس پر نزع کا عالم طاری ہے اس کی عیادت کے لئے میں اور علمائے عراق میں سے آقا نورالدین اور حاج محمد خان اور آقائے سید احمد اس کے سرہانے بیٹھے ہیں اور دو اور اشخاص اس کی پائنتی کی جانب بیٹھے ہیں جنہیں میں نہیں پہچانتا۔

اس کی پائنتی کی جانب بیٹھے ہوئے اشخاص اس سے باربار اصرار کر رہے ہیں کہ یہودی ہو کر مرو یا نصرانی ہو کر مرو۔

ہم جو عیادت کے لئے بیٹھے ہوئے ہیں ہم سب خاموش بیٹھے ہیں۔

آخر کار اس نے کہا: "میں نصرانی ہو کر مرتا ہوں۔"

جیسے ہی صبح ہوئی میں اس شخص کے گھر کی طرف گیا تا کہ جا کر دیکھوں کہ معاملہ کیا ہے؟ ابھی میں راستے میں ہی تھا کہ ایک دوست ملے اور کہا کہ فلاں شخص بیمار ہے آئیں اس کی عیادت کریں۔

۱۔ بحار الانوار ج ۱۱ ص ۱۱۔

ہم دونوں جب وہاں پہنچے تو مجھ سے پہلے تینوں عراقی علماء وہاں اس کے سرہانے بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی جاکر ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چند لمحات میں بیمار پر نزع کا عالم طاری ہوا، مجھے اس کی پائنتی کوئی فرد نظر نہیں آیا، ہمارے سامنے ہی اس شخص کی روح نے پرواز کی، میں نے مرنے والے کے لواحقین سے پوچھا کہ آیا یہ شخص تارک حج تھا؟ (کیونکہ احادیث میں وارد ہے کہ جس پر حج فرض ہو اور وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرتا ہے)۔

اس کے لواحقین نے کہا: ”نہیں وہ تارک حج نہیں تھا۔“

پھر میں نے پوچھا: ”کیا یہ شخص مانع زکوٰۃ تھا؟“

اس کے لواحقین نے بتایا: ”جی ہاں! یہ شخص صاحب نصاب تھا لیکن زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا۔“

مجھے اپنے خواب کی صداقت کا یقین ہوگیا کیونکہ احادیث میں مانع زکوٰۃ کے لئے بھی یہی الفاظ وارد ہیں کہ مانع زکوٰۃ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے گا۔(۱)

چند روایات

ان النبیؐ قال لاصحابه الا اخبرکم بشیء ان انتم فعلتموه تباعد الشیطان منکم کما تباعد المشرق من المغرب قالو بلیٰ یارسول الله قال الصوم یسود وجهه والصدقة یکسر ظهره والحب فی الله والموازرة علی العمل

۱۔ الکلام یجر الکلام ج ۲ ص ۲۵۲۔

الصالح یقطع دابره والاستغفار یقطع وتینه ولکل شیء زکوٰة و زکوٰة الابدان الصیام۔

عن ابی عبداللهؑ فی قول الله عزوجل واستعینوا بالصبر والصلوٰة قال الصبر الصیام وقال اذا نزلت بالرجل النازلة الشدیده فلیصم فان الله تعالی یقول واستعینوا بالصبر والصلوٰة یعنی الصیام۔

”وافی ج ۲ باب صوم ص ۶“

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: ”کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ اگر تم نے اس پر عمل کیا تو شیطان تم سے اتنا دور ہو جائے گا جتنا کہ مغرب سے مشرق دور ہے؟“

صحابہ نے عرض کی: ”یارسول اللہؐ! ضرور بتائیں۔“

آپؐ نے فرمایا: ”روزہ شیطان کے چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے اور خدا کے لئے کسی سے محبت رکھنا اور عمل صالح کے لئے مدد کرنا شیطان کی قوت کو سلب کردیتا ہے۔ توبہ و استغفار سے اس کی رگ گردن کٹ جاتی ہے اور ہر چیز کی زکوٰۃ ہوتی ہے اور اجسام کی زکوٰۃ روزے ہیں۔“

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ”واستعینوا بالصبر والصلوة“ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: ”صبر سے مراد روزے ہیں، جب کبھی کسی پر سخت مصیبت نازل ہو تو اسے روزہ رکھنا چاہئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ صبر اور نماز کے ذریعے سے مدد طلب کرو، صبر سے مراد روزے ہیں۔“

عن ابی جعفرؑ قال لاتهاون بصلا تك فان النبیؐ قال عند موته لیس منی من

استخف بصلاته ليس منى من شرب المسكر لايرد على الحوض لاوالله.

عن ابى عبداللهؑ قال: قال رسول اللهؐ لايزال الشيطان ذعرا من المؤمن ماحافظ على الصلوات الخمس فاذا ضيعهن تجرأ عليه فادخله فى العظائم.

"وافی ج۲ ص ۱۲، ۱۳"

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "اپنی نماز کو معمولی خیال نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت فرمایا تھا کہ وہ شخص مجھ سے نہیں جو اپنی نماز کو خفیف سمجھے، وہ شخص مجھ سے نہیں جو نشہ آور چیز پیئے، خدا کی قسم وہ حوض کوثر پر کبھی وارد نہ ہوگا۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تک مؤمن نماز پنجگانہ کی حفاظت کرے اس وقت تک ابلیس اس سے خوف زدہ رہتا ہے اور جب وہ نماز کو ضائع کردے تو ابلیس اس پر جرأت پالیتا ہے اور اسے گناہان کبیرہ میں داخل کردیتا ہے۔"

عن ابى عبداللهؑ قال جاء رجل الى النبیؐ فقال يارسول اللهؐ اوصنى فقال لاتدع الصلاة متعمداً فان من تركها متعمداً فقد برأت منه ملة الاسلام.

مسعده بن صدقة انه قال سئل ابو عبداللهؑ مابال الزانى لانسميه كافرا وتارك الصلاة نسميه كافرا وما الحجة فى ذلك فقال لان الزانى وما اشبهه انما يفعل ذلك لمكان الشهوة لانها تغلبه وتارك الصلاة لايتركها الا استخفافا بها و ذلك لانك لاتجد الزانى يأتى المرأة الا وهو مستلذ

باتيانه اياها قاصدا اليها وكل من ترك الصلاة قاصدا لتركها فليس يكون قصده لتركها اللذة فاذ انفيت اللذة وقع الاستخفاف واذا وقع الاستخفاف وقع الكفر.

"وافی ج۲ ص ۱۳"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ مجھے کسی نیک عمل کی نصیحت فرمائیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "جان بوجھ کر نماز ترک نہ کرنا کیونکہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے سے ملت اسلام بیزار ہے۔"

مسعدہ بن صدقہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: "مولا! اس کی کیا وجہ ہے کہ ہم زانی کو کافر کا نام نہیں دیتے اور تارک الصلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں، اس بات کی کیا دلیل ہے؟"

امام عالی مقام نے فرمایا: "زانی اور اس جیسا کوئی اور شخص جب بدکاری کرتا ہے تو وہ جذبہ شہوت سے مغلوب ہو کر ایسا کرتا ہے، مگر تارک الصلوٰۃ جب نماز کو ترک کرتا ہے تو وہ اسے حقیر سمجھ کر ترک کرتا ہے۔ جب بھی کسی زانی کا عورت سے آمنا سامنا ہوتا ہے تو وہ لذت محسوس کرتا ہے، لیکن جب تارک الصلوٰۃ نماز کو ترک کرتا ہے تو اسے کسی طرح کی لذت محسوس نہیں ہوتی۔ جب تم تارک الصلوٰۃ سے لذت کو نفی کروگے تو باقی نماز کو حقیر سمجھنا رہ جائے گا اور جہاں ذہن میں نماز کو حقیر سمجھنے کا خیال آجائے تو اس وقت کفر لازم آتا ہے۔"

عن ابی جعفرؑ قال: قال رسول اللّٰہؐ لوکان علی باب دار احدکم نھر فاغتسل منه فی کل یوم خمس مرات کان یبقی فی جسدہ شیء من الدرن؟ قلنا لا. قال فان مثل الصلاۃ کمثل النھر الجاری کلما صلی صلوٰۃ کفرت مابینھما من الذنوب.

عن ابی جعفرؑ عن النبیؐ قال فاذ اقمت الی الصلوٰۃ وتوجھت و قرأت ام الکتاب وما تیسر لك من السور ثم رکعت فاتممت رکوعھا و سجودھا وتشھدت وسلمت غفر لك کل ذنب فیما بینك وبین الصلوٰۃ التی قدمتھا الی الصلوٰۃ المؤخرۃ فھذالك فی صلاتك.

"وافی ج ۲ ص ۱۰"

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "تم میں سے اگر کسی کے دروازے پر ایک نہر بہتی ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں غسل کرے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل کچیل باقی رہے گی؟"

لوگوں نے کہا: "نہیں۔"

آپؐ نے فرمایا: "نماز کی مثال بھی بہتی ہوئی نہر کی طرح ہے، جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو پچھلی نماز کے بعد والے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔"

اسی اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم نماز کی تیاری کرتے ہو اور قبلہ رُو ہو کر نماز شروع کرتے ہو پھر اس میں سورۂ فاتحہ اور دوسری کوئی سورت جو آسانی سے پڑھ سکتے ہو، پڑھتے ہو، پھر رکوع کرتے ہو اور رکوع کو صحیح طریقے سے انجام دیتے ہو اور سجود و تشہد و سلام بجالاتے ہو تو

پچھلی نماز کے بعد سے جو تم نے اس نماز تک گناہ کئے تھے تمہارے وہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ تمہیں اپنی نماز سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے۔"

عن ابی عبداللّٰہؑ قال مربالنبی رجل وھو یعالج بعض حجراته فقال یارسول اللّٰہ الا اکفیك فقال شانك فلما فرغ قال له رسول اللّٰہؐ حاجتك قال الجنة فاطرق رسول اللّٰہؐ ثم قال نعم فلما ولیٰ قال له یاعبداللّٰہ اعنا بطول السجود.

عن الشحام عن ابی عبداللّٰہؑ قال سمعته یقول احب الاعمال الی اللّٰہ عزوجل الصلوٰۃ وھی اخر وصایا الانبیاء فما احسن من الرجل ان یغتسل او یتوضا فیسبغ الوضوء ثم یتنحیٰ حیث لا یراہ انیس فیشرف علیه وھو راکع اوساجد ان العبد اذ سجد فاطال السجود نادیٰ ابلیس یا ویله اطاع وعصیت وسجد وابیت.

"وافی ج ۲ ص ۹، ۱۰"

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجرہ بنانے میں مصروف تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے عرض کی:

"یارسول اللہؐ! میں آپؐ کی مدد کروں؟"

آپ نے فرمایا: "اگر چاہو تو ضرور کرو۔"

جب کام مکمل ہو گیا تو آپؐ نے اس سے اس کی حاجت دریافت کی۔

اس نے عرض کی: "میں جنت چاہتا ہوں۔"

آپؐ نے فرمایا: "اچھا!"

جب وہ جانے لگا تو آپؐ نے فرمایا: "لمبے سجدے کر کے ہماری مدد کرو۔"

زید شحام کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سنا: "اللہ کو تمام اعمال میں سے نماز زیادہ پسند ہے اور یہ انبیائے کرام صلوات اللہ علیہم کی آخری وصیت ہے اور کسی انسان کے لئے یہ بات کتنی اچھی ہے کہ انسان غسل یا وضو کر کے ایسی جگہ چلا جائے جہاں اسے کوئی شخص دیکھنے والا نہ ہو اور وہاں جاکر خدا کے حضور رکوع اور سجدہ کرے، جب بھی کوئی شخص لمبا سجدہ کرتا ہے تو اس وقت ابلیس آواز دے کر کہتا ہے کہ ہائے افسوس اس نے اطاعت کی اور میں نے نافرمانی کی، اس نے سجدہ کیا اور میں نے انکار کیا۔"

باب نہم

زہد و پارسائی

لاتمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجا منهم زهرة.

الحياة الدنيا......الخ (سورة حجر آیت ۸۸)

"ان میں سے کچھ لوگوں کو جو دنیا کی اس ذرا سی زندگی کی رونق سے نہال کردیا ہے تاکہ ہم ان کو آزمائیں، تم اپنی نظریں ادھر نہ بڑھاؤ۔"

مولائے متقیان کا زہد

سوید بن غفلہ روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن امیر المؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ کو ظاہری خلافت مل چکی تھی۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ ایک چھوٹی سی چٹائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس گھر میں اس چٹائی کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔

میں نے آپؑ سے عرض کی: "یاعلیؑ! اس وقت پورا بیت المال آپؑ کے اختیار میں ہے اور آپؑ کی حالت یہ ہے کہ گھر میں ایک چٹائی کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آتا۔"

آپؑ نے فرمایا: "سوید بن غفلہ! عقل مند شخص کو جس گھر سے نقل مکانی کرنی ہو وہاں کچھ سامان جمع نہیں کرتا، یہ دنیا ہمارے لئے ایک عارضی سرائے اور مسافر خانہ ہے، ہمارے لئے امن و راحت کا ایک گھر ہے جہاں ہم اپنا اسباب بھیج رہے ہیں اور عنقریب میں اس گھر کی طرف منتقل ہو جاؤں گا۔"

پادشاه و کلبهء ایوان او
یك حسام و یك زره سامان او

اقبالؔ

علیؑ ایسے بادشاہ تھے جن کا ایوان جھونپڑی تھی اور جن کا کل اثاثہ ایک زرہ اور ایک تلوار پر مشتمل تھا۔

اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپؑ کے سامنے آپؑ کی روٹی لائی گئی۔ روٹی لیف خرما کے بنے ہوئے ایک طبق میں تھی اور اس میں جو کی دو سوکھی روٹیاں تھیں، روٹیوں پر چھان صاف نظر آرہا تھا، آپؑ نے روٹی اٹھا کر زانو پر رکھی اور اس خشک روٹی کو توڑ کر نمک کے ساتھ تناول فرمانے لگے۔

آپؑ کی کنیز کا نام فضہ تھا، میں نے فضہ سے کہا: "کم از کم تم جو کے آٹے کو چھان ہی لیتیں تو بھی بہتر تھا۔"

فضہ نے کہا: "مولا خود ہی چھاننے کی اجازت نہیں دیتے۔"

امیرالمؤمنین علیہ السلام نے تبسم فرما کر ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: "میں نے آٹا چھاننے سے انہیں خود منع کیا ہے۔"

میں نے عرض کی: "مولا! وہ کس لئے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس سے نفس بہتر طور پر رسوا ہوتا ہے۔ میرے طرز زندگی کو دیکھ کر مؤمن میری پیروی کریں گے اور جب تک میں اپنے دوستوں سے ملحق نہ ہو جاؤں اسی طرح سے زندگی بسر کرتا رہوں گا۔"(۱)

ایک اور داستان

ابو رافع کہتے ہیں کہ عید کے دن میں امیرالمؤمنین علیہ السلام کی خدمت میں ان کے بیت الشرف میں حاضر ہوا، آپؑ کے سامنے مہر لگی ہوئی ایک تھیلی پیش کی گئی، آپؑ نے اس کی مہر کو توڑا۔ تھیلی کھلی تو میں نے دیکھا کہ اس میں جو کی خشک روٹیاں تھیں۔

آپؑ نے روٹیاں نکال کر کھانی شروع کیں، میں نے عرض کی: "مولا! جو کی روٹیوں کو تھیلی میں بند کر کے مہر لگانے کی کیا ضرورت ہے؟"

آپؑ نے فرمایا: "اس لئے میں نے انہیں سر بمہر کردیا ہے کہ تاکہ حسنؑ و حسینؑ روٹیوں کو گھی یا روغن زیتون سے تر نہ کردیں۔"

آپؑ کے لباس کو کئی دفعہ لیف خرما کے پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے۔

جب آپؑ کھانا تناول کرتے تو زیادہ تر سالن کی بجائے روٹی کو نمک یا سرکہ سے تناول فرماتے تھے اور کبھی کبھار سبزی سے بھی روٹی کھایا کرتے تھے، اگر اس سے بھی بہتر طور پر کھانا کھانے کا ارادہ کرتے تو پھر اونٹنی کے دودھ سے کھانا کھاتے۔ آپؑ گوشت بہت ہی کم استعمال کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اپنے شکم کو حیوانات کا قبرستان مت بناؤ۔ مگر اس کے باوجود بھی آپؑ سب لوگوں سے

۱۔ انوار نعمانیہ ص۱۸۔

زیادہ طاقتور تھے اور آپؒ کی قوت بازو کا اندازہ لگانا ناممکن تھا۔ کم خوری کی بدولت آپؒ کی قوت میں کسی طرح کی کمی پیدا نہیں ہوئی تھی۔(۱)

عرض مترجم: موقع کی مناسبت سے علامہ اقبالؒ کی ایک رباعی یاد آرہی ہے:

دلوں کو مرکز مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر
جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدر بھی عطا کر

شیخ مرتضیٰ انصاری کا انداز زندگی

شیخ مرتضیٰ انصاری نے جب تعلیم دین کا ارادہ کیا تو پہلے پہل اپنے وطن کاشان سے ثامن الائمہ امام علی رضا علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئے پھر تہران آئے اور حوزۂ علمیہ میں داخل ہوئے اور مدرسہ مادرشاہ کے ایک کمرے میں رہائش اختیار کی، ان کے ساتھ اس کمرے میں ایک طالب علم اور بھی قیام پذیر تھا۔

ایک دن شیخ نے اپنے ساتھی کو روٹی لینے کے لئے بھیجا اور اسے روٹی کے پیسے دیئے، جب ساتھی واپس آیا تو اس روٹی پر حلوہ بھی رکھا ہوا تھا۔

شیخ نے تعجب سے کہا: "بھائی آپ نے حلوہ کہاں سے لے لیا؟"

ساتھی نے جواب دیا: "میں حلوہ ادھار پر لایا ہوں۔"

شیخ نے روٹی کا سوکھا حصہ کھایا اور حلوے کو ہاتھ تک نہ لگایا، جب

۱۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج۱ ص ۷۔

ساتھی نے حلوے کے لئے اصرار کیا تو شیخ نے کہا: "بھائی آپ کھاتے ہیں تو کھائیں میں نہیں کھاسکتا۔ کیونکہ قرض کی ادائیگی تک مجھے اپنے زندہ رہنے کا یقین نہیں ہے۔"

تہران سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ نجف اشرف چلے گئے اور چند سال بعد شیعیان جہان کے مرجع عالی قدر کی حیثیت سے متعارف ہوئے۔

ایک دن آپ کا وہی پرانا ساتھی نجف اشرف میں آپ سے ملا اور کہا: "آپ نے ایسا کونسا کام کیا جس کی وجہ سے توفیق الٰہی آپ کے شامل حال ہوئی اور آپ مرجعیت کے عظیم مقام پر فائز ہوگئے؟"

آپ نے فرمایا: "بھائی میں تو حلوہ کے نیچے والی روٹی کا ٹکڑا بھی نہیں کھاتا تھا اور آپ نان و حلوہ کھاتے تھے۔"(۱)

شیخ انصاری کی ایک بیٹی مدرسہ میں زیر تعلیم تھی اور تمام طالبات کے دوپہر کا کھانا ان کے گھر سے آیا کرتا تھا۔

ایک دن بچی نے ماں سے شکایت کی: "امی جان! ہمارے مدرسے میں ہر بچی کا کھانا ان کے گھر سے آتا ہے جو پر تکلف ہوتا ہے اور آپ میرے لئے جو کھانا بھیجتی ہیں وہ خشک روٹی اور پنیر کے ایک ٹکڑے پر مشتمل ہوتا ہے جس کی وجہ سے مجھے اپنی سہیلیوں سے شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔"

جب شیخ نے بچی کی بات سنی تو بیوی سے کہا: "آئندہ اس کے لئے صرف خشک روٹی بھیجا کریں تاکہ اسے پنیر کی قدر و قیمت کا اندازہ ہوسکے۔"

۱۔ زندگی و شخصیت شیخ انصاری ص ۷۰۔

ایک مرتبہ چند حاسدوں نے نجف کے حاکم کے پاس شکایت کی کہ شیخ انصاری کے گھر میں حکومت کے مخالفین کا اجتماع منعقد ہوتا ہے اور ان کا گھر اسلحہ سے بھرا ہوا ہے۔

نجف کا حاکم ایک متعصب سنی تھا۔ اس نے ایک فوجی دستہ تشکیل دیا اور انہیں ہدایت کی کہ وہ رات کے وقت ان کے گھر میں داخل ہو کر تلاشی لیں اور ہتھیار بر آمد کریں۔

رات کے وقت ان کے گھر فوجیوں نے چھاپہ مارا اور پورا گھر چھان مارا۔ ایک ایک کونے کی تلاشی لی گئی۔ انہیں کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ گھر میں دینی کتابوں اور استعمال شدہ لحافوں کے سوا کچھ بھی بر آمد نہ ہوا۔

فوجی دستہ کے افسر نے نجف کے حاکم کو جاکر اطلاع دی کہ لوگوں نے آپ کو غلط کہا تھا۔ ہم نے شیخ انصاری کے گھر کی مکمل تلاشی لی وہاں سے کچھ بھی بر آمد نہ ہوا۔ ان کے گھر میں معمولی سازوسامان کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ تو درویش صفت انسان ہیں۔

"کانه سیدنا عمر بن الخطاب" وہ تو حضرت عمر بن خطابؓ کی طرح درویشانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جب فوجی افسر کے ان کلمات کی اطلاع شیخ انصاری کو ملی تو مسکرا کر کہا: "ہم تو زیادہ ترقی کر گئے اور حضرت عمرؓ کی شبیہ بن گئے۔"(۱)

۱۔ شخصیت شیخ مرتضٰی انصاری ص ۸۷، ۸۸۔

زہد کی بھی حدود ہیں

حضرت عثمان بن مظعون رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم المرتبت صحابہ میں سے تھے۔

جب انہوں نے دنیائے فانی کی فنا پذیری اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواعظ سنے تو وہ اتنا متاثر ہوئے کہ انہوں نے گھربار کو خیرباد کہا اور اون کا لباس پہن کر ایک پہاڑ کی طرف چلے گئے۔

ایک دن ان کی بیوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت الشرف میں آئی۔ جناب رسول خداؐ نے اس مخدرہ کو دیکھا تو پہچان لیا اور فرمایا:

"کیا یہ ہمارے بھائی عثمان کی زوجہ نہیں ہے؟"

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ نے عرض کی: "جی ہاں! یہ عثمان کی بیوی ہے لیکن اس کا شوہر اسے چھوڑ کر پہاڑوں میں چلا گیا ہے اور وہ وہیں اللہ کی عبادت کر رہا ہے۔ اسی وجہ سے اس نے کافی عرصے سے اچھا لباس نہیں پہنا اور عطر استعمال نہیں کیا۔"

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ماجرا سنا تو آپؐ سخت ناراض ہوئے اور گھر سے مسجد کی طرف اس حالت میں چلے کہ آپؐ کی ردا زمین پر گھسٹ رہی تھی۔ آپؐ منبر پر بیٹھے اور حکم صادر کیا کہ عثمان بن مظعون کو حاضر کیا جائے۔

حکم کے مطابق عثمان بن مظعون حاضر ہوئے تو آپؐ نے ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا پھر آپؐ نے فرمایا: "کیا تم میرے لائے ہوئے دین سے کوئی بہتر دین اور میری سنت سے بہتر کسی اور کی سنت کی ضرورت محسوس کرتے ہو؟

خدا کی قسم! اگر آج میرا بھائی موسیٰ بن عمرانؑ زندہ ہوتا تو وہ بھی میری پیروی کرتا۔

دیکھو اور غور کرو کہ میں کیا کرتا ہوں، میں کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور میری بیویاں بھی ہیں۔ میں کھانا کھاتا ہوں، پانی پیتا ہوں۔"

پھر آپؐ نے عثمان بن مظعون کی طرف رخ کر کے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے کھدر کے لباس سے بے نیاز ہے، اٹھو اور جاکر یہ لباس اتارو اور اپنے خاندان میں جاکر رہائش اختیار کرو اور ان کے ساتھ گھل مل جاؤ، ان کے لئے رزق تلاش کرو۔"

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ فوراً اٹھے اور آپؐ کے فرمان پر عمل کیا۔(۱)

لائقِ توجہ

اس مقام پر ہم اپنے محترم قارئین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا پسند کریں گے کہ آپ نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی داستان پڑھی اور یہ بھی ملاحظہ فرمایا کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترک دنیا کی اس روش کو پسند نہیں کیا۔

خود اسی طرح کا واقعہ حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام کی حیات طیبہ

ا۔ انوار نعمانیہ ص ۱۸۰۔ اسی کتاب کی تیسری جلد کے میانہ روی کے باب میں بھی ایسی روایت نقل کی جاچکی ہے۔

میں بھی پیش آیا۔

آپؑ علاء بن زیاد حارثی کی عیادت کے لئے گئے تو اس نے آپؑ سے اپنے بھائی کی شکایت کی کہ وہ ترک دنیا کر کے رہبانیت کی طرف مائل ہو چکا ہے تو آپؑ نے فرمایا: "اسے میرے سامنے حاضر کیا جائے۔"

جب وہ آیا تو اس نے اونٹ کے بالوں کی چادر اوڑھی ہوئی تھی۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: "**يا عدى نفسه لقد استهام بك الخبيث اما رحمت اهلك و ولدك اترى الله احل لك الطيبات وهو يكره ان تاخذها؟ انت اهون على الله من ذلك. قال يا اميرالمؤمنين هذا انت من خشونة ملبسك وحبثوبة ماكلك.**

قال ويحك انى لست كانت. ان الله فرض على ائمة العدل ان يقدروا انفسهم بضعفة الناس يستبيغ بالفقير فقره.

اے اپنی جان کے دشمن! تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکایا ہے، تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا اور کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے، اگر تم انہیں کھاؤ اور برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا؟ تم اللہ کی نظروں میں اس سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے۔

اس نے کہا: "یا امیر المؤمنینؑ! آپ کا پہناوا بھی تو موٹا جھوٹا اور کھانا روکھا سوکھا ہوتا ہے۔"

آپؑ نے فرمایا: "تم پر حیف ہے، میں تمہارے مانند نہیں ہوں۔ خدا نے ائمہ حق پر فرض کیا ہے کہ وہ خود کو مفلس و نادار لوگوں کی سطح پر رکھیں

تاکہ مفلوک الحال اپنے فقر کی وجہ سے پیچ و تاب نہ کھائے۔"(۱)

اضافۂ مترجم: اس خطبہ کی شرح میں علامہ مفتی جعفر حسین اعلی اللہ مقامہ نے تصوف اور متصوفہ پر گفتگو کی ہے جو کہ قارئین کی نذر کی جاتی ہے:

رہبانیت و تصوف

رہبانیت و ترکِ علائق کو قدیم زمانے سے طہارت نفس اور درستگی اعمال کا ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ جو لوگ زہد و استغراق میں زندگی بسر کرنا چاہتے تھے وہ شہروں اور بستیوں سے نکل کھڑے ہوتے اور جنگلوں اور پہاڑوں کی غاروں میں سکونت اختیار کر کے بزعم خویش اللہ سے لو لگائے پڑے رہتے۔ اگر کسی راہ گیر یا آس پاس کی بستی والے نے کچھ کھانے کو دے دیا تو کھا لیا ورنہ جنگلی درختوں کے پھلوں اور چشموں کے پانی پر قناعت کر لیتے اور اس طرح زندگی کے لمحات گزار دیتے۔

اس طریقہ عبادت کی ابتدا یوں ہوئی کہ کچھ لوگ حکمرانوں کے ظلم و تشدد سے تنگ آکر اپنے گھروں ے نکل کھڑے ہوئے اور ان کی گرفت سے بچنے کے لئے کسی سنسان جنگل یا کسی پہاڑ کی کھو میں جا چھپے اور وہاں اللہ کی عبادت و پرستش میں منہمک ہوگئے۔ بعد میں اس قہری زہد و انزوا نے اختیاری صورت اختیار کر لی اور لوگ باختیار خود کھوؤں اور غاروں میں گوشہ نشین ہونے لگے اور یہ طریقہ رائج ہوگیا کہ جو روحانی ترقی کا خواہش مند ہوتا وہ تمام دنیوی بندھنوں کو توڑ کر کسی گوشے میں معتکف ہو جاتا۔ چنانچہ صدیوں تک اس پر

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۷۔

عمل درآمد ہوتا رہا اور اب تک اس طریقے کے آثار بدھوں اور عیسائیوں میں پائے جاتے ہیں۔

اسلام کا اعتدال پسند مزاج اس خانقاہی زندگی سے سازگار نہیں ہے۔ وہ روحانی ترقی کے لئے دنیا کی نعمتوں اور سعادتوں سے ہاتھ اٹھا لینے کی تعلیم نہیں دیتا اور نہ اس چیز کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے کہ مسلمان گھر بار چھوڑ کر اور ابنائے جنس سے علیحدہ ہو کر کسی گوشے میں چھپ کر بیٹھ جائے اور صرف رسمی عبادت میں لگا رہے۔ اسلام میں عبادت کا مفہوم صرف چند مخصوص اعمال تک محدود نہیں ہے بلکہ جائز ذریعہ معاش سے روزی کی تلاش اور باہمی سلوک و ہمدردی اور تعاون و سازگاری کو بھی عبادت کا ایک اہم جزو قرار دیتا ہے۔ اگر انسان دنیوی حقوق و فرائض کو نظرانداز کر دے کہ نہ اہل و عیال کی ذمہ داریوں کو محسوس کرے، نہ کسب معاش کے لئے سعی و کوشش کو بر سر کار رکھے اور دوسروں پر سہارا کر کے ہر وقت مراقبہ میں پڑا رہے تو وہ اپنے مقصد حیات کو پورا کرنے کے بجائے اپنی زندگی کو تباہ کر رہا ہے۔ اگر اللہ کو یہ چیز مطلوب ہوتی تو پھر دنیا کو بسانے اور آباد کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جبکہ پہلے ہی سے ایک ایسی مخلوق موجود تھی جو ہمہ وقت اس کی عبادت میں مشغول رہتی تھی۔ انسان کو تو قدرت نے اس دوراہے پر کھڑا کیا ہے کہ جس میں حدِ وسط ہی ہدایت کا مرکز ہے اگر ذرا اس نقطہ اعتدال سے اِدھر اُدھر ہوا تو اس کے لئے گمراہی ہی گمراہی ہے اور حدِ وسط یہ ہے کہ انسان نہ دنیا کی طرف اتنا جھکے کہ آخرت کو نظرانداز کر کے صرف دنیا ہی کا ہو کر رہ جائے اور نہ دنیا سے اتنا کنارہ کش ہو جائے کہ کسی چیز سے کوئی لگاؤ نہ رکھے اور ہر چیز سے دست

بردار ہو کر کسی گوشہ میں معتکف ہو جائے۔ جب اللہ نے انسان کو دنیا میں پیدا
کیا ہے تو اسے اس دنیا میں رہتے ہوئے دستور حیات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور
حد اعتدال میں رہتے ہوئے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں اور آسائشوں سے بہرہ اندوز
ہونا چاہئے۔

ایسا نہیں کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو کھانا، برتنا خدا پرستی کے
خلاف ہو بلکہ قدرت نے ان نعمتوں کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان سے فائدہ
اٹھایا جائے۔

چنانچہ جو خاصان خدا تھے وہ دنیا میں گھل مل کر رہتے سہتے اور
دنیاداروں کی طرح کھاتے پیتے تھے، انہیں ویرانوں اور پہاڑوں کی غاروں کو اپنا
مسکن بنانے اور دنیا والوں سے منہ موڑ کر کسی دور دراز جگہ پر منزل کرنے کی
ضرورت نہ ہوتی تھی بلکہ دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھتے تھے اور
زندگی کی آسائشوں اور راحتوں کے باوجود موت کو نہ بھولتے تھے۔

رہبانیت کی زندگی عموماً ایسے مفاسد کا باعث ہوتی ہے جو دنیا کے
ساتھ عقبیٰ کو بھی تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور انسان صحیح معنوں میں خسر الدنیا
والآخرۃ کا مصداق ہو کر رہ جاتا ہے۔ چنانچہ جب فطری خواہشات کو حلال و
مشروع طریقے سے پورا نہیں کیا جاتا تو انسان کا ذہن خیالات فاسدہ کا مرکز بن
جاتا ہے اور اطمینان و یکسوئی سے عبادت کو سرانجام دینے سے قاصر رہتا ہے اور
کبھی ہوائے نفس اس طرح اس پر غلبہ پالیتی ہے کہ وہ تمام اخلاقی بندھنوں کو
توڑ کر نفسانی خواہشوں کے پورا کرنے کے درپے ہو جاتا ہے اور پھر ہلاکت کے
ایسے گڑھے میں جا پڑتا ہے کہ جس سے نکلنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسی لئے

شریعت نے متاہل (شادی شدہ) کی عبادت کو غیر متاہل کی عبادت پر فضیلت
دی ہے کیونکہ وہ عادات و اعمال میں ذہنی سکون و یکسوئی بہم پہنچا سکتا ہے۔

وہ افراد جو جامہ تصوف پہن کر زہد، دنیا سے بے تعلقی اور روحانی
عظمت کا ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں وہ اسلام کی عملی راہ سے الگ اور اس کی حکیمانہ
تعلیم سے ناآشنا ہیں اور صرف شیطان کے بہکانے سے خودساختہ سہاروں پر
بھروسہ کر کے ضلالت کے راستے پر گامزن ہیں، چنانچہ ان کی گمراہی اس حد
تک بڑھ جاتی ہے کہ وہ اپنے پیشواؤں کو اس سطح پر سمجھنے لگتے ہیں کہ گویا ان کی
آواز خدا کی آواز اور ان کا عمل خدا کا عمل ہے اور کبھی شرعی حدود و قیود سے
اپنے کو آزاد سمجھتے ہوئے ہر امر قبیح کو اپنے لئے جائز قرار دے لیتے ہیں۔ اس
الحاد و بے دینی کو تصوف کے نام سے پیش کیا جاتا ہے اور اس کے غیر شرعی
اصولوں کو طریقت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور یہ مسلک اختیار کرنے والے
صوفی کہلائے جاتے ہیں۔

سب سے پہلے ابوہاشم کوفی و شامی نے یہ لقب اختیار کیا جو اموی
النسب اور جبری العقیدہ تھا۔ اسے اس لقب سے پکارنے کی وجہ یہ تھی کہ اس
نے زہد و تقویٰ کی نمائش کے لئے صوف کا لباس پہن رکھا تھا بعد میں اس لقب
نے عمومیت اختیار کر لی اور اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف توجیہات گڑھ لی گئیں۔
چنانچہ ایک توجیہ یہ ہے کہ صوف کے تین حرف ہیں: ص۔ و۔ ف۔

صاد سے مراد صبر، صدق اور صفا ہے۔

واؤ سے مراد ود، ورد اور وفا ہے۔

فا سے مراد فقر اور فنا ہے۔

اور اس کے متعلق دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صُفّہ سے مشتق ہے اور صُفّہ مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترا تھا جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی ہوئی تھی جس میں رہنے والے اصحاب صفہ کہلاتے تھے اور غربت اور بے چارگی کی وجہ سے وہیں پڑے رہتے تھے۔ تیسرا قول یہ ہے کہ عرب کے ایک قبیلے کے جد اعلیٰ کا نام صوفہ تھا اور یہ قبیلہ خانہ کعبہ اور حجاج کی خدمت کے فرائض سرانجام دیتا تھا اور اسی قبیلے کی نسبت سے یہ لوگ صوفی کہلاتے ہیں۔

یہ گروہ متعدد فرقوں میں بٹا ہوا ہے لیکن بنیادی فرقے صرف سات ہیں:

۱۔ وحدتیہ:

یہ فرقہ وحدۃ الوجود کا قائل ہے۔ چنانچہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز خدا ہے۔ یہاں تک کہ ہر نجس و ناپاک چیز کو بھی یہ اسی منزل الوہیت پر ٹھہراتے ہیں اور اللہ کو دریا سے اور مخلوقات کو اس میں اٹھنے والی لہروں سے تشبیہ دیتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ دریا کی لہریں دریا کے علاوہ کوئی جداگانہ وجود نہیں رکھتیں بلکہ ان کا وجود بعینہ دریا کا وجود ہے جو کبھی ابھرتی ہیں اور کبھی دریا کے اندر سمٹ جاتی ہیں۔ لہذا کسی چیز کو اس کی ہستی سے الگ نہیں قرار دیا جاسکتا۔

۲۔ اتحادیہ:

اس فرقہ کا خیال یہ ہے کہ وہ اللہ سے اور اللہ اس سے متحد ہو چکا ہے۔ یہ اللہ کو آگ سے اور اپنے کو اس لوہے سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جو آگ میں پڑا رہنے کی وجہ سے اس کی صورت و خاصیت پیدا کر چکا ہو۔

۳۔ حلولیہ:

اس کا عقیدہ یہ ہے کہ خداوند عالم عارفوں اور کاملوں کے اندر حلول کر جاتا ہے اور ان کا جسم اس کی فرودگاہ ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بظاہر بشر اور بباطن خدا ہوتے ہیں۔

۴۔ واصلیہ:

یہ فرقہ اپنے کو واصل باللہ سمجھتا ہے اور اس کا نظریہ یہ ہے کہ احکام شرع، تکمیل نفس و تہذیب اخلاق کا ذریعہ ہیں اور جب نفس حق سے متصل ہو جاتا ہے تو پھر اسے تکمیل و تہذیب کی احتیاج نہیں رہتی۔ لہذا واصلین کے لئے عبادات و اعمال بیکار ہو جاتے ہیں کیونکہ "**اذا حصلت الحقیقة بطلت الشریعة**" جب حقیقت حاصل ہو جاتی ہے تو شریعت بے کار ہو جاتی ہے۔ لہذا وہ جو چاہیں کریں ان پر حرف گیری نہیں کی جاسکتی۔

۵۔ زراقیہ:

یہ فرقہ نغمہ و سرود کی دھنوں اور حال و قال کی سرمستیوں کو سرمایہ عبادت سمجھتا ہے اور درویشی و دریوزہ گری سے دنیا کماتا ہے اور اپنے پیشواؤں کی من گڑھت کرامتیں سنا کر عوام کو مرعوب کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے۔

۶۔ عشاقیہ:

اس فرقہ کا نظریہ یہ ہے کہ **المجازة قنطرة الحقیقة**. عشق مجازی، عشق حقیقی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ لہذا عشق الٰہی کی منزل تک پہنچنے کے لئے کسی مہوش سے عشق کیا جائے لیکن جس عشق کو یہ عشق الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں وہ صرف اختلال دماغی کا نتیجہ ہوتا ہے کہ جس کی وجہ سے عاشق قلب و روح کی

پوری توجہ کے ساتھ ایک فرد کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور اس تک رسائی ہی اس کی منزل آخر ہوتی ہے۔ یہ عشق فسق و فجور کی راہ پر تو لگا سکتا ہے مگر عشق حقیقی کی منزل سے اسے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔

عشق مجاز چون بہ حقیقت نظر کنی
دیو است و دیورانہ بود پائے رہبری

۷۔ تلقیہ :

اس فرقے کے نزدیک علوم دینیہ کا پڑھنا اور کتب علمیہ کا مطالعہ کرنا قطعاً حرام ہے بلکہ جو مرتبہ علمی، ستر (۷۰) برس تک پڑھنے سے حاصل نہیں ہوتا وہ ایک ساعت میں مرشد کے تصرف روحانی سے حاصل ہو جاتا ہے۔

علمائے شیعہ کے نزدیک یہ تمام فرقے گمراہ اور اسلام سے خارج ہیں چنانچہ اس سلسلے میں ائمہ اطہار کے بکثرت ارشادات موجود ہیں اور اس خطبہ میں بھی امیرالمؤمنین علیہ السلام نے عاصم ابن زیاد کے قطع علائق دنیا کو شیطانی وسوسہ کا نتیجہ قرار دیا ہے اور اسے اس راہ پر چلنے سے بشدت منع کیا ہے۔(۱)

خرافاتِ صوفیہ

اس باب کا اختتام ہم خرافات صوفیہ سے کرنا چاہتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو کچھ تفریح طبع حاصل ہو اور اس کے ساتھ سامان عبرت بھی میسر آئے اور انہیں بخوبی معلوم ہو سکے کہ زہد و پارسائی کے یہ دعویدار کتنے بڑے مکار اور فریبی ہیں اور انہوں نے اپنی کرامات کے لئے کیا کیا جھوٹ تراشے ہیں۔

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۰۷۔

رابعہ بصری کی کرامت

رابعہ بصری کے متعلق شیخ عطار تذکرۃ الاولیاء صفحہ ۵۵ پر رقم طراز ہیں :

ایک گروہ کا بیان ہے کہ جب رابعہ کے ماں باپ جہان فانی سے رخصت ہوئے تو رابعہ نے ایک مغنّی کے ہاں پرورش پائی۔ آخر میں حسن بصری کے ہاتھ پر بیعت کی۔(۱) اور ایک ویرانے میں طویل عرصے تک بیٹھ کر ذکر حق کرتی رہیں۔

پھر ویرانے سے ایک گرجا میں منتقل ہو گئیں اور اس گرجا میں رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف رہیں۔

پھر انہوں نے حج کا ارادہ کیا۔ حج کے لئے پہلے پہل وہ ایک آبادی میں آئیں، یہاں سے انہوں نے ایک گدھا خریدا اور قافلے کے ساتھ چل پڑیں۔ راستے میں ان کا گدھا مر گیا۔ اہل قافلہ نے انہیں پیشکش کی کہ ہم آپ کا سامان اٹھالیں گے لیکن انہوں نے ان کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور کہا: "میں نے تمہارے بھروسے پر سفر نہیں کیا تھا۔"

قافلہ انہیں تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ انہوں نے بارگاہ احدیت میں عرض کی: "خدایا! بادشاہ ایک مسافر عورت کے ساتھ یہی سلوک روا رکھتے ہیں؟ تو نے مجھے اپنے گھر آنے کی دعوت دی اور راستے میں میرے گدھے کو مار دیا اور مجھے بیابان میں تن تنہا کھڑا کر دیا۔"

۱۔ حسن بصری وہی شخص ہیں جن کے متعلق مولائے کائنات حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا تھا: "ہر امت میں ایک نہ ایک سامری ہوتا ہے اور حسن بصری اس امت کا سامری ہے۔" احتجاج طبرسی۔

بس یہ کہنے کی دیر تھی کہ گدھے کے مردہ جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور وہ زندہ ہوگیا۔ رابعہ بصری نے اس پر اپنا سامان لادا اور چل پڑیں۔

راوی کہتا ہے کہ میں اسی گدھے کو ایک سال بعد منڈی میں فروخت ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

جب رابعہ مکہ کے قریب پہنچیں تو انہوں نے دیکھا کہ کعبہ ان کے استقبال کے لئے خود چلا آتا ہے۔(نعوذ باللہ)

بی بی رابعہ نے کعبہ کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو کہا: "مجھے صاحب خانہ (خدا) کی ضرورت ہے میں اس کے گھر کو لے کر بھلا کیا کروں گی۔"

(تعجب ہے کہ آج تک کسی صوفی نے یہ نہیں کہا کہ کعبہ خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے آیا ہو، مگر جو کعبہ آج تک کسی نبی و امام کے استقبال کے لئے نہیں آیا تھا وہ رابعہ بصری کے استقبال کے لئے چل پڑا)۔

اسی سال ابراہیم ادہم بھی ایک عجیب رنگ سے حج کرنے گئے ہوئے تھے، ابراہیم ادہم نے مکہ* کا سفر چودہ برس میں طے کیا تھا، وہ قدم قدم پر سجدہ کرتے ہوئے آئے تھے اور یوں چودہ برس کے طویل سفر کے بعد وہ مکہ میں پہنچے تو دیکھا کہ کعبہ اپنے مقام پر موجود نہ تھا۔

ابراہیم نے چیخ کر کہا: "یہ کیا حادثہ ہوگیا ہے یا میری بینائی میں کچھ خلل آگیا ہے؟ آج مجھے کعبہ اپنے مقام پر نظر نہیں آتا۔"

ہاتف غیبی کی آواز آئی: "تیری آنکھوں میں کوئی خلل نہیں ہے، کعبہ

ایک عورت کے استقبال کے لئے گیا ہے۔"

یہ سن کر ابراہیم کو غصہ آیا اور کہا: "یہ عورت کون ہے؟"

ابراہیم ادہم دوڑتا ہوا آیا تو دیکھا کہ کعبہ رابعہ کا طواف کررہا تھا۔ کچھ دیر بعد کعبہ اپنے اصلی مقام پر آگیا۔

ابراہیم ادہم نے رابعہ سے کہا: "تم نے یہ کیسا شور برپا کیا ہوا ہے؟"

رابعہ نے جواب دیا: "میں نے جہان میں کوئی شور برپا نہیں کیا، شور تو نے برپا کیا ہوا ہے کہ چودہ سال سفر کرکے کعبہ آیا ہے۔"

ابراہیم ادہم نے کہا: "جی ہاں مجھے چودہ سال اس لئے لگے کہ میں قدم قدم پر سجدہ کرتا ہوا آیا ہوں۔"

رابعہ نے کہا: "ابراہیم! میرے اور تیرے درمیان بس یہی فرق ہے تو نے یہ راستہ نماز میں طے کیا اور میں نے یہ راستہ نیاز میں طے کیا۔"

پھر رابعہ بیت اللہ کی طرف آئیں اور مناسک حج ادا کئے اور مقام عرفات میں زارو زار گریہ کرکے کہا: "خدایا! تو نے حج کے لئے عظیم ثواب مقرر کیا ہے اور مصیبت پر بھی تو نے بہت سے اجر کا وعدہ کیا ہے، اگر تو نے میرا حج قبول کرلیا ہے تو مجھے اس کا اجر بتا، اگر میرا حج قبول نہیں کیا ہے تو یہ میرے لئے مصیبت ہے اور تو نے مصیبت پر اجر دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اس صورت میں مجھے میری مصیبت کا اجر بتا۔"

پھر بی بی بصرہ چلی گئیں اور وہاں پورا سال مصروف عبادت رہیں۔

ایک سال بعد انہوں نے کہا کہ پچھلے سال کعبہ میرے استقبال کو آیا تھا اس سال میں اس کے استقبال کے لئے جاؤں گی۔

شیخ ابو علیٰ فارمدی کہتے ہیں کہ بی بی رابعہ نے حج کے لئے پہلو کے بل لیٹ کر سفر کرنا شروع کیا۔ سات سال سفر میں طے ہوئے، آخر کار عرفات میں پہنچ گئیں۔

اس وقت انہیں یہ ندا سنائی دی: "رابعہ کیا چاہتی ہو؟ اگر تمہیں ہم سے محبت ہے تو ہم تجلی کئے دیتے ہیں۔"

رابعہ نے کہا: "نہیں خدایا! میرے پاس اتنا حوصلہ و سکت ہی نہیں ہے کہ میں تیری تجلی کی تاب لاسکوں، مجھے تیری تجلی کی نہیں، مجھے تو فقر کے ایک نقطہ کی ضرورت ہے۔"

ندا آئی: "رابعہ! فقر تو ہمارا ایک قہر ہے اور فقر ایک مسلسل خشک سالی ہے جہاں سے ہمارے عشاق کا گزر ہوتا ہے اور جب وہ ہم سے صرف ایک بال برابر فاصلے پر آجاتے ہیں تو یکایک ان کا وصل فراق میں بدل جاتا ہے، ابھی تیرے سامنے ستر حجاب ہیں اور جب تک تو ان ستر حجابوں کو طے نہ کرے اور ہماری راہ میں قدم نہ رکھے اس وقت تک تجھ سے فقر کی گفتگو نہیں کی جاسکتی لیکن ذرا اوپر نگاہ کرو۔"

جیسے ہی رابعہ نے اوپر نظر کی تو اسے ہوا میں خون کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا دریا نظر آیا اور ندا آئی: "رابعہ! یہ خون ہمارے عشاق کی آنکھوں سے ٹپکا ہوا ہے یہ سب ہمارے طالب وصال تھے اور جب یہ پہلی منزل پر پہنچے تو اسی دریائے خون میں غرق ہوگئے اور ان کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔"

رابعہ نے کہا: "خدایا! مجھے بھی ان جیسی کوئی علامت درکار ہے۔"

یہ کہنے کی دیر تھی کہ فوراً انہیں خون حیض آنا شروع ہوگیا۔

اس وقت ہاتف نے ندا دی: "ان کا پہلا مقام تو یہ ہے۔ تو نے سات سال تک پہلو کے بل لیٹ کر سفر کیا تاکہ ہمارے راہ کے ایک پتھر کی زیارت کرسکے لیکن جب تو اس سنگ راہ کے قریب آئی تو تجھے اس ناپاکی کی وجہ سے دور کردیا گیا۔"

دو صوفیوں کا مقابلہ

ایک دن رابعہ کا گزر حسن بصری کے مکان کے قریب سے ہوا۔ حسن بصری نے دریچہ سے سر نکالا ہوا تھا اور رو رہے تھے۔ اس میں سے چند آنسو رابعہ کے کپڑوں پر پڑے۔ پہلے تو رابعہ سمجھیں کہ بارش کے قطرے ہیں لیکن انہیں جلد ہی معلوم ہوگیا کہ یہ قطرے حسن بصری کے قطراتِ اشک میں سے ہیں۔ پھر انہوں نے حسن بصری کی طرف منہ کر کے کہا: "محترم استاد! یہ آنسو رعونتِ نفس کا ذریعہ ہیں۔ ان آنسوؤں کو اپنے دماغ کے نہاں خانے میں محفوظ رکھو اور اس سے ایک دریا بناؤ اور اس دریا میں تیر کر اپنے خدا کو تلاش کرو۔"

حسن بصری کو رابعہ کے یہ جملے گراں گزرے۔

ایک دن حسن بصری دریا کے قرب سیر کر رہے تھے۔ وہاں سے رابعہ کا گزر ہوا تو حسن بصری نے دریا پر مصلیٰ بچھایا اور رابعہ سے کہا: "آؤ اس مصلیٰ پر نماز پڑھیں۔"

رابعہ نے کہا: "استاد محترم! دین کے بازار میں مردانِ آخرت کو ایسی چیز کا مظاہرہ کرنا چاہئے جس کا اظہار دوسروں سے مشکل ہو۔"

پھر رابعہ نے اپنا مصلیٰ ہوا میں پھینکا، قدرت خدا سے وہ مصلیٰ ہوا میں بچھ گیا، رابعہ پرواز کر کے مصلیٰ پر جا کھڑی ہوئیں اور حسن بصری سے کہا: "آؤ یہاں نماز پڑھیں۔"

حسن بصری کو یہ مقام حاصل نہ تھا، لہذا حسن بصری نے خاموشی میں ہی عافیت محسوس کی۔

پھر رابعہ نے حسن بصری کی تالیف قلب کے لئے کہا: "استاد محترم! جو کچھ آپ نے کیا ہے وہ چنداں لائق تعجب نہیں ہے، یہ کام تو دریا کی مچھلیاں بھی کرتی ہیں اور جو کچھ میں نے کیا ہے یہ بھی کوئی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ یہ کام تو مکھی بھی کرتی ہے۔ اس سے زیادہ لائق توجہ امر یہ ہے کہ کارِ حق میں مصروف رہو۔"(۱)

قارئین کرام!

خدارا انصاف کریں، کیا اس طرح کی وضعی و من گھڑت روایات سے کسی مذہب کی تائید ممکن ہے، آج جب کہ تعلیم کا دور دورہ ہے اور انسان آسمانوں کرات پر کمند ڈال چکا ہے تو کیا آج کا روشن خیال جوان اس طرح کی خرافات پر یقین کر سکتا ہے؟

دعا ہے کہ خداوند عالم مسلمانوں کو ان خرافات سے محفوظ رکھے۔ آمین ثم آمین۔

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۵۷۔

سفید جھوٹ

ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے جا رہا تھا۔ جب میں ذات العرق پہنچا تو میں نے ستر احرام پوش دیکھے جو کہ مر چکے تھے اور ان کے ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا، ان میں سے ایک میں رمق جان باقی تھی، میں اس کے قریب گیا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

اس نے کہا: "ادہم کے بیٹے! **علیك بالماء والمحراب.** تو وضو کر اور نمازیں پڑھ۔ حضرت حق سے دور نہ ہونا، مجبور قرار پاؤ گے اور نزدیک ہونے کی کوشش نہ کرنا، تکلیف میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بساطِ سلاطین پر گستاخی کر بیٹھو اور ان سے دوستی نہ کرنا جو حاجیوں سے وہی سلوک کرتے ہیں جو مسلمان کافران روم کے ساتھ کرتے ہیں اور ان سے جنگ کرتے ہیں۔

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم لوگ صوفی ہیں اور ہم نے اس بیابان میں قدم توکل رکھا اور یہ فیصلہ کر کے روانہ ہوئے تھے کہ اس پورے سفر میں کسی سے گفتگو نہیں کریں گے اور خدا کے بغیر کسی سے نہیں ڈریں گے اور ہماری تمام حرکت و سکون رضائے الٰہی کے لئے ہوگی اور کسی طرف التفات نہیں کریں گے۔

جب ہم نے بیابان کا کچھ حصہ طے کیا اور میقات پر پہنچے تو حضرت خضرؑ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے ہمیں سلام کیا، ہم نے خوش ہو کر انہیں سلام کا جواب دیا اور ایک دوسرے سے کہا کہ الحمد للہ ہمارے سفر کا آغاز بہتر ہو گیا، خضرؑ ہمارے استقبال کے لئے آئے۔

اسی وقت ندا بلند ہوئی کہ اے جھوٹے لوگو! تم نے اپنے قول پر عمل نہیں کیا، اب تم نے میرے ایک بندے کو دیکھا تو تم نے مجھے بھلا دیا اور غیر اللہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور جب تک میں تمہیں غارت نہ کروں اور غیرت کی تیغ سے تمہارا خون نہ بہاؤں اس وقت تک تم سے صلح نہیں کروں گا۔

تمہیں یہ جو افراد مرے ہوئے نظر آتے ہیں یہ سب کے سب کشتگان ناز ہیں۔

اے ابراہیم! اگر تمہیں جرأت ہے تو اس وادی میں قدم رکھو ورنہ دور ہو جاؤ۔"

ابراہیم نے کہا: "اس کی کیا وجہ ہے کہ باقی افراد تو تیغ ناز سے قتل ہو گئے لیکن تم ابھی تک زندہ ہو؟"

اس نے جواب دیا: "مجھے یہ کہا گیا تھا کہ یہ پختہ ہیں اور تو ابھی تک خام ہے، تو ابھی کچھ دیر صبر کر یہاں تک کہ تو پختہ ہو جائے اور جب تو پختہ ہو جائے گا تو تو بھی ان کے پیچھے روانہ ہو جائے گا۔"

اس نے یہ الفاظ کہے اور جان دے دی۔(۱)

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ابراہیم کا زاد راہ ختم ہو گیا اور وہ مسلسل چالیس دن تک ریت کھا کر گزارہ کرتے رہے لیکن کسی کو اپنی پریشانی سے آگاہ نہ کیا۔

سہل بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں ابراہیم بن ادہم کا ہمسفر تھا۔ دوران سفر میں بیمار ہو گیا۔ ابراہیم کے پاس جو بھی اثاثہ تھا اس نے

ا۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۷۶۔

فروخت کر کے میرا علاج کرایا۔ میں پھر بھی صحتیاب نہ ہو سکا تو انہوں نے اپنا گدھا بھی فروخت کر کے میرا علاج معالجہ کرایا۔ جب میں صحتیاب ہوا تو میں نے پوچھا: "گدھا کہاں ہے؟"

انہوں نے کہا: "میں نے بیچ ڈالا ہے۔"

میں نے کہا: "اب ہم کس چیز پر سوار ہوں گے؟"

ابراہیم نے کہا: "تم مجھ پر سواری کرنا۔"

الغرض تین منزلوں تک وہ مجھے اپنی گردن پر اٹھا کر سفر کرتے رہے۔

عطا سلمی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابراہیم کے پاس سفر خرچ ختم ہو گیا۔ انہوں نے کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا اور مسلسل پندرہ دن تک ریت کھاتے رہے۔

سفیان ثوری کے اساتذہ کا انجام

سفیان ثوری جوانی میں ہی کبڑا ہو گیا تھا۔ کسی نے اس سے کہا: "تو مسلمانوں کا رہنما ہے اور ایک مسلم رہنما کی کمر یوں خمیدہ نہیں ہونی چاہئے۔"

سفیان نے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا، جب سوال کرنے والے کا اصرار بڑھا تو سفیان نے کہا: "بات یہ ہے کہ میرا ایک استاد تھا جس سے میں تعلیم حاصل کیا کرتا تھا۔ جب اس کی موت کا وقت آیا تو میں اس وقت اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت اس نے آنکھ کھول کر مجھے دیکھا اور کہا کہ دیکھ رہے ہو میرے ساتھ اس وقت کیا سلوک ہو رہا ہے؟ میں پچاس برس سے

لوگوں کی رہنمائی کر رہا ہوں اور اس وقت مجھے راندۂ درگاہ بنایا جا رہا ہے اور مجھ سے کہا جا رہا ہے کہ تو ہمارے لائق نہیں ہے۔"

سفیان نے کہا: "میں نے تین استادوں کی خدمت کی اور ان سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے ایک مرنے کے وقت یہودی ہو گیا تھا اور اس کی موت مذہب یہود پر واقع ہوئی تھی۔ میرا دوسرا استاد مجوسی ہو گیا تھا اور تیسرا استاد نصرانی ہو کر مرا۔ اسی خوف کی وجہ سے جوانی میں ہی میری کمر خم ہو گئی۔"

وان دگریك کرده صوفی نام خود
کفر ها بنهاده اندر دام خود
هیچ دانی چیست صوفی مشربی
ملحدی ، بنگی ، مباحی ، مذهبی

علامہ نراقیؒ مرحوم

جن لوگوں نے اپنا نام صوفی رکھا ہوا ہے، انہوں نے اپنے دام میں کئی کفر چھپائے ہوئے ہیں۔

صوفی مشرب کو جانتے ہو کہ کیا ہے، صوفیت نرا الحاد، نشہ بازی اور لاحینت پسندی سے عبارت ہے۔

جھوٹ میں ہڈی ہوتی تو گلے میں ضرور اٹکتی

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عباسی خلیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے قریب ہی سفیان ثوری تعقیبات میں مصروف تھا۔

نماز کے دوران خلیفہ اپنی داڑھی سے کھیلتا رہا۔ جب اس نے نماز ختم

کی تو سفیان ثوری نے کہا: "قیامت کے دن تیری یہ نماز ایک نجس گیند کی طرح تیرے منہ پر ماری جائے گی۔"

خلیفہ نے کہا: "آہستہ سے بات کرو۔"

سفیان نے کہا: "اگر میں حق بات پر پردہ ڈالوں تو خدا کرے کہ میرا پیشاب خون بن جائے۔"

خلیفہ کو دل ہی دل میں سفیان پر سخت غصہ آیا اور وہ مسجد سے اٹھ کر گھر چلا گیا اور اس نے اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ سولی تیار کی جائے۔ جب سولی تیار ہو گئی تو اس نے کہا: "سفیان کو اس سولی پر لٹکایا جائے تاکہ آئندہ کسی کو خلیفہ پر جسارت کرنے کی ہمت نہ ہو سکے۔

اس وقت سفیان دو بزرگ صوفیوں کے قریب لیٹے ہوئے تھے، ان دو میں سے ایک سفیان بن عیینہ تھے، سفیان کے دوستوں کو خلیفہ کے حکم کا پتا چل چکا تھا، وہ سفیان ثوری کے لئے بڑے پریشان تھے، دونوں بزرگوں نے سفیان کو سویا ہوا سمجھ کر آپس میں بات کی کہ ہمیں سفیان کو عتاب شاہی کے متعلق کچھ نہیں بتانا چاہئے۔

سفیان جو کہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھے در حقیقت بیدار تھے۔ فوراً اٹھ بیٹھے اور کہا: "کیا معاملہ ہے؟"

بزرگوں نے بتایا کہ تمہارے لئے دار تیار ہو چکی ہے اور خلیفہ تمہیں اس پر لٹکانا چاہتا ہے۔

جیسے ہی سفیان نے یہ سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور بارگاہ

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۸۔

احدیت میں عرض کی: "خدایا! اس ظالم کو ساتھیوں سمیت ابھی ابھی پکڑ اور انہیں مہلت نہ دے۔"

بس چند لمحات گزرے کہ خلیفہ کے محل سے گریہ و فریاد کی صدائیں بلند ہوئیں، معلوم کرنے پر پتا چلا کہ زمین پھٹ گئی اور خلیفہ اپنے ساتھیوں سمیت قارون کی طرح زمین میں دھنس گیا۔

یہ منظر دیکھ کر بزرگوں نے کہا کہ خدا نے بہت جلد سفیان ثوری کی دعا کو قبول کرلیا۔(۱)

سفیان ثوری کی شخصیت

واضح رہے کہ یہ سفیان ثوری وہی ہیں جنہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اچھا لباس پہنے ہوئے دیکھا تو ان پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ آپؑ کا تعلق خاندان رسالت سے ہے آپؑ کو یہ لباس زیب نہیں دیتا۔

امام علیہ السلام نے وہ جبہ ہٹا کر اندرونی جبہ دکھایا جو کہ انتہائی موٹا جھوٹا تھا۔ پھر آپ نے فرمایا: "میں نے لوگوں کو دکھانے کے لئے یہ اوپر والا لباس پہنا ہے اور اپنے نفس کے لئے اندر میں نے موٹا جھوٹا لباس پہنا ہوا ہے۔"

پھر آپؑ نے سفیان ثوری کے اوپر والا جبہ ہٹایا تو اس نے اندر سے ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: "تم نے لوگوں کو دکھانے کے لئے درویشانہ لباس پہن رکھا ہے جبکہ اپنے نفس کو راضی رکھنے کے لئے تم نے ریشم کا لباس پہنا

ہوا ہے۔"

قارئین کرام! خدا لگتی کہئے اگر کوئی بھی عباسی خلیفہ زمین میں دھنسا ہوتا تو یہ تاریخ کا مشہور ترین واقعہ ہوتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ واقعہ شیخ عطار کے علاوہ کسی نے آج تک بیان نہیں کیا۔ اسی لئے ہم نے اس داستان کے آغاز میں لکھا ہے:

"اگر جھوٹ میں ہڈی ہوتی تو گلے میں ضرور اٹکتی"

بارک اللہ، ایسی کھانسی؟

شیخ عطار اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء کے حصہ اول صفحہ ۲۰۰ پر لکھتے ہیں:

اکابر صوفیہ میں سے ایک بزرگ بیان کرتے ہیں کہ میں روم میں اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ شیطان یک لخت زمین پر گرا۔

میں نے اس سے کہا: "لعین! تجھے کیا ہوا؟"

شیطان نے کہا: "شیخ محمد اسلم طوسی اپنے گھر میں بیٹھے وضو کر رہے تھے کہ دوران وضو وہ کھانسے، ان کی کھانسی کی آواز سن کر میں نیچے آکر گرا۔ شکر ہے کہ میں مرنے سے بچ گیا۔"

علاوہ ازیں اسی کتاب کے ص ۲۵۹ پر شیخ عطار لکھتے ہیں: شاہ شجاع کرمانی مسلسل چالیس برس تک جاگتے رہے اور اس تمام عرصے میں وہ ایک لمحہ کے لئے نہ سوئے اور اپنی آنکھوں میں نمک ڈالتے تھے اور ان کی آنکھیں خون کے پیالے کی مانند سرخ ہوگئی تھیں۔

چالیس سال بعد ان کی آنکھ لگ گئی۔ جیسے ہی سوئے انہیں خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔

انہوں نے کہا: "خدایا! میں تو عالم بیداری میں تجھے تلاش کرتا رہا اور تو مجھے خواب میں ملا۔"

خداوند عالم نے فرمایا: "اگر تمہاری وہ بیداری نہ ہوتی تو آج خواب میں میرا دیدار نہ کرسکتے تھے۔"

اس کے بعد شاہ شجاع کرمانی کی یہ عادت بن گئی تھی کہ وہ جہاں بھی جاتے فوراً سرہانہ رکھ کر سو جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس نیند پر کائنات کی بیداری قربان کرسکتا ہوں۔

قارئین کرام! آپ نے دونوں داستانیں پڑھیں، ہم پورے یقین سے یہ کہتے ہیں کہ دونوں داستانیں جھوٹی ہیں اور فارسی کی یہ ضرب المثل ان داستانوں پر صادق آتی ہے: "پیران خود نہ پرند، مریدان می پرانند۔ (پیر خود نہیں اڑتے، مرید اڑایا کرتے ہیں۔)"

کیا خداوند عالم قابل دید ہے؟ ہرگز نہیں۔ جس کا دیدار موسیٰ علیہ السلام کرنے گئے تو دیدار نصیب نہ ہوا۔ جس کے ایک جلوے کی تاب موسیٰ علیہ السلام نہ لاسکے، طور سینا جس کی تجلی برداشت نہ کرسکا، مگر شاہ شجاع نے اسے دیکھ لیا۔

ذعلب یمانی نے حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام سے سوال کیا: "آپؑ نے خدا کو دیکھا ہے؟"

تو آپؑ نے اس کے جواب میں فرمایا: "کیا میں اس اللہ کی عبادت کرتا

ہوں جسے میں نے دیکھا تک نہیں؟"

اس نے کہا: "آپؑ کیوں کر دیکھتے ہیں؟"

آپؑ نے فرمایا: "**لا تراه العیون بمشاهدة العیان ولکن تدرکه القلوب بحقائق الایمان ، قریب من الاشیاء غیر ملامس بعید منها غیر مباین متکلم لا برویة ، مرید لا بهمة ، صانع لا بجارحة ، لطیف لا یوصف بالخفاء ، کبیر لا یوصف بالجفاء ، بصیر لا یوصف بالحاسة ، رحیم لا یوصف بالرقة ، تعنو الوجوه لعظمته وتجب القلوب من مخافة.**

آنکھیں اسے کھلم کھلا نہیں دیکھتیں بلکہ دل ایمانی حقیقتوں سے اسے پہچانتے ہیں، وہ ہر چیز سے قریب ہے لیکن جسمانی اتصال کے طور پر نہیں، وہ ہر شے سے دور ہے مگر الگ نہیں، وہ غور و فکر کئے بغیر کلام کرنے والا اور بغیر آمادگی کے قصد و ارادہ کرنے والا اور بغیر اعضاء کی مدد کے بنانے والا ہے، وہ لطیف ہے، لیکن پوشیدگی سے اسے متصف نہیں کیا جاسکتا۔ وہ بزرگ و برتر ہے مگر تندخوئی اور بدخلقی کی صفت اس میں نہیں، وہ دیکھنے والا ہے مگر حواس سے اسے موصوف نہیں کیا جاسکتا، وہ رحم کرنے والا ہے مگر اس صفت کو نرم دلی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، چہرے اس کی عظمت کے آگے ذلیل و خوار اور دل اس کے خوف سے لرزاں و ہراساں ہیں۔"(۱)

ائمہ اطہار کے دوستوں کو نعمت ولایت کی قدر کرنی چاہئے اور آل محمدؑ کا احسان سمجھنا چاہئے جنہوں نے ہمیں توحید کے حقائق سے آگاہ کیا ورنہ ہم بھی صوفیہ کی طرح سے رؤیت خداوندی کے قائل ہوتے اور ہم دل پر جبر کر کے

۱۔ نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۷۷۔ ترجمہ علامہ مفتی جعفر حسین مرحوم۔

چند مزید صوفیوں کی خرافات نقل کرتے ہیں تاکہ دوستان آل محمدؐ کو اندازہ ہو سکے کہ اہلبیت طاہرینؑ نے انہیں کتنا صاف و شفاف دین عطا کیا ہے۔

بچہ صوفی کی دعا کے انتظار میں رحم مادر میں ٹکا رہا

ایک دن مالک بن دینار بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہا: "حضرت! آپ دعا کریں میری بیوی چار سال سے حاملہ ہے مگر ابھی تک بچہ پیدا نہیں ہوا۔ آج میری بیوی بہت ہی بے تاب ہے، آپ دعا کریں کہ خیریت سے زچگی کا مرحلہ طے ہو جائے۔"

مالک جو کہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے انہوں نے قرآن بند کیا اور ناراض ہو کر کہا: "ان لوگوں نے کیا ہمیں نبی سمجھ رکھا ہے؟"

پھر انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے اور کہا: "بار الہٰی! تو بہتر جانتا ہے کہ اس عورت کے شکم میں کیا ہے؟ ہم درخواست کرتے ہیں کہ اسے بیٹا ہونا چاہئے۔"

حاضرین نے بھی ہاتھ اٹھا کر آمین کہی۔ اسی اثناء میں ایک بچہ دوڑتا ہوا آیا اور اس شخص سے کہا کہ آپ فوراً گھر آئیں۔

وہ شخص گھر گیا اور تھوڑی دیر بعد اپنے کندھے پر ایک لڑکے کو اٹھائے ہوئے آیا جس کے دانت پورے نکلے ہوئے تھے مگر اس کی ناف ابھی تک نہیں کاٹی گئی تھی۔(۱)

۱۔ المستغیثین باللہ۔ ابن بشکوال۔

ایک سے بڑھ کر ایک

ڈاکٹر قاسم غنی تاریخ تصوف کے صفحہ ۳۰۳ پر شیخ عبداللہ تروغیذی کے حالات کے تحت لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ شیخ عبداللہ تروغیذی اپنے دوستوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ منصور حلاج کشمیر سے آرہا تھا، اس نے سیاہ قبا پہنی ہوئی تھی اور اس کے ہاتھ میں دو سیاہ کتے تھے۔

شیخ عبداللہ نے کشف کے ذریعے سے منصور کی آمد کو معلوم کر لیا اور مریدوں سے کہا: "ابھی ہمارا ایک معزز مہمان آرہا ہے جس نے سیاہ قبا پہنی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھ میں کتے ہیں، آنے والا عظیم شخصیت کا مالک ہے، تم جا کر اس کا استقبال کرو اور ادب سے انہیں یہاں لے آؤ۔"

مرید باہر نکلے تو واقعی منصور آرہے تھے۔ چنانچہ م انہیں ادب و احترام سے اپنے شیخ کے پاس لے آئے۔ شیخ نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا اور ان کے لئے اپنی مسند خالی کر دی۔ چنانچہ منصور کتوں کو ساتھ لے کر شیخ کی مسند پر بیٹھ گئے اور کھانا کھانے لگے اور انہوں نے کتوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھایا اور انہیں بھی کھانا کھلایا۔

مرید خاموش ہو کر سارا منظر دیکھتے رہے اور دل میں پیچ و تاب کھاتے رہے، مگر مہمان کے سامنے خاموش رہے۔

کچھ دیر بعد منصور چلے گئے تو مریدوں نے شیخ سے شکوہ کیا کہ یہ کیسا مہمان تھا جو کتوں کو بھی ہمارے دسترخوان پر لے آیا اور ہمارے دسترخوان کو نجس کیا۔

شیخ عبداللہ نے کہا: "نادانو! تم حقیقت سے بے خبر ہو۔ تم نے جو سیاہ رنگ کے کتے دیکھے یہ حقیقی کتے نہیں تھے۔ یہ دراصل منصور کا نفس تھا جو اس کے اندر سے نکل گیا اور اب اس کی باگ ڈور خود شیخ کے اپنے ہاتھ میں ہے اور ہماری حالت یہ ہے کہ ہم پر ہمارا نفس حکومت کرتا ہے اور شیخ نفس کے شکنجے سے نجات حاصل کر چکے ہیں۔"

اسی کتاب کے صفحہ ۳۰۲ پر محمد بن علیان نسوی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ جنید بغدادی کے اصحاب میں سے تھے۔

وہ بیان کرتے ہیں کہ ابتدائے حال میں مَیں نفس کی چیرہ دستیوں سے واقف ہو گیا تھا اور نفس کے حملے کے مقامات سے بھی میں نے واقفیت حاصل کرلی تھی۔ میرا دل نفس سے سخت کراہت کرتا تھا۔

ایک دن مجھے قے سی آئی اور لومڑی کے چھوٹے بچے کی طرح کی ایک چیز میرے منہ سے خارج ہوئی۔

اللہ نے مجھے اس کے متعلق فہم عطا کی اور میں سمجھ گیا کہ یہ میرا نفس ہے، میں نے اسے لاتیں مارنا شروع کیں، عجیب بات یہ تھی کہ میں اسے جتنا لاتیں مارتا تھا وہ اتنا ہی بڑا اور طاقتور ہوتا جاتا تھا، میں نے اس سے کہا: "بدنصیب! ہر چیز زخم کی وجہ سے کمزور ہوتی ہے لیکن تو الٹا طاقتور ہوتا جاتا ہے۔"

نفس نے جواب دیا: "جب تک توفیق ایزدی کسی کے شامل حال نہ ہو اس وقت تک میں کسی کے مارنے سے مر نہیں سکتا۔"

نمازِ متصوفہ

قرآن مجید میں مشرکین کی نماز کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "ماکان صلاتھم عندالبیت الا مکاء و تصدیة. (بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیوں اور تالیوں ہی کی شکل میں ہوتی ہے۔)"

اب نماز متصوفہ کا کچھ حال بھی پڑھ لیں۔

ڈاکٹر قاسم غنی افکار و احوال حافظ کی بحث میں تحریر کرتے ہیں کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر محفل سماع میں شریک تھے۔ ان پر وجد و حال کی کیفیت طاری تھی۔ شیخ اور ان کے مرید اچھل اچھل کر تالیاں بجا رہے تھے کہ مؤذن نے اذان دی اور مسجد کے امام نے آکر کہا: "شیخ! اذان ہو چکی ہے اب آپ آکر نماز پڑھیں۔"

شیخ نے کہا: "تم جاؤ، ہم تو پہلے سے ہی نماز میں مصروف ہیں اور شیخ بدستور وجد و سرور میں مصروف رہے۔"

حقیقت تصوف

ڈاکٹر قاسم غنی تاریخ تصوف کے صفحہ ۳۷ پر لکھتے ہیں بنو امیہ کے تسلط کے بعد دنیا پرستی تقویٰ پر غالب آگئی اور ہر شخص مادیت کے جال میں پھنس گیا۔ بس معدودے چند افراد تقویٰ و زہد پر قائم رہے۔ معاشرے میں اکثریت بے عمل لوگوں کی تھی، اسی لئے جو افراد نماز و روزہ کے پابند ہوتے انہیں "زُھّاد و عُبّاد" کے نام سے پکارا جاتا تھا اور پھر جیسے جیسے امت اسلامیہ

فرقوں میں تقسیم ہوتی گئی ہر فرقہ دعویٰ کرنے لگا کہ "زُھّاد و عُبّاد" افراد صرف ان کے فرقے میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے فرقے میں نیک سرشت افراد موجود نہیں ہیں۔

اسی دوران ایک مخصوص فرقہ پیدا ہوا جنہیں "صوفیہ یا متصوفہ" کا نام دیا گیا اور سن دو سو ہجری تک یہ نام مشہور ہو چکا تھا۔

بنو امیہ اور بنو عباس کے حکمرانوں نے ائمہ اہلبیتؑ پر بے پناہ مظالم ڈھائے اور انہیں تنگ و تاریک قیدخانوں میں صرف اس لئے قید رکھا گیا کہ عوام الناس ان سے متعارف نہ ہوں اور آل محمدؐ کی روحانیت کا خلا پر کرنے کے لئے حکومتوں نے ہمیشہ فرقہ صوفیہ کی حوصلہ افزائی کی اور ان کی کرامات کے جھوٹے واقعات تیار کئے گئے تاکہ عوام الناس آل محمدؐ سے کٹ کر ان خود ساختہ افراد کے گرویدہ ہو جائیں۔ چنانچہ ایک منظم سازش کے تحت شفیق بلخی، سفیان ثوری اور جنید بغدادی کے روحانی تصرفات کا چرچا کیا گیا۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ صوفیہ کے لئے جو پہلی خانقاہ تعمیر ہوئی وہ رملہ شام میں ایک عیسائی نے تعمیر کرائی تھی۔

صوفیہ کی اسلام دشمن تعلیمات

شیخ عطار اپنی کتاب تذکرہ کے حصہ اول کے صفحہ ۱۳ پر لکھتے ہیں:

جنید بغدادی اپنے مریدوں کے ہمراہ رات کے وقت کہیں جارہے تھے کہ ایک کتا انہیں دیکھ کر بھونکنے لگا۔ جنید نے جیسے ہی کتے کی آواز سنی تو کہا: "لبيك لبيك."

ایک مرید نے کہا: "آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟"

جنید نے کہا: "کتے کی غراہٹ بھری آواز قہر الٰہی کا مظہر ہے۔ جیسے ہی میں نے اس کی آواز سنی تو میں نے درمیان میں سے کتے کو نکال دیا، اسی لئے میں نے لبیک کہا۔" (نعوذ باللہ)

شیخ عطار بایزید بسطامی کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

بایزید بسطامی نے حج کا ارادہ کیا اور گھر سے نکلے کچھ دور جاکر پھر واپس آگئے۔ لوگوں نے کہا: "یاحضرت! آپ نے یہ کیا کیا حج کئے بغیر واپس چلے آئے؟"

شیخ نے کہا: "اصل بات یہ ہے کہ میں حج کے لئے جارہا تھا کہ راستے میں ایک زنگی تلوار لئے کھڑا تھا اور اس نے تلوار لہرا کر کہا کہ اگر واپس چلے جاؤ تو بہتر ورنہ تیرا سر بدن سے جدا کردوں گا۔ "ترکت اللّٰه ببسطام وقصدت البيت الحرام" (اللہ کو بسطام میں چھوڑ آیا اور بیت اللہ الحرام کا قصد کرلیا۔)

کتاب کے اسی صفحہ پر مزید لکھا ہے کہ ایک دن بایزید بسطامی کی زبان سے یہ الفاظ جاری ہوئے: "سبحانی اما اعظم شانی. (میں ہر عیب سے پاک و منزہ ہوں میری شان کتنی عظیم ہے۔)"

شیخ سری سقطی کے متعلق اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ سری سقطی ایک ولی کو ملنے کیلئے گئے۔ جب سری سقطی وہاں پہنچے تو اسے سلام کیا۔

اس ولی نے پوچھا: "تو کون ہے؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس نے پوچھا: "کیا کرتے ہو؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس نے کہا: "کیا کھاتے ہو؟" سری سقطی نے کہا: "وہ۔"

اس صوفی نے کہا: "جب تو "وہ" ہے تو پھر کسے تلاش کر رہا ہے؟"

یہ لفظ سری سقطی نے سنے تو نعرۂ مستانہ بلند کیا اور بے ہوش ہوگئے اور حقیقت یہی ہے کہ ہر صوفی اپنی ذات کی نفی کر کے خدا سے اتصال کا خواہش مند ہوتا ہے اور وہ شرک ہستی کو دور کر کے منصور کی طرح انا الحق کا نعرہ لگانے کے لئے بے چین رہتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام نے اپنے پیروکاروں کو صوفیہ کے ساتھ نشست و برخاست سے منع کیا ہے تاکہ وہ ان کے دام تزویر میں نہ پھنس جائیں۔

عن البزنطی و اسماعیل بن بزیع عن الرضاؑ قال من ذکر عنده الصوفیة ولم ینکرهم بلسانه وقلبه فلیس منا ومن انکرهم فکانما جاهد الکفار بین یدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.

وعن البزنطی انه قال: قال رجل من اصحابنا للصادق جعفر بن محمدؑ قد ظهر فی هذا الزمان قوم یقال لهم الصوفیة فما تقول فیهم؟

قال انهم اعدائنا فمن مال الیهم فهو منهم ویحشر معهم وسیکون اقوام یدعون حبنا ویمیلون الیهم ویتشبهون بهم ویلقبون بلقبهم ویأولون اقوالهم الا فمن مال الیهم فلیس منا وانا منه براء ومن انکرهم ورد علیهم کان کمن جاهد الکفار بین یدی رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم.

"سفینۃ البحار ج ۲ ص ۵۷"

بزنطی اور اسماعیل بن بزیع بیان کرتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا:

"جس کے سامنے صوفیہ کا ذکر ہو اور وہ اپنی زبان اور دل سے ان کی مخالفت نہ کرے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو ان کی مخالفت کرے تو گویا اس شخص نے جناب رسالت مآبؐ کی موجودگی میں کافروں سے جہاد کیا ہے۔

بزنطی کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک نے امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی: "مولا! اس دور میں ایک قوم پیدا ہوچکی ہے جنہیں صوفیہ کہا جاتا ہے آپ ان کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: "وہ ہمارے دشمن ہیں، جو بھی ان کی طرف مائل ہوا وہ ان میں سے ہے اور وہ قیامت کے دن انہیں کے ساتھ محشور ہوگا اور عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو ہماری محبت کا دعویٰ کریں گے اور ان کی طرف مائل ہوں گے اور ان سے مشابہت اختیار کریں گے اور انہیں کے لقب اپنائیں گے۔ ان کے اقوال کی تاویل کریں گے۔ آگاہ رہو جو بھی ان کی طرف مائل ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور ہم اس سے بیزار ہیں اور جس نے ان کا انکار کیا اور ان کی تردید کی تو اس نے گویا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کفار سے جہاد کیا۔"

السید مرتضیٰ الرازی عن محمد بن الحسین بن ابی الخطاب قال کنت مع الهادی علی بن محمدؑ فی مسجد النبیؐ فاتاه جماعة من اصحابه منهم ابوهاشم الجعفری وکان رجلا بلیغا وکانت له منزلة عظیمة عنده ثم دخل جماعة من الصوفیة وجلسوا فی جانب مستدبرا واخذوا بالتهلیل فقالؑ لا تلتفتوا الی هؤلاء الخداعین فانهم حلفاء الشیاطین و مخربوا

قواعد الدین یتزھدون لراحۃ الاجسام ویتھجدون لتصید الانعام
یتجوعون عمرا حتی یدیخوا للایکاف حمرا لا یھللون الا لغرور الناس
ولا یقللون الغذاء الالملا العاس واختلاس قلب الدفناس یتکلمون
الناس باملائھم فی الحب ویطرحونھم بادالیلھم فی الجب، اورادھم
الرقص والتصدیۃ واذکارھم الترنم والتغنیۃ فلا یتبعھم الا السفھاء ولا
یعتقد بھم الا الحمقاء فمن ذھب الی زیارۃ احد منھم حیا ومیتا فکانما
ذھب الی زیارۃ الشیطان وعبدۃ الاوثان ومن اعان احدا منھم فکانما اعان
یزید و معاویۃ و ابا سفیان فقال لہ رجل من اصحابہ وان کان معترفا
بحقوقکم قال فنظر الیہ شبہ المغضب وقال دع ذاعنك من اعترف
بحقوقنا لم یذھب فی عقوقنا اما تدری انھم اخس طوائف الصوفیۃ
والصوفیۃ کلھم من مخالفینا وطریقتھم مغایرۃ لطریقتنا وان ھم الا
نصاری و مجوس ھذہ الامۃ اولئك الذین یجھدون فی اطفاء نور اللہ
واللہ یتم نورہ ولو کرہ الکافرون.

"سفینۃ ج ۲ ص ۵۸"

سید مرتضٰی رازی محمد بن حسین بن ابی الخطاب سے روایت کرتے ہیں کہ میں
مسجد نبویؐ میں امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت آپ کے
چند اور ساتھی بھی مسجد میں وارد ہوئے جن میں ابوہاشم جعفری بھی تھے۔ ابوہاشم
جعفری بلیغ انسان تھے اور امام علیہ السلام کے نزدیک ان کا [illegible] مقام تھا۔
پھر صوفیہ کا ایک گروہ بھی مسجد میں وارد ہوا اور مسجد کے [illegible] میں انہوں
نے اپنا حلقہ قائم کر کے لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا۔

امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا: "ان مکاروں کی طرف التفات نہ کرو یہ لوگ

شیاطین کے حلیف ہیں اور دین کی بنیادوں کو تباہ کرنے والے ہیں۔ یہ اپنے آپ
کو مادی فوائد کے حصول کے لئے زہد کے رنگ میں پیش کرتے ہیں اور یہ
حیوان صفت افراد کو شکار کرنے کے لئے شب زندہ داری کرتے ہیں اور یہ
لوگ خر صفت لوگوں پر پالان رکھنے کے لئے فاقہ کشی کرتے ہیں تاکہ انہیں
لگام دے کر اچھی طرح سے سوار ہو سکیں۔ ان کا ذکر بھی لوگوں کو فریب دینے
کے لئے ہوتا ہے۔ یہ مکار اپنا کاسہ پر کرنے کے لئے کم خوارک کھاتے ہیں اور
لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ یہ لوگوں سے بظاہر دوستی اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں
کنوئیں میں دھکیل سکیں، ان کا ورد رقص اور تالیاں بجانا ہے اور ان کا ذکر سُر
لگانا اور غنا ہے، ان کی پیروی احمق کرتے ہیں اور نادان ہی ان کے معتقد ہوتے
ہیں۔ جو کوئی ان میں سے کسی زندہ یا مردہ کی زیارت کو جائے تو گویا وہ شیطان کی
زیارت کے لئے گیا اور جو کوئی ان کی کسی طرح سے مدد کرے تو گویا اس نے
یزید، معاویہ اور ابوسفیان کی مدد کی۔"

آپؑ کے اصحاب میں سے ایک نے عرض کی: "مولا! اگرچہ وہ آپؑ کے حقوق کا
معترف ہی ہو؟"

امام علی نقی علیہ السلام نے ناراض ہو کر اسکی طرف دیکھا اور فرمایا: "اس بات کو
جانے دو، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمارے حقوق کا اعتراف کرنے والا ہماری مخالفت
کرے؟ کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ صوفیہ ایک پست ترین گروہ ہے اور تمام
صوفیہ ہمارے مخالف ہیں اور انکا طریقہ ہمارے طریقے سے جدا ہے، یہ لوگ
اس امت کے نصرانی اور مجوسی ہیں۔ یہ لوگ خدا کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں
جبکہ اللہ اپنے نور کو پورا کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو یہ بات ناگوار گزرے۔"

عن السید المرتضیٰ الرازی بسنده عن الامام الحسن العسکریؑ انه قال: لابی هاشم الجعفری سیأتی زمان علی الناس وجوههم ضاحکة مستبشرة وقلوبهم مظلمة منکدرة ، السنة فیهم بدعة والبدعة فیهم سنة ، المؤمن بینهم محقر و الفاسق بینهم موقر ، امراؤهم جائرون و علمائهم فی ابواب الظلمة ، سائرون اغنیاؤهم یسرقون زادالفقراء و اصاغرهم ، یتقدمون علی الکبراء ، کل جاهل عندهم خبیر وکل محیل عندهم فقیر ، ولا یمیزون بین المخلص والمرتاب ، ولا یعرفون الضأن من الذئاب علماؤهم شرار خلق الله علی وجه الارض لأنهم یمیلون الی الفلسفة والتصوف وایم الله انهم من اهل العدوان والتحرف یبالغون فی حب مخالفینا ویضلون شیعتنا و موالینا وان نالوا لا یشبعون عن الرشا وان خذلوا عبدوا الله علی الریا الا انهم قطاع طریق المؤمنین والدعاة الیٰ نحلة الملحدین. فمن ادرکهم فلیحذرهم ولیصن دینه وایمانه ثم قال یا اباهاشم هذا ما حدثنی ابی عن ابائه عن جعفر بن محمد علیهم السلام وهو من اسرارنا فاکتمه الا عن اهله.

"سفینة البحار ج ۲ ص ۵۷"

سید مرتضیٰ رازی نے اپنے اسناد سے امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے ابوہاشم جعفری سے فرمایا: "لوگوں پر عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے جبکہ ان کے چہرے خوشی سے چمکتے دمکتے ہونگے اور ان کے دل تیرہ و تاریک ہونگے۔ ان کی نظر میں سنت بدعت ہوگی اور بدعت ان کے ہاں سنت قرار پائے گی، ان میں مؤمن کو ذلیل و خوار سمجھا جائے گا اور ان میں فاسق قابل

احترام ہونگے، ان کے حاکم ستمگر ہوں گے اور ان کے علماء ظالموں سے سازباز رکھتے ہونگے، ان کے دولتمند ضرور تمندوں کی خوراک چوری کرنے والے ہونگے اور ان کے چھوٹے بزرگوں پر مقدم ہونگے، ان کی نظر میں جاہل، علامہ تصور ہونگے اور ہر شعبدہ باز ان کی نظر میں فقیر ہوگا۔ ان میں اہل خلوص اور اہل شک کا امتیاز نہیں ہوگا اور ان میں بھیڑ اور بھیڑیئے کی کوئی تمیز نہ ہوگی۔

ان کے عالم زمین پر بسنے والوں میں سے بدترین لوگ ہوں گے کیونکہ وہ فلسفہ اور تصوف کی طرف راغب ہوں گے۔

خدا کی قسم یہ لوگ کینہ و عداوت رکھنے والے ہونگے اور ہمارے دشمنوں سے دوستی کرنے کا بہت زیادہ اہتمام کرینگے اور ہمارے شیعوں اور دوستوں کو گمراہ کرینگے اور اگر انہیں کوئی عہدہ و منصب حاصل ہو جائے تو وہ رشوت سے سیر نہ ہونگے اور جب ان کے پاس کچھ نہ ہوگا تو ریاکاری کے لئے عبادت کرینگے۔

گواہ رہو یہ مؤمنوں کے لئے رہزن ہیں اور ہمیشہ لوگوں کو بے دینی کی دعوت دینے والے ہیں۔

مؤمنین کو چاہیئے کہ ان سے پرہیز کریں اور اپنے دین و ایمان کو ان کے ہاتھوں سے محفوظ رکھیں۔"

پھر آپؑ نے فرمایا: "ابوہاشم! میں نے جو کچھ بیان کیا ہے میرے آبائے طاہرین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اور یہ ہمارا راز ہے۔ نااہل لوگوں سے اسے پوشیدہ رکھو۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

مدارک وماخذ

(پند تاریخ جلد اول تا پنجم)

اس کتاب کی تدوین میں ان کتب سے استفادہ کیا گیا ہے

کتب احادیث

نمبر	کتاب	مصنف	
۱.	اصول کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۲.	فروع کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۳.	روضہ کافی	ثقۃ الاسلام شیخ کلینیؒ	متوفی ۳۲۹
۴.	وسائل الشیعہ	شیخ حر عاملیؒ	متوفی ۱۱۰۳
۵.	اثبات الہداۃ	شیخ حر عاملیؒ	متوفی ۱۱۰۳
۶.	مستدرک الوسائل	حاج میرزا حسین نوریؒ	متوفی ۱۳۲۰
۷.	کلمۂ طیبہ	حاج میرزا حسین نوریؒ	متوفی ۱۳۲۰
۸.	وافی شرح کافی	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱
۹.	بحار الانوار	علامہ مجلسیؒ	متوفی ۱۱۱۰
۱۰.	انوار نعمانیہ	سید نعمت اللہ جزائری	متوفی ۱۱۱۲
۱۱.	امالی صدوق	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۲.	الخصال	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۳.	علل الشرائع	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۴.	عیون اخبار الرضا	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۵.	معانی الاخبار	ابوجعفر شیخ صدوق	متوفی ۳۸۱
۱۶.	مناقب شہر آشوب	شہر آشوب مازندرانی	متوفی ۵۸۸
۱۷.	منہاج البراعہ	میرزا حبیب اللہ خوئی	متوفی ۱۳۲۶
۱۸.	مجموعہ ورام	ورام بن ابی فراس	متوفی ۶۰۵
۱۹.	تحف العقول	ابو محمد حسن بن علی	متوفی ۳۳۶
۲۰.	اربعین	شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی	متوفی ۱۰۳۰
۲۱.	امالی	شیخ الطائفہ محمد بن حسن طوسی	متوفی ۴۶۰
۲۲.	سفینۃ البحار	حاج شیخ عباس قمی	متوفی ۱۳۵۹
۲۳.	الاحتجاج	ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب	متوفی ۵۸۸
۲۴.	روضۃ الواعظین	ابو جعفر محمد بن فتال شہید	متوفی ۵۰۷
۲۵.	کشف الریبہ	شہید ثانی زین الدینؒ	متوفی ۵۰۷
۲۶.	کبریت احمر	شیخ محمد باقر بیرجندی	متوفی ۱۳۵۲
۲۷.	حیاۃ القلوب	علامہ مجلسیؒ	متوفی ۱۱۱۰
۲۸.	قضاوتہای امیر المؤمنینؑ	شیخ ذبیح اللہ محلاتی	ہم عصر
۲۹.	ترجمہ و شرح نہج البلاغہ	ملا فیض کاشانی	ہم عصر
۳۰.	اثنی عشریہ	محمد بن محمد نواسہ شہید ثانیؒ	قرن اول
۳۱.	ارشاد القلوب	ابی محمد حسن بن ابی الحسن دیلمی	

کتب اخلاق

۳۲. جامع السعادات — مولی محمد مہدی نراقی — متوفی ۱۲۰۹ھ

۳۳. اخلاق محسنی — ملا حسین کاشفی — متوفی ۹۱۰ھ

۳۴. اخلاق روحی — عطاء اللہ روحی — ہم عصر

۳۵. تعلیمات قرآن — حسام الدین فال اسیری

۳۶. مکارم الاخلاق — رضی الدین ابو نصر طبرسی

کتب تاریخ

۳۷. مروج الذہب — حسین بن علی مسعودی — متوفی ۳۴۶ھ

۳۸. اثبات الوصیۃ — حسین بن علی مسعودی — متوفی ۳۴۶ھ

۳۹. تاریخ طبری — ابو جعفر محمد بن جریر طبری — متوفی ۳۱۰ھ

۴۰. نور العین — سید نعمت اللہ جزائری — متوفی ۱۱۱۲ھ

۴۱. الفخری — فخر الدین محمد بن نقیب — متوفی ۷۰۹ھ

۴۲. شرح ابن ابی الحدید — عبدالحمید بن محمد بن محمد — متوفی ۶۵۵ھ

۴۳. روضۃ الصفا — میرخواند محمد بن خاوند شاہ ابن محمود — متوفی ۹۰۳ھ

۴۴. مجالس المؤمنین — قاضی نور اللہ شوستری شہید ثالثؒ — متوفی ۱۰۱۹ھ

۴۵. ناسخ التواریخ — میرزا محمد تقی سپہر لسان الملک — متوفی ۱۲۹۷ھ

۴۶. کامل التواریخ — عزالدین ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم — متوفی ۶۳۵ھ

۴۷. قصص العلماء — میرزا محمد بن سلیمان تنکابنی — متوفی ۱۳۰۸ھ

۴۸. تتمۃ المنتہیٰ — محدث جلیل شیخ عباس قمی — متوفی ۱۳۵۹ھ

۴۹. منتہی الآمال — محدث جلیل شیخ عباس قمی — متوفی ۱۳۵۹ھ

۵۰. بیت الاحزان — محدث جلیل شیخ عباس قمی — متوفی ۱۳۵۹ھ

۵۱. نفس المہموم — محدث جلیل شیخ عباس قمی — متوفی ۱۳۵۹ھ

۵۲. مقتل خوارزمی ابی المؤید موفق بن احمد مکی — متوفی ۵۶۸ھ

۵۳. وقائع الایام — ملا علی بن عبدالعظیم خیابانی — متوفی ۱۳۶۷ھ

۵۴. ارشاد مفید — شیخ مفید محمد بن محمد بن نعمان — متوفی ۴۱۳ھ

۵۵. تذکرۃ الاولیاء — شیخ فرید الدین عطار — متوفی ۶۲۸ھ

۵۶. ریاحین الشریعہ — شیخ ذبیح اللہ محلاتی — ہم عصر

۵۷. شجرہ طوبیٰ — شیخ محمد مہدی حائری — ہم عصر

۵۸. تاریخ تصوف — ڈاکٹر قاسم غنی — ہم عصر

۵۹. ترجمہ تاریخ اعثم کوفی — خواجہ احمد بن محمد — اوائل قرن چہارم

۶۰. حبیب السیر — غیاث الدین خواندامیر شیعی

۶۱. بہارستان — شیخ محمد حسین آیتی بیرجندی

۶۲. منتخب التواریخ — حاج ملا ہاشم خراسانی

۶۳. تاریخ بحیرہ

کتب تفسیر

۶۴.	تفسیر صافی	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱ھ
۶۵.	تفسیر البرہان	سید ہاشم بحرانی	متوفی ۱۱۰۷ھ
۶۶.	تفسیر مجمع البیان	فضل بن حسن بن فضل طبرسی	متوفی ۵۴۸ھ
۶۷.	تفسیر ابو الفتوح رازی		از اعلام قرن ششم
۶۸.	خلاصۃ المنہج	ملا فتح اللہ کاشانی	

کتب رجال و تراجم

۶۹.	الکنی والالقاب	محدث قمی	متوفی ۱۳۵۹ھ
۷۰.	تحفۃ الاحباب	محدث قمی	متوفی ۱۳۵۹ھ
۷۱.	زندگانی و شخصیت شیخ مرتضیٰ انصاری۔	مؤلف مرتضیٰ انصاری	ہم عصر
۷۲.	روضات الجنات	میرزا محمد باقر خوانساری	
۷۳.	نامہ دانشوران	جمع آوری: (۱) حاج میرزا ابوالفضل ساوجی (۲) میرزا حسین ساوجی (۳) عبدالوہاب قزوینی (۴) شمس العلماء۔	

کتب کلام

۷۴.	کفایۃ الموحدین	حاج سید اسماعیل بن احمد عقیلی	متوفی ۱۳۱۷ھ
۷۵.	الغدیر	شیخ عبدالحسین احمد امینی	

حکایات و متفرقہ

۷۶.	کشکول	شیخ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی	متوفی ۱۰۳۰ھ
۷۷.	خزائن نراقی	ملا حاج احمد نراقی کاشانی	متوفی ۱۲۴۴ھ
۷۸.	محاضرات	راغب اصفہانی	متوفی ۵۰۲ھ
۷۹.	ثمرات الاوراق	ابوبکر بن علی بن عبداللہ حموی	متوفی ۸۳۷ھ
۸۰.	لطائف الطوائف	فخرالدین علی صفی	متوفی ۹۳۹ھ
۸۱.	جامع الحکایات	محمد عوفی	متوفی ۶۲۵ھ
۸۲.	الاذکیاء ابوالفرج	عبدالرحمٰن بن علی جوزی	متوفی ۵۹۷ھ
۸۳.	چہار مقالہ عروضی	ابو محمد شاعر مشہور بہ نظامی	متوفی ۵۸۲ھ
۸۴.	مجمع النورین	حاج ملا اسمعیل	متوفی ۱۳۱۲ھ
۸۵.	زہر الربیع	سید نعمۃ اللہ جزائری	متوفی ۱۱۱۲ھ
۸۶.	خزینۃ الجواہر	حاج شیخ علی اکبر نہاوندی	متوفی ۱۳۶۹ھ
۸۷.	ینابیع المودۃ	شیخ سلیمان المعروف خواجہ کلاں	متوفی ۱۲۹۴ھ
۸۸.	المحجۃ البیضاء	ملا محسن فیض کاشانی	متوفی ۱۰۹۱ھ
۸۹.	الملل والنحل	ابوالفتح محمد بن عبدالکریم شہرستانی	متوفی ۵۴۸ھ
۹۰.	دارالسلام	میرزا حسین نوری	متوفی ۱۳۲۰ھ
۹۱.	فرج المہموم	علی بن طاؤس حلی	متوفی ۶۶۴ھ
۹۲.	عقد الفرید	شہاب الدین احمد بن عبدربہ اندلسی	متوفی ۳۲۸ھ

۹۳.	منتخبات ادبی	اسماعیل امیر خیزی	ہم عصر
۹۴.	المستطرف	محمد بن احمد خطیب الابشیہی	قرن نہم
۹۵.	نفحۃ الیمن	احمد بن محمد انصاری یمنی	
۹۶.	نوادر الادباء	ابراہیم زیدان	
۹۷.	الکلام یجر الکلام	سید احمد زنجانی	
۹۸.	اعلام الناس	اتلیدی	
۹۹.	کشکول بحرانی	شیخ یوسف بحرانی	
۱۰۰.	نزہۃ المجالس	شیخ عبدالرحمٰن صفوری شافعی	
۱۰۱.	نخبۃ الادب		
۱۰۲.	نزہۃ الابصار		
۱۰۳.	مضرات نوشابہ ہای الکلی		

لغت و فرہنگ

۱۰۴.	مجمع البحرین	فخر الدین بن محمد علی بن احمد طریح	متوفی ۱۰۸۵ھ
۱۰۵.	اقرب الموارد	سعید بن عبداللہ بن میخائیل	تالیف ۱۸۹۰ء
۱۰۶.	اختر کبیر	مصطفیٰ بن شمس الدین قرۂ حصاری	
۱۰۷.	المنجد	قس لویس شیخو یسوعی	

اشعار اور دیوان

۱۰۸.	دیوان حافظ	حافظ محمد شمس الدین شیرازی	متوفی ۷۹۱ھ
۱۰۹.	دیوان شمس تبریز	مولانا جلال الدین رومی	متوفی ۶۷۲ھ
۱۱۰.	دیوان حاجی	میرزا حبیب اللہ خراسانی	متوفی ۱۳۲۷ھ
۱۱۱.	گنجوی	نظامی گنجوی	متوفی ۵۸۲ھ
۱۱۲.	مثنوی مولوی	مولانا جلال الدین رومی	متوفی ۶۷۲ھ
۱۱۳.	فؤاد کرمانی	آقا فتح اللہ قدسی متخلص بفؤاد	متوفی ۱۳۴۰ھ
۱۱۴.	سنائی غزنوی	مجدود بن آدم حکیم غزنوی	متوفی ۵۳۵ھ
۱۱۵.	اوحدی مراغہ ای	صاحب کتاب جام جم	متوفی ۷۳۸ھ
۱۱۶.	دیوان پروین اعتصامی	بانو پروین ملقب بہ مارشال پیرغیبی	ہم عصر
۱۱۷.	الٰہی قمشہ ای	از شعرائے ہم عصر	
۱۱۸.	دیوان شہریار	از شعرائے ہم عصر	
۱۱۹.	دیوان ایرج میرزا		
۱۲۰.	صائب تبریزی		